# تحصیل گجرات کے
# خانقاہی نظام کے اثرات

(ایک تحقیقی و تنقیدی و شماریاتی جائزہ)

مقالہ برائے۔ایم فل

**مقالہ نگار**

ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ

(ایم فل، پی۔ایچ ڈی)

**تزکیہ پبلی کیشنز**

نام کتاب: تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات

مقالہ نگار (مصنف): ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ (ایم فل، پی-ایچ ڈی)

سالِ طباعت: ستمبر 2022ء/صفر المظفر 1444ھ

ہدیہ: تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ چوہدری احمد خاں چوہان مرحوم آف بڑیلہ شریف کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ شریف پڑھ دیجیے۔

پبلشر: تزکیہ پبلی کیشنز، کڑیانوالہ۔ گجرات

# ملنے کے پتے

جامع مسجد گلزار مدینہ مہاجراں والی کڑیانوالہ گجرات

رہائش گاہ۔ڈاکٹر محمد رضاء المصطفی قادری کڑیانوالہ گجرات نزد جناح ماڈل ہائی سکول کڑیانوالہ

تزکیہ پبلی کیشنز

کڑیانوالہ۔ گجرات

03444650892

# انتساب

اس علمی و تحقیقی کام کو اپنے والد محترم تلمیذ حضرت حافظ الحدیث

حافظ علامہ مشتاق احمد جلالی مد ظلہ العالی

(فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ بھکھی شریف، منڈی بہاوالدین)

اور

والدہ محترمہ حفظہا اللہ تعالیٰ

کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔

جنہوں نے مجھے علم دین پڑھنے پڑھانے کے لئے وقف کیا، جن کے پیکر میں اعلیٰ صوفیانہ خصائل موجود ہیں۔ جن کی

پُر خلوص دُعاؤں اور بے لوث شفقتوں کی بدولت اس علمی و تحقیقی کام کی تکمیل ہوئی۔ جن کی مشفقانہ دعائیں دین و دنیا کے ہر معاملے میں میری کامیابی و کامرانی کا سندیسہ لے کر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو درازی عمر بالخیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مختصر سی اپنی کہانی ہے۔

جو کچھ بھی ہوں انھی کی مہربانی ہے۔

ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ

03444650892 واٹس اپ نمبر

Abutalha2526@gmail.com

# اظہارِ تشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

میں اپنے والدین کریمین کی بے بہا اور انمول محبتوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے علم کا ذوق و شوق عطا فرمایا۔ ،اپنے جملہ اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں بالخصوص ڈاکٹر مفتی ندیم بن صدیق اسلمی صاحب سربراہ ادارہ سراج منیر و لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ ڈاکٹر محمد نواز صاحب اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف گجرات کا جنہوں نے مجھے پڑھایا، تحقیق کے جہان سے آشنا کیا۔ ڈاکٹر محمد نواز صاحب نے اول تا آخر اس مقالے کی نگرانی فرمائی، مفید مشورے دیئے، ہمیشہ علمی و تحقیقی سرگرمیوں پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان علم دوست ہستیوں کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کو درازئ عمر بالخیر عطا فرمائے آمین

تحصیل گجرات کی ہر خانقاہ کے متولیان اور سجادہ نشین حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے قیمتی اوقات اور نادر معلومات عطا فرمائیں۔

تقاریظ لکھ کر حوصلہ افزائی فرمانے والے جملہ مشائخ کرام اور علمائے عظام کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔ اپنے مخلص دوستوں "ڈاکٹر تنویر احمد نوید ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ معاشیات، یونیورسٹی آف گجرات، ڈاکٹر مہر علی شان صاحب آف کڑیانوالہ، صاحبزادہ عبد المصطفیٰ منہاس صاحب، صاحبزادہ عمران مصطفیٰ منہاس آف کڑیانوالہ، اور ارمان رضا عطاری" کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس تحقیقی کام میں عملاً معاونت فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکالا اور میرے دست و بازو

بنے، دلی طور پر شکر گزار ہوں کا جنہوں نے علمی تعاون فرمایا اور تحقیقی کام میں حوصلہ افزائی فرمائی۔

اپنی رفیقہ حیات ام طلحہ کا بالخصوص شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے گھر کی الجھنوں اور عائلی زندگی کی جھنجٹوں سے بچائے رکھا۔ مجھے گوشہ فراغت اور ذہنی سکون بخشا۔ جب تک میں یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہا میرے جملہ تعلیمی اخراجات میری وفا شعار و علم دوست اہلیہ نے ادا کئے، میری کتب خریدنے کے لئے وہ ایک تعلیمی ادارے میں ملازمت کرتی رہیں، حتی کہ میری پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے اپنا سارا زیور بیچ دیا۔ اتنے بڑے ایثار پہ میں ہمیشہ ان کا مقروض رہوں گا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ نیک خصلت اہلیہ کا مالی تعاون اور حوصلہ افزائی نہ ہوتی تو یہ کام کبھی بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکتا۔

میں اپنے دوستوں علامہ غلام محمد وٹو پرنسپل جامعہ قادریہ قاسمیہ ڈھوڈا شریف و علامہ محمد یونس قادری وائس پرنسپل جامعہ قادریہ قاسمیہ ڈھوڈا شریف گجرات اور چوہدری امانت علی قاسمی و ساجد قاسمی صاحب, چوہدری تنویر احمد کسانہ القاسم ٹرسٹ، ڈھوڈا شریف کا شکر گزار ہوں انھوں نے علمی و تحقیقی کاموں میں ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

انتہائی شکر گزار ہوں اپنے بہترین دوستوں چوہدری غلام مرتضیٰ ریحانیہ، آف سعودی عرب چوہدری محمود احمد چوہان آف سعودی عرب کا جنہوں نے علمی و تبلیغی کاموں میں ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ چوہدری محمود احمد چوہان صاحب نے ذاتی دلچسپی لے کر اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا۔ اگر محمود بھائی اس کی اشاعت کا انتظام نہ کرتے تو یہ کتاب شاید آپ تک نہ پہنچ پاتی اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں اللہ تعالی سب کو دنیا و آخرت کی اچھی جزا عطا فرمائے۔ اور دارین کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد رضاءالمصطفیٰ قادری

Whatsapp

03444650892

Abutalha2526@gmail.com

# فہرس عنوانات

فصل دوم: خانقاہی نظام کی سرگرمیاں ........................ 101

# تقریظ پیر سید عبد اللہ شاہ خوارزمی

حضرت علامہ پیر سید عبداللہ شاہ صاحب خوارزمی دامت برکاتہم القدسیہ (ایم فل)
آستانہ عالیہ مقدسہ کیرانوالہ سیداں نزد منگووال غربی گجرات

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ روز اول سے اسے مہذب ترین مخلوق قرار دیا گیا اور معرفت الٰہی کا حصول اس کی زندگی کا مقصد قرار دیا گیا۔ انسان روح و جسم کا مرکب ہے۔ جسم چار عناصر سے وجود میں آیا آگ پانی ہوا اور مٹی۔ ان چاروں عناصر کی صفات پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ جسم محض کی پرورش تباہی اور بربادی کی راہ ہے۔ آگ جلاتی ہے، ہوا اڑاتی ہے، پانی بہاتا ہے، مٹی کو اوج سے بھی پھینکیں تو نیچے ہی آئے گی، یہ ذلت اور پستی چاہتی ہے۔ جسم کی مضبوطی جلا، بہا، اڑا تو سکتی ہے مگر مقصود اصلی معرفت الٰہی کی طرف قدم اٹھوانے کی بجائے اس سے دور پھینک دیتی ہے۔ اب انسانی مرکب میں دوسری چیز روح کا جائزہ لیں تو وہ امر ربی ہے۔ ایک لطیف اور نظیف شے ہے۔ روح امر خداوندی کی اطاعت کے ساتھ عروج، اوج، کمال اور قرب الٰہی کی چاہت رکھتی ہے۔ جسم کی پرورش انتشار و افتراق جب کہ روح کی پرورش و تربیت طمانیت و قرار اور سکون و چین کی ضامن ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ روح کی تربیت کے ساتھ ہی انسان اشرف المخلوقات ہو سکتا ہے۔

اسلام نے جسم کے ساتھ روح کی تربیت کے لیے شریعت کا ایک ذیلی شعبہ قائم کیا ہے جسے تزکیہ، احسان یا تصوف کہتے ہیں۔

اہل اسلام نے تربیت روح کے لیے صفہ سے نظام خانقاہی شروع کیا جو آج تک قائم ہے۔ فطری ضابطہ ہے کہ اصل سے دوری پر نظام کا حلیہ بگڑ جاتا ہے گرد آلود ہو جاتا ہے۔ گزشتہ

چند سالوں سے نظام خانقاہی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا یا بدنام کیا گیا۔

صوفی محقق جناب ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ صاحب نے بڑی جانفشانی کے ساتھ خانقاہی نظام کے تعارف کے ساتھ ساتھ اس کا منصفانہ علمی، تحقیقی اور شماریاتی تجزیہ کیا ہے۔ جو اہل تصوف پر اور اہل گجرات پر آپ کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے خانقاہی نظام پر پڑی گرد ہٹانے کے لیے شماریاتی جائزہ لے کر اور بہتری کی تجاویز دے کر اپنا گراں قدر حصہ ملا دیا ہے۔

دعا ہے اللہ کریم جناب ڈاکٹر صاحب کو اس مشقت و محنت اور تزکیہ قلب کے میدان کا امام بنائے۔ اور اس کتاب کے اثرات بین الاقوامی سطح پر اصحابِ خانقاہ پر مرتب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ خوارزمی

# تقریظ پیر ڈاکٹر سلطان شمس الحق فاروقی

صاحبزادہ پیر ڈاکٹر سلطان شمس الحق فاروقی صاحب زید مجدہ (پی ایچ ڈی اسلامک تھاٹ اینڈ کلچر)
سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ نقشبندیہ ٹھیکریاں مونیاں شریف نزد کنجاہ، گجرات

تصوف ایک نظام تربیت ہے، خانقاہ جائے تربیت ہے۔ خانقاہی نظام نے فرد کی زندگی بدلنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ تعلیم کے بعد تربیت بہت ضروری ہوتی ہے۔ صوفیہ کرام نے اس کام کو بڑے احسن انداز میں انجام دیا، فرد کی شخصیت اور کردار کو باوقار بنا کر معاشرے کے سامنے پیش کیا۔ تصوف ایک ایسا ڈسکور ہے جس نے دنیا میں بہت زیادہ اثرات چھوڑے بلکہ بعض اوقات یہ انسانی معاشرے کا سب سے طاقت وار ادارہ بھی رہا ہے۔ تصوف کی بنیاد خشیت، محبت اور معرفت پر ہے۔ خشیت انسان کو باصول رکھتی ہے۔ محبت انسان کے اندر حیاء پیدا کرتی ہے۔ معرفت خدا کی قدرتوں کا اظہار ہے۔ اوران تمام کا مجموعہ عفت ہے، جتنی انسان کے اندر پاکیزگی آتی جائے گی اسی مقدر سے اس کے اندر خصوصیات بڑھتی چلی جائیں گی۔ یہی تصوف کا نقطہ کمال ہے۔ خانقاہ عبادات، وظائف اور اذکار کا مرکز ہی نہ تھی، بلکہ وہاں فرد کی مکمل تربیت کی جاتی تھی۔ اس کے اجتماعی معاملات پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، بطور فرد وہ معاشرے کا ایک بہتریں رکن کس کس طرح بن سکتا ہے۔ اس کے معاشرتی، اقتصادی، معاملات کس طرح کے ہونے چاہیں۔ صوفیہ نے ان لوگوں کو دوبارہ زندگی کے لیے تیار کر دیا جو مشکلات سے گھبرا کر زندگی سے ہار چکے تھے، ناامید ہو چکے تھے۔ صوفیہ نے تربیت اس طرح کی کہ وہ اس قابل ہوں کہ وہ زندگی کی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کر سکیں اور حوصلہ کے ساتھ زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں۔

صوفیہ اپنے عمل سے فرد کی زندگی کے تمام گوشوں کو منور کر دیتے تھے، جس سے فرد کے اندر ایک مجاہدانہ روش پیدا ہو جاتی تھی۔ جس سے وہ اپنے تمام تر کام بڑے احسن انداز میں سر انجام دے سکتا تھا۔ صوفیہ اسلامی اقدار کو بڑی گہرائی اور رسوخ کے ساتھ اپناتے تھے اور انہی اقدار کو اپنے شاگردوں کے اندر بھی پختہ کروا دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ خانقاہی نظام سے نکلنے والا فرد بطور انسان بھی عظیم اور بطور مسلمان بھی عظیم ہوتا تھا۔

جب سے ہمارے معاشرے میں خانقاہی نظام کمزور ہو گیا ہے اس وقت سے ہی ہمارے معاشرے کا اخلاق بگڑ گیا ہے۔ انسان کا عقیدہ اور یقین متزلزل ہو گیا ہے۔ جب انسان کے اندر شک پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ عملی طور پر ادھورا، قدری حوالے سے خالی اور معاشرتی حوالے سے بے اثر ہو جاتا ہے۔ اس وقت خانقاہی نظام اپنا کردار ادا نہیں کر رہا بس کچھ مظاہر ہی رہ گے ہیں۔

آج کے جدید دور میں خانقاہی نظام کی اشد ضرورت ہے، جدید بیانیے نے انسان کے لیے بہت سی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ اس نے معاشرے کے اندار شک کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اقدار کو ختم کر دیا ہے فرد کی زندگی کو محدود کر دیا ہے وہ ایک داءروی شکل اختیار کر گیا ہے۔ لوگوں کے پاس علم ہے تربیت نہیں، معلومات ہیں اخلاق نہیں، حوالہ ہے نسبت نہیں۔

ہمارے دوست، ہم جماعت جناب ڈاکٹر محمد رضا المصطفیٰ صاحب بڑے شفیق، ملنسار، خوش طبع اور ایک علمی شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کو بڑی محنت، عرق ریزی اور مدلل تحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ مقالات بھی آپ نے بڑے معتدل انداز میں بغیر کسی تعصب کے لکھے ہیں۔ اسی روایت کو بر قرار رکھتے ہوئے انہوں

اس کتاب میں بھی بغیر تعصب کے خوبصورت انداز میں اپنی تحقیقات کو پیش کیا ہے۔ جو چیز قابل تعریف تھی اس کی تعریف کی ہے اور جس چیز پر جرح اور نقد کی ضرورت تھی اس پر کھل کر بات کی ہے۔ اور بتانے کی کوشش کی ہے کہ خانقاہی نظام کہاں خراب ہے؟ کہاں اس کی اصلاح کی ضرورت ہے؟ اور کیا کیا خرفات پائی جاتی ہیں؟۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں ان کا ایک خوبصورت کام یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک شماریاتی جائزہ بھی پیش کیا جس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ گجرات کا خانقاہی نظام کہاں ٹھیک ہے اور کہاں اصلاح کی ضرورت ہے۔ ان کی کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، خاص طور پر اس پر فتن اور تقلید کے دور میں جہاں صحیح اور غلط کا تصور بلکل ہی ختم ہو چکا ہے۔ پیر لوگوں کی تربیت نہیں کر رہے بلکہ اپنی خواہشات کے پجاری ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے آپ یہ فیصلہ ضرور کر سکیں گے میرے لیے درست راستہ کون سا ہے۔ یہ ان کی ایک اچھی اور خوبصورت کاوش ہے۔ اللہ تعالی ان کے علم، عمل اور رزق میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

صاحبزادہ ڈاکٹر سلطان شمس الحق فاروقی

آستانہ عالیہ چشتیہ نقشبندیہ ٹھیکریاں مونیاں شریف

# تقریظ مفتی ڈاکٹر ندیم بن صدیق اسلمی

شیخ طریقت حضرت علامہ پیر مفتی ڈاکٹر ندیم بن صدیق اسلمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
بانی ادارہ سراج منیر گجرات

بسم اللہ والحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ۔اما بعد! عہد رسالت ﷺ سے آج تک مسلمانوں کے ہاں معرفت وقرب الٰہی کے حصول کے لیے دو راہیں اختیار کی گئیں ایک روحانی اور دوسری علمی۔مدرسہ صفّہ شریفہ دین اسلام کی پہلی درسگاہ اور خانقاہ تھی۔اس میں کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس پر غیر معمولی توجہ دی گئی۔اس کے نتیجہ میں دنیائے کائنات کے عظیم ترین علمائے اسلام اور صوفیائے عظام تیار ہوئے۔یہ سلسلہ جاری وساری رہا ،صحابہ وتابعین وتبع تابعین یہاں تک کہ پانچویں صدی ہجری میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کا مدرسہ وخانقاہ،امام غزالی رحمۃاللہ علیہ کی علمی درسگاہ وخانقاہ اور برصغیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃاللہ علیہ کے مرکز علم حدیث وخانقاہ نے انتہائی ذمہ دارانہ اقدامات اٹھائے اور پر خلوص وان تھک محنت وجانفشانی سے ہزاروں افراد کی علمی وروحانی تربیت کی۔خانقاہوں کے قیام کا مقصد تزکیہ نفس اور عملی تربیت ہوتا ہے دنیا بھر میں آج بھی کئی خانقاہیں موجود ہیں جہاں ان دونوں مقاصد کی تکمیل ہوتی نظر آرہی ہے۔شومی قسمت کہ بہت سی ایسی خانقاہیں بھی موجود ہیں جہاں تزکیہ نفس اور عملی تربیت کی بجائے خود پسندی، تکبر،مالی محبت،دنیاوی غرض ولالچ،فقر کی بجائے شاہی طرز عمل،علم کی بجائے جہالت اور تربیت کا فقدان سر چڑھ کر بول رہاہے۔اس طرز عمل کی روک تھام کے لیے مجاہدانہ کردار ادا کرنا ازحد ضروری معلوم ہورہا تھا۔بے راہ روی کے شکار خانقاہوں کے نظام اور ان کی اصلاح سے متعلق گفتگو آسان نہ تھی بڑے دل اور ملامتیوں کی ملامت سے بے خوف انسان کا کام تھا۔کون آگاہ نہیں کہ خانقاہوں کے ساتھ ایمان کی حد تک لوگ وابستہ وپیوستہ ہیں جو خانقاہ سے متعلق ایک لفظ سننے

کے لیے تیار نہیں۔ڈاکٹر محمد رضا المصطفی دامت برکاتھم العالیہ نے اپنے علاقہ کے خانقاہی نظام کا محققانہ اور ناقدانہ جائزہ لیا پھر اس کو انتہائی احسن انداز میں اوراق تاریخ کا حصہ بنا دیا۔اس تحقیقی کاوش کو یونیورسٹی آف گجرات نے سرکاری سطح پر منظور کیا۔ڈاکٹر صاحب نے اس غیر معمولی کام میں خانقاہی نظام کا مفہوم و تعارف ،پس منظر ،سلاسل طریقت ، تعلیمات ،خانقاہی نظام کی سرگرمیاں ، ملمع سازیاں اور خانقاہی نظام کے معاشرے پر روحانی ،مذہبی ،تبلیغی، علمی ،معاشی ،معاشرتی اور سیاسی اثرات قلمبند کیے۔اس مؤثر علمی و تحقیقی کاوش کے ذریعے ڈاکٹر صاحب نے جس محنت و جانفشانی سے خانقاہی نظام کی قابل قدر علمی و روحانی کاوشوں کو متعاف کروایا ہے وہاں کچھ ناقص انتظامات کے اصلاح طلب پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔اخلاقی فرض اور وسعت ظرفی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو دل سے تسلیم کر کے خانقاہی نظام میں بہتری لانے کے لیے غیر معمولی کردار ادا کیا جائے تاکہ امت مسلمہ کی مثالی تربیت و اصلاح ہو کیوں کہ خانقاہیں مرکزِ علم و حکمت ہیں۔اللہ کریم ڈاکٹر صاحب کے زور قلم اور ذوق علم میں خیر و برکات کا اضافہ فرمائیں۔

آمین یارب العلمین و صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ و سلم۔

از ڈاکٹر مفتی ندیم بن صدیق اسلمی خادم الحدیث الشریف

# تقریظ پیر سلطان محمود نقشبندی

پیر طریقت رہبر شریعت صاحبزادہ علامہ پیر سلطان محمود نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ کاسب شریف گجرات

خانقاہ در حقیقت ایک تربیت گاہ ہے جہاں سے انسانوں کی اخلاقی وروحانی تربیت ہوتی ہے اور ان کا تعلق ذات باری تعالٰی سے جوڑا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے خانقاہیں خلق خدا کی تعلیم و تربیت اور خدمت میں مصروف رہی ہیں اور بھٹکتی ہوئی انسانیت کو سوئے منزل گامزن کرنے میں کوشاں رہی ہیں۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جہاں دیگر شعبہ جات میں کمزوریاں پیدا ہوئیں، وہیں خانقاہی نظام میں بھی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اور خانقاہیں جن سے تزکیہ نفس و انکساری، مروت و سادگی، محبت و پیار اور ہمدردی و خیر خواہی جو خانقاہی نظام کی پہچان تھی، عصر حاضر میں اکثر خانقاہیں مذکورہ پہچان کو کھو چکی ہیں۔ اور رسوم و رواج اور غیر شرعی حرکات کی آماجگاہ بن چکی ہیں۔

عزیزم ڈاکٹر محمد رضا المصطفیٰ صاحب دامت فیوضہم نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ خانقاہی نظام کے مقاصد اور اہمیت کو قلم بند کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے خانقاہی نظام کے معاشرے پر اثرات، صوفیہ کرام کی دینی خدمات اور عصر حاضر میں اس نظام میں جو خرابیاں واقع ہو چکی ہیں ان پر محققانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد رضا المصطفیٰ بلاشبہ ایک محقق مفکر اور مدبر شخصیت ہیں، جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کے بھی حامل ہیں اور نوجوان علماء کرام کے لئے رول ماڈل ہیں اور خانقاہی نظام پر گہری نظر رکھتے ہیں اللہ تعالی نے ڈاکٹر صاحب کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا

ہے آپ تقریر و تحریر کے میدان کے شہسوار ہیں جن کی جھلک زیر نظر تصنیف میں قارئین کرام کو جابجا نظر آئے گی حسن تحریر بھی خوب ہے اور انداز بیان بھی سہل ہے۔
زیر نظر تصنیف میں خانقاہی نظام کا تعارف معنٰی مفہوم، خانقاہ نشینوں کے اوصاف، اس نظام کے آغاز وارتقاء کے مختلف مراحل کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ سلاسل طریقت خانقاہی نظام کی تعلیمات اور سرگرمیوں کو بڑی جامعیت اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں اس مقدس نظام کی آڑ میں جو غیر شرعی حرکات ہو رہی ہیں ان کے ذمہ دارا، بہروپیوں کی نقاب کشائی بھی خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ ویسے تو خانقاہی نظام کے معاشرے پر اثرات مسلم ہیں لیکن بالخصوص گجرات کے خانقاہی نظام کے خطہ گجرات کے ساتھ ساتھ پوری دنیا پر علمی، روحانی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی اثرات بھی گہرے اور موثر ہیں۔اس خطہ زمین کو نامور صوفیہ کرام نے مختلف ادوار میں اپنے روشن کردار سے زرخیز رکھااور آج بھی ان خانقاہوں پر ہجوم خلائق صوفیہ کرام کی خدمات کا معترف نظر آتا ہے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہو رہا ہے۔
ڈاکٹر صاحب کا اہل گجرات پر احسان ہے کہ انہوں نے گجرات کے صوفیہ کرام کی کردار ساز شخصیات اور ان کی روشن تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا پھر اس کا حق ادا کیا اور حسین پیرائے میں تنقیدی جائزہ پیش کیا، خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیوں اور کمزوریوں کے بھی نشاندہی کی اور موجودہ خانقاہ نشینوں کو احسن انداز میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلایا ہے۔ جو آپ کا منفرد اور عظیم کارنامہ ہے۔
دعا ہے کہ اللہ پاک ڈاکٹر صاحب کی اس مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس تصنیف لطیف کو امت کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنائے اللہ کرے زور قلم اور

زیادہ۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

دعا گو صاحبزادہ سلطان محمود نقشبندی

سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ کاسب شریف ضلع گجرات

موبائل نمبر.03008725431

# تقریظ پیر ڈاکٹر سید شہزاد مصطفیٰ الحسینی

پیر طریقت رہبر شریعت صاحبزادہ پیر ڈاکٹر سید شہزاد مصطفیٰ الحسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیب سجادہ دربار عالیہ شہنشاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ و حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ گجرات

ڈائریکٹر: الولایت اسلامک سنٹر نیویارک۔امریکہ

مقالہ ہذا (تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات) کو ایم فل کے لئے علامہ ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ قادری نے بڑی تحقیق Researchوتدقیق کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ میں نے مقالہ ہذا کے بعض مندرجات کا مطالعہ کیا کیونکہ مشت نمونہ خروار ہوتا ہے۔ لٰہذا وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام مندرجات مطابق شریعت ہیں۔اور جو کہ مؤلف نے سعی بلیغ کی میں بدست دعا ہوں کہ اللہ رب العزت انھیں اس کے صلہ میں سعادت دارین عطا فرمائے۔یقیناً ایسے محققین اہل سنت کا سرمایہ ہیں۔

ڈاکٹر سید شہزاد مصطفیٰ الحسینی۔نیویارک

# تقریظ پیر سید مدثر حسین شاہ ترمذی

پیر طریقت رہبر شریعت صاحبزادہ پیر سید مدثر حسین شاہ صاحب ترمذی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرہالی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ ڈاکٹر محمد رضاءالمصطفیٰ کے مقالہ (تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات) کے حوالہ سے گذارش ہے کہ ایک انگریز مفکر کا قول ہے کہ "اسلام پر بڑے بڑے مشکل ادوار آئے ہیں مگر جس چیز نے ان مشکل ادوار میں سہارا دیا ہے وہ ہے اسلام کا خانقاہی نظام۔" خانقاہی نظام کی وجہ سے ہی مسلمانوں میں ایمان کی مضبوطی، اعلیٰ اخلاقی اقدار قائم و دائم رہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں نے ہر مشکل دور میں اپنے آپ کو سنبھالا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح اسلام کے دیگر شعبہ جات انحطاط کا شکار ہوئے ہیں اسی طرح خانقاہی نظام بھی بہت زیادہ متاثر ہوا ہے۔ حقیقی خانقاہی نظام نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے بس برائے نام محترم ڈاکٹر صاحب نے اس کی نشاندہی بھی کی ہے جو کہ ایک بڑا اچھا اقدام ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

سید مدثر حسین شاہ ترمذی

آستانہ عالیہ سرہالی شریف نزد کڑیانوالہ گجرات

# تقریظ قاضی محمد محمود احمد قادری

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی محمد محمود احمد قادری آعوانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ آعوان شریف۔ گجرات

سرپرست اعلیٰ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پاکستان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیا! مولانا ڈاکٹر محمد رضاءالمصطفی قادری صاحب زید علمہ کی تحقیقی کاوش "تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات "مقالہ برائے ایم فل۔ باصرہ نواز ہوا۔

مصروفیت کے پیش نظر بالاستیعاب مطالعہ فی الحال ممکن نہیں ہوا البتہ بعض مقامات دیکھنے کا موقع ملا۔ موصوف کی علمی، تحقیقی اور روحانی کاوش قلبی مسرت کا باعث بنی۔ اور موضوع کو موزوں پایا۔ عوام الناس بالخصوص ارباب طریقت اور روحانیت سے واقفیت رکھنے والوں کے لیے نفع بخش مواد ہے۔ دعا ہے اللہ تعالی موصوف کی تحقیق اور خدمات دین کا سلسلہ دراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

راقم الحروف۔

صاحبزادہ قاضی محمد محمود احمد اعوانی قادری۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ اعوان شریف ضلع گجرات۔

سرپرست اعلی تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پاکستان۔

# تقریظ پیر طریقت علامہ عبدالرشید اویسی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ عبدالرشید اویسی صاحب خطیب اعظم گجرات

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ رحمۃالعالمین و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

اس پر فتن دور میں جب کہ امت مسلمہ داخلی و خارجی سطح پر انتشار کا شکار ہے۔ مسلمان اندھا دھند غیروں کی تقلید میں لگے ہوئے ہیں الاماشاءاللہ اس اضطراب اور انتشار کا مداوا صرف اس بات میں منحصر ہے کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کو شریعت مطہرہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اطاعت کے زیور سے منوّر کرلیں۔ سنت کی نورانی قندیل سے منوّر اور بدعت کی ظلمت سے مجتنب ہو جائیں۔ انسان کی دینی، دنیوی اور اخروی بھلائی انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ انبیاء کرام علہیم السلام کی تعلیمات کا نقطہ کمال اور انتہاء سید المرسلین خاتم النبین ﷺ کی تعلیمات وارشادات ہیں، اور وحی الہی کا منتہاء قرآن عظیم ہے۔ نہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ قرآن کریم کے بعد کوئی آسمانی کتاب۔ نبوّت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد اولیائے امت کے زریعے فیضان جاری ہوا ہے اور رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ "تفہیمات الہیہ" میں فرماتے ہیں دین کے تین بڑے اصول ہیں:

1۔ اصلاح العقائد: جن کو علماء اہلسنت نے بیان فرمایا۔

2: اصلاح الاعمال: جن کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی آئمہ کرام رحمۃاللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمایا۔

3: اصلاح الاخلاق: جن کی تشریح قادریہ، چشتیہ، اویسیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور دیگر

سلاسل کے آئمہ تصوّف نے کی۔ بلاشبہ سلاسل کے آئمہ و مشائخ وخلفاء اور مریدین و معتقدین نے ماضی میں شاندار اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں کہ ان کے سبب اہل اسلام کے سر فخر سے بلند ہیں۔ان حضرات کے روحانی مراکز کو ہمارے ہاں خانقاہ کہا جاتا ہے۔ گویا خانقاہ کا دوسرا نام دین گاہ ہے۔اس حوالے سے ان کی اہمیت کتنی ضروری ہے ؟خانقاہی نظام کی تعلیمات کیا ہونی چاہیے ؟اس نظام رحمت کی سرگرمیاں کیسی ہونی چاہیے ؟اور ان کے مقاصد کیا ہونے چاہیے ؟اور اس روپ بہروپ میں ہمیں کتنا فائدہ اور کتنا نقصان پہنچ رہا ہے ؟اس پر ہمارے کرم فرما نہایت مخلص دوست قبلہ علامہ ،مولانا ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ قادری۔ایم فل ،پی ایچ ڈی جو اپنے دامن میں بڑی سنجید گی رکھتے ہیں۔ نفیس ہیں نفاست کو پسند کرتے ہیں ، حق گوئی و بے باقی کی صفت سے متصف ہیں" ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"۔خود بھی اس راہ کے مسافر ہیں انھوں نے خانقاہی نظام پہ یہ نہایت خوبصورت کتاب لکھی ہے۔اس مواد کو دیکھ کر نہایت مسرّت ہوئی ،حضرت نے خانقاہی نظام کے بہت سے اصلاحی پہلواجاگر کیے جو حقیقت میں خانقاہی نظام کا ہی حصہ تھے ،جواب مفقود ہیں۔ڈاکٹر صاحب گجرات کے ہی باسی ہیں انھوں نے اس کتاب میں گجرات کے خانقاہی نظام کا سروے کر کے اس کی اچھی رپورٹ مرتب کی ہے۔اللہ پاک حضرت ڈاکٹر صاحب کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے ،ان کی اس کوشش و کاوش کو قبول فرمائے۔اس کتاب کو مقبول فرما کر امت مسلمہ کے لئے زریعہ ہدایت عطا فرمائے۔

محمد عبدالرشید اویسی

خادم خانقاہ اویسیہ گجرات شریف

# تقریظ صاحبزادہ میاں کاشف محمود گوہر

صاحبزادہ میاں کاشف محمود گوہر صاحب نبیرہ حضرت خواجہ گوہر الدین احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ آستانہ عالیہ اویسیہ جیندڑ شریف نزد کڑیانوالہ گجرات۔

خانقاہی نظام تزکیہ نفس اور باطنی طہارت کا نظام تھا۔ خانقاہی نظام لوگوں کو قرب حق تعالیٰ کی نعمت سے سرفراز کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اسی نظام کی بدولت غریب پروری اور خدمت خلق کا بے لوث سلسلہ ہوتا تھا۔ سب سے بڑھ کر تبلیغ دین کا جو منظم اور مضبوط کام صوفیہ کاملین نے کیا ہے زمانہ آج تک اس کی نظیر نہیں لا سکا۔ مرور زمانہ سے جہاں دیگر شعبہ جات میں زوال اور انتشار آیا ہے وہاں پہ خانقاہی نظام بھی اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ خانقاہی نظام کو سلف صالحین کے اصولوں کے مطابق استوار کیا جائے اور نئے سرے سے اس کے اصولوں کی تجدید کی جائے۔ عصر حاضر میں انفرادی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لیے بالخصوص قرآن و سنت کے موثر ابلاغ اور صوفیہ کرام کی تعلیمات کے فروغ کے لئے خانقاہی نظام کو بروئے کار لایا جائے۔

عزیزم ڈاکٹر محمد رضا المصطفی قادری جو مختلف اوقات میں ہمارے جد کریم حضرت خواجہ گوہر الدین احمد اویسی علیہ الرحمہ کی سیرت و تعلیمات پہ لکھتے رہتے ہیں اور صوفیہ کی تعلیمات کو احسن انداز میں پہنچانے میں منفرد انداز کے حامل انسان ہیں۔ انھوں نے تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات پر اپنا تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ بڑے عمدہ اسلوب سے خانقاہی نظام کی کمزوریاں اور قابل اصلاح پہلو کو بیان کیا ہے نیز اس کے محاسن اور اوصاف

کو بھی ذکر کیا ہے۔ اس کا شماریاتی جائزہ بھی لیا ہے۔ موجودہ زمانے میں خانقاہی نظام کی تعلیمات سے کس طرح استفادہ کیا جاسکتا ہے اس پہلو کو بھی بیان کیا ہے۔ اللہ تعالی ان کو دنیااور آخرت کی اچھی جزاعطافرمائے۔ان کے علم و فہم لیاقت و قابلیت میں مزید برکات پیدافرمائے۔

صاحبزادہ میاں کاشف محمود گوہر
جیندڑ شریف حال مقیم نیویارک امریکہ

# تقریظ علامہ حافظ محمد تنویر قادری

ادیب اہلسنت حضرت علامہ حافظ محمد تنویر قادری وٹالوی

خطیب: آستانہ عالیہ قادریہ قاسمیہ ڈھوڈا شریف گجرات

ہمارے احباب میں سے علامہ ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ قادری صاحب انتہائی عمدہ اور نفیس تحقیقی ذوق کے مالک ہیں' مطالعہ میں تصوف کی طرف ان کا میلان زیادہ ہے' اور مزید ان پر اللہ پاک کی کرم نوازی یہ ہے کہ تصوف کے حاصل مطالعہ پر عامل بھی ہیں اپنے حاصل مطالعہ کو احباب کے لیے نفع بخش بنانے میں ذرہ برابر بھی بخیل نہیں ہیں' اس مقصد کے لیے ماحول بھی خود ہی پیدا کر لیتے ہیں اور ان کی تقریری و تحریری صلاحیتیں اس کام میں ان کی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

آپ کی تحریر و تقریر میں انتہاء درجے کی بے ساختگی ہے' جو کہنا چاہیں آسانی سے کہہ ڈالتے ہیں۔ ان کے تقوی پرہیزگاری اور حسن اخلاق جیسے اوصاف اپنی جگہ 'لیکن یہ زاہدِ خشک بالکل نہیں ہیں' ان کی نجی مجالس جہاں پُر ظرافت ہوتی ہیں وہاں احباب کی تربیت اصلاح اور علمی و تجرباتی نچوڑ سے بھرپور ہوتی ہیں۔

تصوف سے ذوق کی بنا پر انہوں نے اپنے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی کام اسی کے متعلق موضوعات پر کیئے ہیں اور خانقاہ و تصوف کی صحیح صورتحال بیان کرتے ہوئے ان پر پڑے ہوئے عجمی پردوں کو دور کیا ہے۔

پیشِ نظر کتاب "تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات کا تحقیقی جائزہ" ان کی ایم فل کے دورانیے کی تحقیقی محنت کا ثمر ہے اس میں انہوں نے تصوف و خانقاہی نظام کا تعارف ان کے متعلق غلط فہمیوں کی اصلاح اور ان میں در آنے والی خرافات کا رد کرتے ہوئے

تحصیل گجرات کی خانقاہوں کے حالات کا تحقیقی جائزہ لے کر معاشرے پر ان کے مذہبی' علمی' معاشرتی اور معاشی اثرات کا تجزیہ کیا ہے. تحقیق و تصنیف کے شعبہ سے وابستگی کے باعث راقم اپنے احباب کے تحقیقی کاموں کو دلچسپی سے دیکھتے رہنے کا عادی ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ کافی عرصہ بعد اس طرح کا کوئی تحقیقی کام دیکھ کر دلی خُوشی ہوئی ہے. ان کا یہ کام تحقیق سے بڑھ کر تخلیقی نوعیت کا ہے. ہماری آنکھوں کے سامنے ان کے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مراحل گذرے ہیں' اس میدان میں ان کی محنت اور جگر کاوی کا مشاہدہ ہم خود کرتے رہے ہیں' سچی بات یہ ہے کہ علم و تحقیق کے طالب علم کے لیے جس شوق و جستجو اور صبر واستقامت کی ضرورت ہے ڈاکٹر محمد رضاءالمصطفیٰ صاحب نے اسی کو زادِراہ بنا کر یہ کٹھن سفر طے کرتے ہوئے اس میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑھے ہیں. ان کا یہ کام ایک طرف تحقیقی میدان کے طلباء کے لیے ایک گائیڈ لائن فراہم کر رہا تو دوسری طرف خانقاہ نشینوں کو آئینہ دیکھا رہا ہے کہ اپنی صورت خود دیکھ لیں کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں' وہ خانقاہی مقاصد کے مطابق معاشرے پر مثبت اثرات مرتب کر رہے ہیں یا خود اس پر بوجھ بنے ہوئے ہیں. ان کا یہ کام سجادہ نشینوں کے لیے ترقی واصلاح کے کئی پہلو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں. اس کام کو منظر عام پر لانے پر میں آپ کو مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں اور مزید توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے علمی و تحقیقی شہ پارے افادہ عام کے لیے منظر عام پر لاتے رہیں گے. اللہ تعالیٰ ان کی تمام کاوشوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اان کے وجودِ مسعود کو امت مسلمہ کے لیے نفع بخش بنائے.. آمین۔

دعاگو: حافظ محمد تنویر قادری وٹالوی

خطیب: آستانہ عالیہ قادریہ قاسمیہ ڈھوڈا شریف گجرات

مہتمم: جامعہ صراط الاسلام پیر مولا وٹالہ آزاد کشمیر

# ریحان اصغر سید کے تاثرات

معروف سوشل میڈیا بلاگر

مولانا ڈاکٹر محمد رضاء المصطفیٰ غیر روایتی سوچ کے مالک محنتی، صاحب مطالعہ، نوجوان عالم دین ہیں۔ جہاں بیشتر فضلاء درس نظامی کی سند کو ہی اوج ثریا سمجھتے ہیں اس ماحول میں مولانا نے تشنہ علم کی سیرابی کے لیے مروجہ دنیاوی علوم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور اس کی معراج سمجھی جانی والے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مدرسہ سے جامعہ تک اور مسجد کی خطابت سے تدریس کی ذمہ داریوں کے تجربے نے موصوف کی شخصیت میں جو توازن، ہمہ گیری، معقولیت اور چاشنی بھر دی ہے وہ روایتی دینی طبقہ کے ہاں حال حال ہی دیکھائی دیتی ہے۔ شاید یہ کسب فیض کے چشموں کی ہمہ رنگی کا اثر ہے کہ قبلہ کی تقریر و تحریر کا انداز بھی انتہائی مدلل، منطقی، مربوط اور دلچسپ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی زیر نظر کتاب بھی انہی اوصاف سے مزین ہے۔

بریلوی مکتب فکر کے ہاں خانقاہی نظام کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ آج بھی عوام کی اکثریت کسی نہ کسی درجے میں اس نظام سے جڑی ہوئی ہے، لیکن قوم اپنی علم بیزاری اور کتاب دشمن مزاج کی بدولت اس نظام کا آغاز و ارتقاء، اہمیت، تاریخ، ماضی، محاسن اور وقت کے ساتھ اس میں در آنے والی ملمع سازی سے علمی طور پر مکمل طور پر بے خبر اور انجان ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب نا صرف ان تمام ان چھوئے موضوعات کا احاطہ کرتی ہے بلکہ ٹھوس اعداد و شمار اور دلائل سے خانقاہوں کی موجودہ صورتحال کا مکمل نقشہ اپنے قاری کے سامنے پیش کرتی ہے۔ امید ہے فاضل مصنف کے تصنیفی سفر میں یہ کتاب بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہو گی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

ریحان اصغر سید

# مقدّمہ

معلم انسانیت، نبی رحمت، شفیع امت ﷺ ایسا دین لے کر تشریف لائے جس میں ایک مکمل اور جامع نظام زندگی موجود ہے۔اس نظام کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے نہ کہ انسانی سوچ و فکر پر، کیوں کہ خالق ہی اپنی مخلوق کی جملہ حاجات وضروریات اور احوال بہتر طریقے پر جانتا ہے۔وہ نفس انسانی کا خالق ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی نفسیات سے بھی آگاہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس دین قیّم کے اندر انسان کی مادی،جسمانی،روحانی،اخلاقی،تمدنی،اور تہذیبی ضروریات کی تکمیل کا سامان مہیا کیا ہے مرشد حقیقی،ہادی برحق، مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ کے عملی مظاہر سے اس نظام زندگی کو نہ صرف آسان بنادیا بلکہ اس میں قیامت تک کے لیے ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی رکھ دی۔شریعت محمدی ﷺ کے اندر وہ تمام راہنما اصول موجود ہیں جو انسانی زندگی کے ہر گوشے کا احاطہ کرتے ہیں تمام شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی ملتی ہے۔

دین متین کی روح تزکیہ نفس، تطہیر قلب اور صفائے باطن ہے۔حسن نیت سے اگر دین پر عمل کیا جائے اور اپنے اخلاق و کردار کو سیرت طیبہ کے سانچے میں ڈھالا جائے تو انسان پر سعادت و فیروز مندی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اس پہ قدسی بھی رشک کرتے ہیں۔نبی کریم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے جانشین علمائے دین اور صوفیہ کاملین نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا ہے اور اپنی استعداد اور اہلیت کے مطابق ہر دور میں ایسے اقدامات کیے ہیں کہ لوگوں کو خواب غفلت سے جگایا جائے اور راہ صنم سے ہٹا کر راہ حرم پر چلایا جائے۔لوگوں کو بتایا جائے کہ وہ درہم و دینار کے بندے نہ بنیں بلکہ اللہ

وحدہ لاشریک کے مخلص بندے بنیں۔اللہ تعالیٰ کے بندوں کی اللہ تعالیٰ سے صلح کروائی جائی اور لوگوں کو ان کے حقیقی مقصد زندگی سے آشنا کیا جائے۔

## تعارفِ موضوع:

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ صوفیہ کرام نے دنیا کے بیشتر ممالک میں اسلام کی ترویج و اشاعت فرمائی۔ اپنے روشن کردار سے لاتعداد لوگوں کو راہ ہدایت پہ گامزن فرمایا۔ ان کی اخلاص بھری کاوشوں سے اسلام ہر طرف پھیلتا گیا۔ قرنِ ثانی سے لے کراب تک بلا انقطاعِ اور بلا استثناء ہر دور اور ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے مخلصین بندے کثیر تعداد میں رہے ہیں جنہوں نے اپنے ایمان وایقان سے، کتاب وسنت کے علم سے، اپنی
راست بازی، بے غرضی، پاک نفسی، اور للہیت سے دین اسلام کی روشن شمعیں روشن کی ہیں ان قدسی صفت لوگوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے لاتعداد قلوب کی مردہ کھیتیوں کو زندہ فرمایا اور روح کے مریضوں کو شفا عطا فرمائی۔ صوفیہ کرام نے تزکیۂ نفس اور تہذیب و اخلاق کا وسیع و مستحکم نظام قائم کیا جس کو خانقاہی نظام سے یاد کیا جاتا ہے۔ خانقاہی نظام ایک ایسا ادارہ ہے جہاں بندے کو مخلص، متقی، خداترس اور مخلوق خدا کا حقیقی خیر خواہ بنانے کی تربیت دی جاتی ہے خانقاہی نظام ایک ایسا سانچہ ہے جس سے صالحین تیار کیے جاتے ہیں۔ خانقاہی نظام وہ جگہ ہے جہاں پہ دل آزاری نہیں بلکہ دلداری کی جاتی ہے بتایا جاتا ہے کہ زندگی وقت گزاری کا نام نہیں، کارگزاری کا نام ہے جہاں کی سادگی پہ شہزادگی نثار ہوتی ہے اللہ والوں کی عبادات پہ تاجرانہ رنگ نہیں پیغمبرانہ ہم آہنگ ہوتا ہے اس درسگاہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ علم سرمایہ تکبر نہیں بلکہ زریعہ ء تشکر ہے۔ خانقاہی نظام میں ایسے لوگ تیار ہوتے

ہیں ان کو نام سے نہیں کام سے غرض ہوتی ہے۔اس خانقاہی نظام نے تحصیل گجرات کی علمی، مذہبی، تہذیبی، سماجی، معاشی اور معاشرتی اقدار پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور وہ اثرات آج بھی دیکھے اور محسوس کیے جا سکتے ہیں ان علمی اثرات کی بدولت ہی گجرات کو خطہ ءیونان بھی کہا جاتا ہے۔

پیش نظر مقالہ میں تحصیل گجرت کے خانقاہی نظام کے اثرات کا تحقیقی و تنقیدی و شماریاتی جائزہ لیا گیا ہے اور ان کے ہمہ جہت اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ گجرات کے روحانی و علمی ماحول کو پروان چڑھانے میں نیز علمی فضا کو قائم کرنے میں، لائبریریوں، درسگاہوں اور دانش گاہوں کو آباد کرنے میں خانقاہوں کا کیا کردار رہا ہے ؟اور مذہبی و تبلیغی خدمات، درس وتدریس، ظاہری و باطنی تربیت،ان امور کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں ؟اس کو بیان کیا گیا ہے خانقاہوں کی بدولت کتنے لوگوں کو روزگار ملا؟ان کے معاشی مسائل کے حل کے لیے خانقاہوں کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

سماجی رویوں پر خانقاہیں کس طرح اثر انداز ہیں ؟ خانقاہی نظام نے معاشرے کی اصلاح و فلاح میں جو کردار ادا کیا ہے اور اس علاقے کی روحانی و علمی فضاء پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں ؟عصر حاضر میں خانقاہی نظام بطور ایک علمی وروحانی اور فلاحی ادارہ کیسے فعال ہو سکتا ہے ؟ معاشرے کے تمام طبقات تک اس کے اثرات کو کیسے پہنچایا جا سکتا ہے ؟صوفیہ کرام کی تعلیمات امن و آشتی اور مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے میں کتنی مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں ؟مزید برآں تحصیل گجرات کی ترقی و خوشحالی اور افراد کی کردار سازی میں خانقاہی تعلیمات کتنی معاون ثابت ہو سکتی ہیں اور صوفیہ کرام کی تعلیمات کے اثرات عملی زندگی میں کیسے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں؟ نیز موجودہ دور میں اس مقدس شعبے سے وابستہ حضرات میں جو عملی

کوتاہیاں اور اخلاقی بگاڑ پیدا ہو چکا ہے اس کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ اور ان خرابیوں کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟ان تمام تحقیق طلب امور کا عصر حاضر کے تحقیقی و تنقیدی اسلوب کے مطابق جائزہ لیا گیا ہے اس نظام کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کر کے فعال کرنے کی سفارشات و تجاویز دی گئی ہیں۔

## اہمیتِ موضوع:

خانقاہی اداروں نے ہر دور میں خیر و فلاح اور اصلاح کو پھیلایا ہے ہر زمانے میں ایسے جامع الکمالات داعی اور با عمل علماء و صلحا پیدا کیے ہیں جو مسلمانوں میں کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس،اور تزکیہء نفوس کا کام للہیت و اخلاص سے سر انجام دیتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کے لیے کیے گئے ان تبلیغی و اصلاحی کاموں کا یہ ثمرہ ہے کہ آج گلشن اسلام ہرا بھرا نظر آتا ہے نیز خانقاہی ادارے ہمارے معاشرے کا اہم کردار ہیں، جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا ماضی سے لے کر موجودہ دور تک ان لوگوں نے ملک و ملت کی بہتری کے لیے اہم اور مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت ہو یا ملک کے تحفظ کے لیے لڑی جانیوالی جنگیں ہوں یہ لوگ پیش پیش رہے ہیں۔زمینی و آسمانی آفات مثلاً سیلاب و زلزلے وغیرہ آنے پر مخلوق خدا کی بلا امتیاز خدمت ان کا شعار رہی ہے۔ ان کی تبلیغی کاوشوں اور سرگرمیوں کی بدولت ہی آج اہلیان گجرات اسلام اور پاکستان سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو امت مسلمہ کب کی مادیت کی لہروں میں غرقاب ہو چکی ہوتی اور نفس و شیطان کی تپش ایمان کی خرمن کو جلا کر راکھ کر چکی ہوتی۔

مگر آج بھی مسجدوں کے منبر و مینار سے اذانوں کی آوازیں آتی ہیں، گھروں میں قرآن کریم

کی تلاوت کا روح پرور سلسلہ جاری ہے ،لوگ جتنے بھی بدعمل ہوں بچے کی پیدائش پر کانوں میں اذان ہی دیتے ہیں ،شادی کے موقع پر نکاح کا اہتمام ہی کرتے ہیں اور اگر کوئی فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔علاوہ ازیں خوشی ملنے پر الحمد للہ پڑھنا وفات کے موقع ہر کلمہ ءاسترجاع پڑھنا لوگوں کا معمول ہے انسانی مزاج کے ساتھ ہم آہنگ اسلام ان صوفیہ کرام کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔

## سبب اختیار موضوع:

گجرات اولیائے کاملین اور صلحائے دین کا شہر ہے۔اس علاقے کی کثیر تعداد خانقاہوں سے عقیدت رکھتی ہے۔ بڑی تعداد خانقاہی سلاسل سے وابستہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اتنے زیادہ وابستگان پر وہ روحانی اور علمی اثرات ہیں ؟جو ہونے چاہیے یا نہیں ہیں ؟ معاشرہ کی اصلاح و فلاح میں خانقاہیں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں یا نہیں ؟۔پہلے دور کے صوفیہ کرام کی پر تاثیر صحبت کی برکت سے کافروں کو ایمان کی ،فاسقوں کو تقوے کی ،غافلوں کو بیداری کی ، جاہلوں کو علم و معرفت کی اور خشک مزاجوں کو لذت عشق کی دولت ملا کرتی تھی ،بدعمل ، باعمل بن جایا کرتے تھے ،کھوٹے ،کھرے اور برے اچھے بن جاتے تھے ،ایسے کردار آج کل معاشرے میں موجود ہیں یا نہیں ہیں ؟اسی بات نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ تحقیق کی جائے کہ آج خانقاہی نظام کی بدولت لوگوں کی زندگیاں سنور رہی ہیں یا بگڑ رہی ہیں ؟ خانقاہی نظام متحرک اور فعال ہے یا جمود و تعطل کا شکار ہے ؟تزکیہ نفس اور اصلاح قلوب کے میدان میں خانقاہی نظام کتنا موثر ہے ؟اور کتنا غیر موثر ہے ؟اسی لیے میرا موضوع تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ ہے۔

## تحدید موضوع:

میرا موضوع ضلع گجرات کی تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات ایک تحقیقی و تنقید ی جائزہ ہے گجرات کے علاقہ میں بے شمار خانقاہیں موجود ہیں انبیائے کرام علیہم السلام ،صحابہ کرام علیہم الرضوان ،اولیائے کاملین ، مجاذیب ،صالحات کے مزارات مقدسہ ہیں کوئی گاؤں، بستی ان سے خالی نہیں ہے۔ مگر بے شمار خانقاہوں پہ متولی اور سجادہ نشین نہیں ہے۔ سلسلہ طریقت کا فروغ نہیں ہے۔ ضروری معلومات کا فقدان ہے۔اس لئے ہر خانقاہ میری تحقیق کا موضوع نہیں ہے ،بلکہ وہ خانقاہ جہاں پہ سلسلہ بیعت جاری ہو اور متولی و سجادہ نشین موجود ہو وہی خانقاہ ہماری تحقیق کا موضوع ہو گی۔اس سلسلے میں تحصیل گجرات کی چالیس خانقاہوں کا انتخاب کیا گیا ہے،ان کا سروے کیا گیا ہے اور اس کی رپورٹ بیان کر دی گئی ہے۔

## سابقہ علمی کام کا جائزہ:

گجرات کے خانقاہی نظام پر انفرادی اور اجتماعی حوالے سے جو کام ہوا ہے وہ بیانیہ انداز میں ہوا ہے تحقیق و تنقید کے اصولوں کے مطابق کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ ماضی قریب کے مؤرخ ایم زمان کھوکھر نے "گجرات میں انبیاء کے مزارات"، "گجرات تاریخ کے آئینے میں"" "گجرات تصاویر کے آئینے میں جیسی کتابوں کو لکھا ہے یہ اپنی جگہ ایک بہت بڑا کام ہے جس میں بہت زیادہ محنت اور کوشش کی گئی اور بہت سی مفید معلومات جمع کی گئیں ہیں مگر کتب روایتی انداز میں لکھی گئی ہیں جن میں تقدیس کا عنصر زیادہ ہے ،خانقاہی نظام کے محاسن اور اوصاف بیان کئے گئے ہیں مگر نقائص اور کمزوریوں کی اصلاح نہیں کی

گئی، یونیورسٹی آف گجرات نے "گجرات پیڈیا" شائع کیا ہے جس میں جزوی طور پہ گجرات کی خانقاہوں اور افراد پر کام کیا گیا ہے۔ بحثیت مجموعی نظام کے اس پہ کوئی کام نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں گجرات کی تاریخ اور شخصیات پر "شریف التوریخ"، "رفتگان خاک گجرات"، "آئینہ گجرات"، وغیرہ کتب میں شخصی اور تاریخی حوالے سے کام ہوا ہے مگر خانقاہی نظام کے حوالے سے کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔ حال ہی میں شیخ عبدالرشید صاحب کی کتاب "مرقع گجرات" شائع ہوئی ہے۔ اس میں کچھ صوفیہ کرام کے احوال بیان ہوئے ہیں مگر گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرت کو ایک جائزے کی صورت میں پیش کرنا ہنوز باقی ہے۔ گجرات کے تعلیمی اداروں میں ایم فل کی سطح پر زیر تحقیق موضوع تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرت ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ اس نوعیت کا کوئی کام نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس بارے میں کوئی موثر کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے میں نے اس موضوع کو اختیار کیا ہے۔

## اسلوب تحقیق:

1. مقالہ میں تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے
2. مقالہ میں دو ابواب اور ذیلی فصول پر مشتمل ہے۔
3. صفحاتی حاشیہ (فٹ نوٹ) کا طریق کار اپنا گیا ہے۔
4. کسی ماخذ کا پہلی دفعہ حوالہ دیتے وقت مصنف کا معروف نام، اصلی نام، تاریخ وفات، کتاب کا نام جلد، صفحہ، مقام اشاعت مکتبہ اور سن اشاعت درج کیا گیا ہے۔
5. مختلف خانقاہی مراکز، لائبریریاں اور اصحاب علم کی خدمات سے استفادہ کیا گیا ہے
6. مقالہ کو مستند بنانے کے لیے حتی الوسع بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

بوقت ضرورت ثانوی مصادر سے بھی مدد لی گئی ہے۔

7. جدید سمعی وبصری آلات بشمول انٹرنیٹ سے استفادہ کیا گیا ہے

8. تحصیل گجرات کی خانقاہوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزے کے ساتھ ساتھ شماریاتی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

9. تمام صفحات کے نمبروں کی تشکیل انگریزی ہندسوں میں کی گئی ہے۔

10. ہر فصل کا خلاصہ اس کے آخر میں دیا گیا ہے۔

11. تمام غیر اردو عبارات کا اردو میں ترجمہ دیا گیا ہے۔

12. آیت یا اس کے ترجمے کا حوالہ سورۃ کے نام اس کے نمبر اور آیت کے نمبر کے ساتھ دیا گیا ہے۔

13. مقالہ کے آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست دی گئی ہے تاکہ مقالہ سے استفادہ سہل و آسان ہو سکے۔

14. عنوانات اور ذیلی عنوانات کے نمبرز انگلش ہندسوں میں دیئے گئے ہیں ذیلی عنوانات کے لیے آدھی بریکٹ ")" کی علامت اختیار کی گئی ہے تاکہ عنوان اور ذیلی عنوان کی مستقل حیثیت برقرار رہ سکے

15. درج ذیل اشارات واختصارات استعمال کیے گئے ہیں۔

☆س،ن سن اشاعت ندارد

☆م ن مقام اشاعت ندارد

☆ء سن عیسوی

☆ھ سن ھجری

# باب اول: خانقاہی نظام کا تعارف

## فصل اول:۔ خانقاہی نظام

## فصل دوم: خانقاہی نظام کی سرگرمیاں

# فصل اول:۔ خانقاہی نظام

## 1۔ خانقاہ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ و مفہوم

### 1)خانقاہ کا لغوی معنیٰ و مفہوم:

(الف)"لفظ خانقاہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے      خان+قاہ
خان بمعنی بزرگ اور قاہ فارسی لفظ گاہ کا معرب ہے۔ جس کے معنیٰ کسی زندہ بزرگ کی جائے قیام یا فوت شدہ آدمی کے مزار کے ہیں"۔[1]

(ب) "لفظ خانقاہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ ایک خان اور ایک قاہ۔ ہمارے جہاں جو عام استعمال میں ہے قاہ کا لفظ بنیادی طور پر فارسی کا لفظ ہے اور اردو میں یہ گاہ ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں مختلف جگہوں مثلاً جنازہ گاہ، قیام گاہ یہ جو گاہ ہے یہ خان گاہ ہے اور خان کے مفہوم میں جو بات ہے بادشاہ یہ کوئی عالی مرتبت شخص اسی تناظر میں شیخ و مرشد کے لئے استعمال ہوتا ہے"۔[2]

(ج)" خانقاہ فارسی زبان کے لفظ خانہ گاہ کا معرب ہے۔گ ک ق میں بدل کر مزید تصرف کیا گیا ہے۔اس کا معنیٰ صوفیوں اور درویشوں کی عبادت گاہ ہے۔خانقاہ اسم ظرف مکاں ہے۔ اس کی جمع خانقاہیں آتی ہیں۔اور جمع غیر ندائی خانقاہوں میں بھی مستعمل ہے۔"[3]

---

(1)Http://www.urduencyclopedia.org/urdudictionary
(2)اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج:05،ص668س ن، ص:4
(3)ایضا،ج:05،ص668،ص:4

## 2)خانقاہ کا اصطلاحی معنیٰ و مفہوم:

اصطلاح میں خانقاہ کا اطلاق ایک ایسی عمارت پر کیا جاتا ہے۔ جو درویش، عبادت گزار اور صوفیہ حضرات کی عبادت گاہ اور روحانی تربیت کی جگہ ہو اور جہاں پر کردار کی اصطلاح کی جاتی ہو۔

## 3)۔خانقاہ کے مترادفات:

مندرجہ ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ خانقاہ کے لئے مترادف کے طور پر لفظ، رباط، زاویہ، تکیہ اور مقبرہ مستعمل ہے۔ خانقاہ کے لئے مروج الفاظ میں الفاظ میں اردو زبان میں خانقاہ اور مقبرہ زیادہ مستعمل ہیں درگاہ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے باقی کے الفاظ رباط، تکیہ کم استعمال ہوتے ہیں البتہ زاویہ کا لفظ رباط اور تکیہ سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ خانقاہ کے لئے انگریزی زبان میں Monastery کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مفہوم مذہبی طبقہ کے لوگوں کا یہ مخصوص طرزِ زندگی جس میں وہ معمول کی زندگی سے ہٹ کر صرف مذہبی تعلیمات کو مکمل طور پر اپنانے کی کوشش کرتے ہیں خانقاہ کہلاتا ہے۔

خانقاہ ولی ساز کارخانہ ہے۔ جہاں سے اللہ کریم کے اولیاء بنتے ہیں۔ خانقاہ، جسے دائرہ اور زاویہ بھی کہا جاتا ہے بہت سی خانقاہیں دائرہ کے نام سے مشہور بھی ہیں۔ خانقاہ، دائرہ یا زاویہ وہ جگہ ہے جہاں سے شریعت و طریقت کی ضیاء پھیلتی ہے۔ اربابِ طریقت اور صوفیہ کرام نے راہ سلوک کی منازل طے کرانے، عبادت کرنے اور کرانے اور راہ طریقت کے مبتدی کے لیے خانقاہوں کی بنیاد رکھی۔ ہر زمانے میں یہاں سے رشد و ہدایت کے ساتھ خدمت خلق کا کام انجام دیا گیا ہے اور آج بھی خانقاہیں اپنے اپنے انداز پر یہی کر رہی ہیں۔ یہیں سے

محبت، اخوت، مساوات، بھائی چارگی، یکجہتی، اتفاق و اتحاد کا تقریری، تحریری اور عملی پیغام بنی نوع انسان کے لیے جاری ہوا کرتا ہے۔ خانقاہوں سے جہاں قرآن و حدیث اور فقہ و دینیات کی تعلیم کا چشمہ جاری ہوتا ہے وہیں نفس کو پاکیزہ بنانے کے لیے تربیت کی جاتی ہے۔

## 4)۔خانقاہ کے مفہوم کی مزید وضاحت:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام دنیا کا وہ واحد دین ہے جس نے مجموعی طور پر تمام انسانیت کی چارہ گری اور دست گیری کی ہے۔ اسلام، ایمان اور احسان کی ان منزلوں کو حدیث جبرائیل میں بڑی شرح وبسیط کے ساتھ ہمارے نبی مہربان ﷺ نے بیان فرمادیا ہے۔ جہاں اسلام کے عنوان سے شریعت، ایمان کے عنوان سے عقائد اور ایمانیات و احسان کے جلی عنوان کے تحت تزکیہ و تصوّف کے مقامات کی جانب واضح راہ نمائی کر دی گئی ہے۔ تاریخ اسلام میں صوفیہ کرام نے خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی اور پروان چڑھایا۔

خانقاہ، درحقیقت درس گاہ صفّہ کی طرح وہ تربیت گاہ ہے جہاں شیخ اپنے مرید کی روحانی و اخلاقی تربیت کرتا اور اس کا تعلق اللہ رب العزت کے ساتھ جوڑتا ہے۔ لہٰذا خانقاہی نظام کی اساس بھی تعلق اللہ ہی ہے۔ بلکہ خانقاہی نظام کا مقصد اولین ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو فروغ دینا ہے۔ صوفیہ کرام کی خانقاہیں ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی دادرسی، تربیت، تعلیم اور ذکر و فکر کا وہ مرکز رہی ہیں، جہاں سے کروڑوں تشنگان معرفت فیض یاب ہوئے اور لاکھوں گم گشتہ راہیوں کو محبت الٰہی کی منزل کا سراغ ملا۔ ہر لمحہ اپنے خالق سے ڈرنا، دین کے کام کو بغیر کسی بھی دنیاوی لالچ کے سرانجام دینا، ہر انسان کو اپنے

سے بہتر سمجھنا، اپنی ذات کی نفی کرنا، روپے پیسے سے محبت اور نہ ہی اسے جمع کرنا، شہرت و ناموری سے بچنا، طبیعت میں نرمی اور مزاج میں عاجزی پیدا کرنا، حقیقت میں یہی وہ بنیادی اوصاف ہیں جن سے مل کر تصوّف کا ابتدائی خاکہ تیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی زندگی انہی تعلیمات کا مظہر تھی۔ ان کے کردار میں پاکیزگی، سیرت میں تقدّس، پیغام میں اخلاص اور لہجوں میں بلا کی شفقت ہی تھی کہ جس نے تاریخ کے بہتے دھاروں کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔

مہر و محبت کے یہ پیکر، علم و آشتی کے یہ چلتے پھرتے مجسمے، صلح و نرمی کے یہ جیتے جاگتے نمونے، صبر و تحمل کے یہ کوہِ وقار، زہد و تقویٰ کے یہ عظیم شاہ کار اور عدل و انصاف کے یہ پیام بر اس دنیا میں رہے تو اس شجرِ سایہ دار کی مانند جو اپنوں کو بھی سایہ فراہم کرتا ہے اور بیگانوں کو بھی، جس کی چھاؤں میں دوست بھی بیٹھتے ہیں اور دشمن بھی باد نسیم کے خوش گوار جھونکے کی مانند ان خلیق اور شفیق ہستیوں نے مخلوق کے دلوں اور ذہنوں پر حکومت کی۔ یہ عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور ٹھہرے۔ جدید زمانے میں افکار تصوّف کو فروغ دینے والے ادیب اشفاق احمد صاحب لکھتے ہیں:

"یہ ڈیرے یہ خانقاہیں یا جن کو تکیے کہہ لیں یہ اسی مقصد کے لئے ہوتے ہیں کہ دل کا بوجھ جو آدمی سے اُٹھائے نہیں اُٹھتا وہ ان کے پاس لے جائے اور بابے کے پاس آسانی سے سمجھ میں آنے کے لئے عرض کرے۔

"فرض کریں ماڈرن دنیا میں کسی قسم کا ایک ڈیرہ ہو جس میں کوئی سائیکی ایٹ ریسٹ Psychiatrist بیٹھا ہو لیکن وہ فیس نہ لے یا سائکالوجسٹ ہو جس کے پاس وہ بنچ نہ ہو جس پر لٹا کر Analysis کرتے ہیں بلکہ بچھانے کے لئے صف ہو اس پر ایسا سامان ہو کہ

آمنے سامنے بیٹھ کر بات کر سکیں۔ توان ڈیروں کو، ان تکیوں کو شمالی افریقہ میں الجزائر میں تیونس میں "زاویے" کا نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کچھ "رباط" بھی کہتے ہیں لیکن "زاویہ" زیادہ مستعمل ہے۔ حیران کن بات ہے کہ باوجود اس کے زاویہ ایک خاص اسم ظرف مکان ہے۔ شمالی افریقہ کا لیکن اندلس کی سرزمین پر "زاویے" نہیں تھے۔ تیونس، الجزائر میں "رباط" تھے۔ یہاں صوفی لوگ بیٹھ کر لوگوں کو آنے جانے والوں کو ایک چھت فراہم کرتے تھے۔ رہنے کے لئے جگہ دیتے تھے۔ کھانے کیلئے روٹی پانی دیتے تھے۔ کچھ دیر لوگ بیٹھتے تھے۔ دُکھی لوگ آتے تھے۔ اپنا دُکھ بیان کرتے تھے ان سے شفا حاصل کرنے کے لئے ڈائیلاگ کرتے تھے"۔[(4)]

خلاصہ کلام یہی ہے کہ خانقاہ فارسی زبان کے لفظ خانہ گاہ کا معرب ہے۔ اس کا معنٰی صوفیوں اور درویشوں کی عبادت گاہ ہے۔ خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں شیخ اپنے مرید کی روحانی و اخلاقی تربیت کرتا اور اس کا تعلق اللہ رب العزت کے ساتھ جوڑتا ہے۔ مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہوتا ہے خانقاہ کا لفظ صوفیوں، درویشوں اور عبادت گزار لوگوں کے زیر استعمال ایسی عمارت پر ہوتا ہے جہاں پر وہ شب و روز عبادت و ریاضت، خلوت نشینی، چلہ کشی اور مجاہدات میں مصروف رہتے ہوں۔ روحانی تربیت اور کردار سازی پر کمربستہ رہے ہوں دنیا سے الگ تھلگ ہو کر انہماک اور یکسوئی سے تزکیہ نفس اور باطنی تطہیر کے عمل میں لگے رہتے ہیں۔

خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں سالکین و مریدین کی روحانی و اخلاقی تربیت کا اعلٰی انتظام ہو، جہاں پر علم کے ساتھ عمل کا جذبہ نصیب ہو۔ عبادت کے ساتھ عشقِ الٰہی کی توفیق ملے۔ جہاں پر

---

(4) اشفاق احمد، زاویہ، لاہور، 2009ء ج: 01، ص: 8

سالکین و مریدین نفسانی آلائشوں اور کثافتوں سے اپنے ظاہر و باطن کو صاف کرنے کے لئے مختلف طرح کی عبادات بجالاتے ہوں۔ایسی جگہ کو ہمارے عُرف میں "خانقاہ" کہا جاتا ہے۔جب کہ مختلف علاقوں میں اپنی اپنی شناخت اور پہنچان کے لیے زاویہ، رباط، تکیہ، مقبرہ، Montassery وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔نام اگرچہ مختلف ہیں مگر مقصود ایک ہے۔

وہ ہے باطنی تطہیر ذہنی پاکیزگی، تزکیہ نفس، کردار سازی کے لئے کی جانے والی کوششوں کا ادارہ جو دنیا کے ہر خطے میں پایا جاتا ہے۔

## 2۔ خانقاہی نظام (تصوّف) کا آغاز وارتقاء:

اسلام میں روحانیت اور تصوّف کا آغاز روز اول سے ہی ہو گیا تھا[5]۔ بلکہ حضور نبی کریم

---

(5) تصوّف اور روحانیت کی اصطلاحات بعد کی ہیں جب یہ علوم باقاعدہ طور پر مدون ہوئے اور اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ "یہ سب اصطلاحات بعد میں وجود میں آتی ہیں تصور پہلے سامنے آتا ہے۔ حقیقت پہلے وجود میں آتی ہے اصطلاحات بعد میں بنتی ہیں۔ اصطلاحات علم تفسیر بھی سامنے آئیں علم تفسیر کی اصطلاحات صحابہ کے زمانے میں نہ تھیں۔ علم حدیث کی بہت سی اصطلاحات صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھیں۔ یہی حال فقہ اور علم کلام کی اصطلاحات کا ہے۔

غازی محمود احمد ڈاکٹر (متوفی 2010ء) عصر حاضر اور شریعت اسلامی (محاضرات شریعت)، اسلام آباد ٹریڈرز، اسلام آباد پاکستان (2009) ص 239

یہ بات واضح ہو گئی کہ مروجہ اصطلاحات کے چکروں میں پڑھ کر اتنے بڑے ذخیرہ علم سے اعراض کرنا اہل خرد ودانش کے شایان شان نہیں ہے صرف اس بات پر ہم سارے علم تصوّف کا یکسر انکار کر دیں کہ قرون اولیٰ میں یہ نام نہیں تھا تو پھر ہمیں بہت ساری چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا کہ وہ بھی قرونِ اولیٰ میں نہ تھیں

ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری فرماتے ہیں صحابہ کرام علیھم الرضوان کے زمانے میں یہ لفظ (تصوّف) استعمال نہیں ہوتا تھا لیکن اس زمانے میں کوئی اپنے آپ کو متکلم بھی نہیں کہتا تھا کوئی اسی معنٰی میں فقھیہ بھی نہیں کہتا تھا جس معنٰی میں فقھیہ کا لفظ بعد میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ اس امت کے جو سب سے درخشاں کارنامے ہیں کسی میدان میں، جہاد میں، تبلیغ میں، دعوت میں، خدمت خلق میں ان سارے میدانوں میں اگر آپ ان لوگوں کو جو صوفی کہلاتے ہیں یا خود کو صوفی شمار کرتے ہیں ان کے نام اگر وہاں سے اپنی تاریخ سے نکال دیں تو یہ امت اپنی تاریخ کی بہت بڑی ثروت سے محروم ہو جائے گی۔

عصر حاضر اور شریعت اسلامی میں 228" اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ (متوفی 2002ء) اپنے ایک مکتوب بنام ڈاکٹر محمود غازی میں لکھتے ہیں کہ (تحقیق) میں اصل اہمیت عنوان کو نہیں مندرجات کو ہوتی ہے۔ "آگے ڈاکٹر غازی صاحب (متوفی 2010ء) فرماتے ہیں کہ اس گرامی نامہ میں یہ جملہ کہ اصل اہمیت عنوان کو نہیں مندرجات کو ہے لاکھوں روپے کا جملہ تھا تصوّف کے میدان میں بھی اصل اہمیت "عنوان کو نہیں مندرجات کو حاصل ہے"۔

ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کرنا تھا اور یہ تمام اعمال ہی تصوّف کی بنیاد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۲) (6)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا امیوں میں ایک رسول ﷺ انہیں میں سے۔ ان کو پڑھ کر سناتا ہے۔ اس کی آیتیں اور ان کو پاک فرماتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھلاتا ہے اور اس

---

تصوّف کے مندرجات کیا ہیں؟ اگر وہ شریعت کے مطابق ہیں تو عنوان فقہ النفس ہو یا فقہ باطن یا فقہ القلب ہو یہ وہ چیز ہے جو شریعت میں مطلوب و مقصود ہے۔ غازی ڈاکٹر محمود احمد (عصر حاضر و شریعت اسلامی۔ ص 242)
مذکورہ بالا تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوّف کا وجود اسلام کی اشاعت کے ساتھ ہی ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس دور میں تصوّف کی مروجہ اصطلاحات نہیں تھیں مگر نفس الامر میں تصوّف کی حقیقت اور وجود پایا جاتا تھا اگرچہ عنوان کوئی بھی تھا مگر اصل اہمیت تو مندرجات کو ہی حاصل ہے یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "اصطلاح کی تعبیر اور تشریح کا اختیار اہل اصطلاح کو ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ قانون دانوں کی اصطلاح کی تعبیر کریں۔ ملٹری کے لوگ اور ملٹری اصطلاحات کی تعبیر کریں فلسفی اور فلسفے کی اصطلاحات کی تفسیر کریں ماہرین تجارت اگر ایسا ہونے لگے تو تمام اصطلاحات کا مفہوم غلط قرار دیا جائے گا۔ تصوّف کی لغوی و اصطلاحی تعریفات اور فنی ابحاث پر بہت زیادہ کلام کیا گیا ہے اور اہل علم کی کافی آراء اس پر شاہد ہیں تصوّف کی اُمہات الکتب ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

1۔ التعرف امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 380ھ
2۔۔ قُوت القلوب شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 386ھ
3۔ رسالہ قشیریہ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن قشیری متوفی 465ھ
3۔ کشف المحجوب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 465ھ
5۔ غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 561ھ

(6) الجمعہ 62:02

سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا تجزیہ کریں تو تصوّف کے تمام رنگ نظر آتے ہیں۔ بچپن میں معصومیت، بے فائدہ کھیل کود سے اجتناب، پاکیزہ جوانی میں ایماندار تاجر کی حثییت سے رزق حلال کا حصول، طہارت و پاکیزگی کے ساتھ اخلاق حسنہ اور نیک کردار کا بے مثال اعلان نبوت سے قبل غار حرامیں گوشہ نشینی، مادی دنیا سے بے نیاز ہو کر کچھ وقت تنہائی میں غور و فکر کرنا، معرفت خالق، معرفت کائنات اور معرفت نفس انسانی کا حصول ۔معرفت الٰہی کے لئے یا تو غار حرا تھی یا شب بھر کی تنہائی یا رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کچھ وقت کے لئے دنیا سے کٹ کر خالق کی طرف روحانی عروج، رات کے سناٹے میں وقت تہجد کی خاموشی میں چپکے چپکے اپنے خالق کو یاد کرنا، کفار کی ایذارسانیوں پر صبر اور توکل کرنا ان کے ظلم کے بدلے ہدایت کی دعا دینا، عفو و درگزر کی انتہا کر دینا، سراپائے رحمت اور پیکر تسلیم رہنا، جیتے جاگتے معاشرے میں رہ کر زہد، قناعت اور فقر کی بلندیوں کو چھو لینا، شدید اور نامساعد حالات میں بھی تبلیغ دین اور ترویج اسلام کے لئے مساعی جمیلہ کیا یہ سب کچھ تصوّف ہی نہیں؟ معلم انسانیت ، مکارم اخلاق، منبع جودو سخا یاد الٰہی میں استغراق، خوف الٰہی میں توبہ واستغفار، محرمات الٰہی میں ورع، متاع دنیا سے زہدواسغناء، فقر میں فخر، مصیبت میں پیکر صبر ورضا زندگی سراپا ایثار و محبت جہد مسلسل، مجسم صدق و صفا اور جلال و جمال کا حسین امتزاج۔ یہ تصوف کی بنیادیں ہی تو ہیں۔ جن پر اسلام کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہے۔

تصوف قرآن و سنت کی خوشبو کا نام ہے تصوّف نزول قرآن کی کیفیت کا نام ہے تصوّف غار حراء کی خلوت میں بسی نبی کریم ﷺ کی عبادت اور زہد کی خوشبو کا نام ہے۔ تصوّف مسجد

نبوی شریف میں نبی کریم ﷺ کا رمضان کے مہینے میں اعتکاف کرنا تنہائی میں اپنے رب کی بارگاہ میں مناجات کرنا اس کیفیت کو محسوس کرنے کا نام ہے تصوّف سراسر عملی دین ہے تصوّف تزکیہ نفس کا نام ہے تصفیہ قلب کا نام ہے اللہ کریم کے ساتھ تعلق کا استحضاری رویہ اپنانے کا نام ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے آپ کو صوفی نہیں کہلوایا کیونکہ شرف صحابیت سے مشرف ہونا سب سے بڑا انعام اور فضل تھا اس کے ہوتے ہوئے ان کو کسی اور ڈگری کی ضرورت نہیں تھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوّف یونانی اور بدھ مت اور ہندو مت کے اثرات سے ایک مرکب اور متوازی دین ہے یہ ان کی نادانی اور غلط فہمی ہے۔
تصوّف کا لفظ ہی کلمہ توحید پڑھنے والوں اور اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور رسول ﷺ تسلیم کرنے والوں پر بولا جاتا ہے تصوّف کا لفظ ہمیشہ مسلمان صوفیہ کے افعال و احوال پر بولا گیا اس کا اطلاق کبھی بھی کافر غیر مسلم اور مشرکوں پر نہیں کیا گیا۔ تصوّف تو سراسر علمی و عملی دین ہے اس پر کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تصوّف میں کمزور اور سطحی قسم کا مواد شامل ہو گیا ہے لہذا تصوّف کو خیر باد کہہ دینا چاہیے اگر یہ بات ہے تو کیا قرآن پاک کی تفسیر میں اسرائیلیات اور موضوعات اور کمزور باتیں داخل نہیں ہوئیں ؟ کیا احادیث کے ذخیرے میں موضوع اور ضعیف روایات موجود نہیں ہیں ؟ کیا فقہ کی کتابوں میں شاذ اور مردود اقوال موجود نہیں ہے ؟ تو کیا اس کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اس سارے علمی ذخیرے سے جان چھڑالی جائے، پھر آپ کا علمی ذخیرہ کیسے سلامت رہے گا؟
جیسے علم حدیث میں روایت اور درایت کا نظام موجود ہے اسی انداز سے علم تصوّف میں بھی مستند اور اکابر صوفیہ سے استفادہ کرنا چاہیے تصوّف کی امہات الکتب مثلا" کشف المحجوب"" احیاء العلوم "الرسالۃ القشیریہ "عوارف المعارف" وغیرہ کی طرف رجوع کرنا

چاہیے اور کمزور روایات کو پیچھے کر کے مستند اور صحیح باتوں پر عمل کرنا چاہئے

تصوّف چونکہ عملی دین ہے اور انسانوں کے مزاج طبیعت و اور صلاحیتوں میں تفاوت ہے فرق ہے اسی طرح جب بندہ مجاہدات مراقبوں اور مشاہدات کو بیان کرتا ہے تو اپنا اپنا ذوق ہوتا ہے اور کیفیات کو جب الفاظ کا پہناوا پہنایا جاتا ہے تو الفاظ کی تنگ دامنی ان کو کماحقہ بیان کر نہیں سکتی جس کی وجہ سے بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اسے لئے کسی صاحب علم صوفی کی کتب سے رجوع کیا جائے۔ صوفیہ کرام نے مادیت کی دلدل میں دھنسے ہوئے انسانوں کا تعلق ہمیشہ اللہ سے قائم رکھا ہے۔ دنیا کی رنگینیوں میں گم اور لذتوں میں مست غافل انسانوں کو ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے کہ درھم دینار کے بندے نہ بنو اللہ کے بندے بنو۔ یہ سچ ہے کہ علاقے کی تسخیر حکمرانوں نے اپنی تلوار سے کی لیکن دلوں کی تسخیر صوفیہ نے کی اللہ تعالی کی مخلوق کا ان کے مزارات پر حاضری دینا اس بات کی علامت ہے کہ لوگوں کے دلوں ان نفوس قدسیہ کے لیے کتنی محبت اور عقیدت ہے۔

# خانقاہ نشینوں کے اوصاف ازروئے قرآن و سنت:

## الف: خانقاہ نشینوں کے اوصاف ازروئے قرآن مجید:

1۔ اَلَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿ۚ۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیۡنَ وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الۡقٰنِتِیۡنَ وَ الۡمُنۡفِقِیۡنَ وَ الۡمُسۡتَغۡفِرِیۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ ﴿۱۷﴾ (7)

ترجمہ؛اللہ کے بندے وہ ہیں جو کہتے ہیں اے رب ہمارے بیشک ہم ایمان لائے پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے،، صبر کرنے والے ہیں تکلیفوں میں اور سچے ہیں اور اطاعت کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔

2۔اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴿۸﴾

ترجمہ: توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع

---

(7)آل عمران 03:16۔17

(8)التوبہ۔09:112

کرنے والے خدا کی حدوں کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں) اور (اے رسول ﷺ مومنوں کو (بہشت کی) خوشخبری سنادو۔

3۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۳) وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (۴) وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۵) اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (۶) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۷) وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۸) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۹) [9]

ترجمہ: وہ ایمان والے کامیاب ہوئے۔ وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ وہ لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔۔ وہ جو زکوۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ مومن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر یا ان پر کہ مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ پس بیشک وہ ان میں ملامت نہیں کیے گئے۔ پس جو تلاش کرے گا اس کے سوا کوئی اور راستہ پس یہی لوگ ہیں حدوں کو پھلانگنے والے۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد وپیمان کی رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

4۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اِسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ o رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ لا يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ [10] (سورۃ نور۔ 36-37)

---

(9) المومن 03،23

(10) النور 24:37

ترجمہ: یہ وہ گھر ہیں جن کے بلند کیے جانے اور جن میں اللہ کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ وہاں وہ لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں جنہیں خدا کے ذکر، نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی اور نہ خرید و فروخت یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

5۔"وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًاوَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا"(11)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے رب کے سجدے اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں اور جو یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دیے، بے شک اس کا عذاب چمٹنے والی مصیبت ہے بے شک وہ قیام اور سکونت کی بہت بری جگہ ہے۔

6۔إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا ۝35(12)

ترجمہ: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں

---

(11): الفرقان،: 6425

(12) الاحزاب: 33:35

اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور یاد کرنے والے مرد کو کثرت سے اور ذکر کرنے والی عورتیں تیار کی ہے اللہ تعالیٰ نے کے لیے بخشش اور اجر بہت بڑا۔

'7-وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۝37 وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

ترجمہ: اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم پر لبیک کہی اور نماز قائم رکھی اور ان کے معاملات باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں

8۔ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ 23۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝24 لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝25 وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝26 وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۝27 اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝28 وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝29 اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۝30 فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۝31 وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ 32 وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝33 وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۝34

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ○35 [13]

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے مالوں میں، حق ہے مقرر،۔ مانگنے والے کے لیے، اور محروم کے لیے، اور وہ لوگ، جو تصدیق کرتے ہیں، بدلے کے دن کی،۔ اور وہ لوگ وہ اپنے رب کے عذاب سے، ڈرتے ہیں، بیشک ان کے رب کا عذاب۔ بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے، اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں،۔ سوائے اپنی بیویوں کے، یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ، لونڈیاں، بیشک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے، پس جس نے تلاش کی اس کے علاوہ کوئی صورت، پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں،۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز پر پہرہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ اوصاف اگر عملی طور پہ کہیں نظر آتے ہیں تو وہ صوفیہ کرام کی جماعت ہے۔ جنہوں نے عملی طور پہ قرآن کریم کو اپنے وجود پہ نافذ کیا اور معاشرے میں سراپا خیر بن کر رہے۔

## ب: خانقاہ نشینوں کے اوصاف از روئے حدیث مبارکہ:

حضور نبیِّ کریم، رءوفٌ رَّحیم ﷺ نے فرمایا:

1۔ اِنَّ اللہَ قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہٗ

---

(13) المعارج؛70:35

الَّذِی یَسۡمَعُ بِہٖ، وَبَصَرَہُ الَّذِی یُبۡصِرُ بِہٖ، وَیَدَہُ الَّتِی یَبۡطِشُ بِهَا، وَرِجۡلَہُ الَّتِی یَمۡشِی بِهَا(14)"

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے جنگ کا اِعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں سے میرا قُرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض سے زیادہ مجھے کوئی شے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتّٰی کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2۔"یَقُولُ: «یَدۡخُلُ الجَنَّةَ مِنۡ أُمَّتِی زُمۡرَةٌ هِیَ سَبۡعُونَ أَلۡفًا، تُضِیءُ وُجُوهُهُمۡ إِضَاءَةَ القَمَرِ» فَقَامَ عُكَاشَةُ بۡنُ مِحۡصَنٍ الأَسَدِیُّ، یَرۡفَعُ نَمِرَةً عَلَیۡهِ، قَالَ: ادۡعُ اللهَ لِی یَا رَسُولَ اللهِ أَنۡ یَجۡعَلَنِی مِنۡهُمۡ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اجۡعَلۡهُ مِنۡهُمۡ» ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الأَنۡصَارِ فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللهِ، ادۡعُ اللهَ أَنۡ یَجۡعَلَنِی مِنۡهُمۡ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: «سَبَقَكَ عُكَاشَةُ»(15)

"ترجمہ: ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ لوگ داغ نہیں لگاتے بد فالی نہیں لیتے جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن (632ء-589ء) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے

---

(14) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث:6502

(15) بخاری،، صحیح بخاری, رقم الحدیث 6541

ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے تو رسول اکرم ﷺ نے دعا کی یا اللہ ان کو بھی ان میں سے کر دے۔ ایک اور صحابی کھڑے ہوئے عرض کی دعا کیجیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے سبقت لے گئے ہیں "۔

3۔۔"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ انْقَطَعَ إِلَى اللّٰهِ لكَفَاهُ اللّٰهُ كُلَّ مَؤُوْنَةٍ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنِ انْقَطَعَ إِلَى الدُّنْيَا وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَيْهَا"(16)۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص (دنیا سے) کٹ کر اللہ عزوجل کی طرف ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو اور جو شخص (اللہ تعالیٰ سے) کٹ کر دنیا کی طرف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی (دنیا) کے سپرد کر دیتا ہے۔

4۔-"إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ. فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الأَرْضِ". ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کے اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کے اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

---

(16) ابن ماجہ، کتاب الزھد فی الدنیا، رقم الحدیث 4216،

5۔إن الله يحب الأبرار الأتقياء الأخفياء، الذين إذا غابوا لم يفتقدوا، وإن حضروا لم يدعوا، ولم يعرفوا قلوبهم مصابيح الهدى[17]

ترجمہ:بے شک اللہ محبوب رکھتا ہے ان کو جو بڑے نیک فرمانبردار ہوتے ہیں، متقی پرہیز گار ہوتے ہیں، پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب کہیں نا پائے جاءیں تو ڈھونڈے نہیں جاتے اور اگر کہیں موجود ہوں تو بلائے نہیں جاتے اور وہ معروف و مشہور نہیں ہوتے لیکن ان کے دل ہدایت کی کنجیاں ہوتے ہیں۔

صوفیہ کے فضائل و مناقب پہ بہت سی آیات واحادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن کا یہ مختصر سا مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔اس بارے میں حقیقت یہی ہے کہ قرآن و سنت میں بیان کردہ اوصاف جماعت صوفیہ میں پائے جاتے ہیں۔ان لوگوں کی پاکیزہ زندگی میں ہمارے لئے بہت بڑا درس ہے۔

## 1۔خانقاہی نظام (تصوّف) کا دورِ اوّل:

کتاب و حکمت کی تعلیم کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے ان میں سے ہر ایک فرد کمالات اور انسانی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔اصحاب صُفہ میں ہر ایک پاک دیدہ و پاک بیں، توکل و رجا کا پیکر اور صدق و صفا کا مرقع تھا۔تاریخ اسلام میں انہی نفوس قدسیہ کو صوفیہ کرام کا پہلا گروہ کہا جاتا ہے۔ تصوّف کے بنیادی ارکان یا رکان تصوّف استغراق عبادت توبہ، زہد، ورع، فقر، توکل اور رجا شریعت میں بھی اسی اہمیت کے حامل ہیں جس طرح طریقت میں تھے۔ صحابہ کرام اور

---

(17) ابن ماجہ رقم الحدیث 3989

اصحاب صُفہ میں ہر ہستی انھی اوصاف حمیدہ اور فضائل کی آئینہ دار تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (متوفی 13ھ) کا ایثار تاریخ اسلام آج بھی فخر سے پیش کرتی ہے جب رحمتِ عالم ﷺ نے پوچھا اے صدیق رضی اللہ عنہ عنہ اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو جواب دیا کہ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہے۔ اسی کا نام کمال ایثار اور کمالِ توکل ہے۔ مدینہ منورہ میں بئر عثمان آج بھی آپ کے اس فضل کی نشانی موجود ہے آپ بارہ سال تک خلیفہ رہے اس مدت کے ساٹھ ہزار درہم وظیفہ خلافت سے آپ نے ایک درہم بھی لینا قبول نہ فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (متوفی 40ھ) کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ شب ہجرت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے شب بھر بستر رسالت پر دراز رہے اور آنحضرت ﷺ کی زندگی عزیز کو اپنی جان پر مقدم سمجھا بڑے ممتاز تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 40ھ) کے استغراق عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ کو دنیا کی کچھ خبر نہیں رہتی چنانچہ سر خیل ارباب تصوّف حضرت جنید بغدادی (متوفی 297ھ) فرماتے ہیں " **شیخنا فی الاصول البلاء علی لمرتضیٰ** "یعنی اصول معرفت اور آزمائش میں ہمارے مرشد (شیخ) علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 40ھ) ہیں۔

خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کے بعد اصحاب صُفہ ان صفات ستودہ کا مظہر کامل تھے یہ وہ غریب و نادار حضرات تھے جو محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں مکہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر دیارِ رسول ﷺ میں آ گئے تھے۔ رہنے کا ٹھکانہ نہ تھا۔ (صُفہ) تعمیر کروا دیا تھا اس چبوترے پر ان حضرات کے شب و روز تنگدستی اور عسرت میں بسر ہوتے تھے۔ یہ حضرات عبادت، ذکر الٰہی اور مجاہدہ نفس میں اپنے شب و روز بسر فرماتے تھے۔ یہی حضرات

دورِاول یادورِرسالت و خلافت راشدہ کے ارباب تصوّف ہیں۔خاصی طورپراصحابِ صُفہ کی زندگی تو صوفیہ کرام کی زندگی ان کے صوفیانہ خصائل کی صحیح تصویر تھی۔ یہی بے سروسامانی ان کا سرمایہ زندگانی تھا۔[18]

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 50ھ)اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 61ھ) کا مقام طریقت میں بہت بلند ہے ان میں زہد، توکل، فقر، تسلیم و رضا اور ورع و تقویٰ کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 50ھ) نے اقتدار صرف اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 60ھ) کو دے دیا کہ مسلمانوں میں خون ریزی نہ ہو

زہد و استغناء کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 50ھ) نے کمال صبر و استقامت سے جام شہادت نوش فرمایااور اہل بیت کے افراد کو اپنے سامنے شہید ہوتا دیکھ کر تسلیم و رضا کی معراج حاصل کی۔

صحابہ کرام کی زندگیاں اور شب و روز امت کے صلحاء، صوفیہ اور اتقیاء کے لئے مشعل راہ ہیں۔جو ہمہ وقت معلم انسانیت، رہبر کامل اور ھادی برحق ﷺ کی صحبت نور میں حاضر ہو کر دین سیکھا کرتے تھے جہاں شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے تمام اصول سمجھا ئے جاتے تھے ان کی روحانی تربیت ہوتی تھی حکمت سکھائی جاتی تھی۔[19]

صحابہ کرام کا دور تزکیہ علم و حکمت کا دور تھا اور وہ آیات قرآنی کا صحیح مصداق تھے۔ لیکن

---

(18) بریلوی شمس علامہ ،دیباچہ کشف المحجوب ، قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور،2005ء ،ص:12،13

(19)فاروقی ضیاءالحسن پروفیسر ،آئینہ تصوّف، تصوّف فاؤنڈیشن لاہور،1999ء، ص:80

صدق وصفا کے پیکر، استقامت و عزیمت کے کوہ گراں، للہیت و اخلاص کے مجسمے ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہوتے رہے، عہد نبوت ﷺ سے دوری کی بناء انفرادی و اجتماعی زندگیوں سے تقویٰ کے اثرات ماند پڑنا شروع ہو گئے۔ خلافت راشدہ کی ملوکیت میں تبدیلی ،روم و ایران کی فتوحات اور مادی آسائشوں کی بہتات نے سہل پسندی اور تعیش پسندی کو فروغ دیا۔ عبادت کا ذوق و شوق اور دینی حمیت قصہ پارینہ بنتے چلے گئے، نو مسلوں کی کثرت اور ان کے غیر اسلامی عقائد کے مسلم معاشرے میں اثرات بھی ظاہر ہونے لگے۔ روم و ایران کی فتوحات ، فتنہ عیسائیت اور دیگر تہذیبی و معاشرتی اثرات نے مسلمانوں کا مزاج بدل دیا۔ بعد میں آنیوالے حکمران صحیح معنوں میں اسلامی حکومت کی مثال قائم نہ رکھ سکے۔ دین پسند لوگ حکمرانوں سے بدظن ہو گئے حکمران چونکہ دنیاوی نعمتوں کو اخروی نعمتوں پر ترجیح دیا کرتے تھے اور عیش و عشرت سے بھرپور زندگی کو اچھا سمجھتے تھے اس لئے لوگ ان سے متنفر ہوتے گئے۔

" خلافت راشدہ کے بعد خلفاء و سلاطین اسلام نے اس کام کو فراموش کر کے صرف فتوحات و ٹیکس اور جزیہ کی وصول یابی ، اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بیعت و خلافت کے انعقاد سے دلچسپی رکھتے تھے۔ علماء بھی اصلاح سے عاجز تھے وہ وعظ و نصیحت درس وتدریس تصنیف وتالیف میں ایسے منہمک تھے کسی اور چیز کو سوچنے کی بھی انہیں فرصت ہی نہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ اگر اس بات کا ارادہ کر بھی لیتے تو یہ بات بھی ان کے بس کی نہ تھی اس لئے کہ ان کی زندگی عوام کے سامنے تھی اور وہ جانتے تھے کہ ان میں زہد و اخلاص اور خلافت نبوت کی علامات و اثرات کتنے کم اور شاذ و نادر نظر آتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح عام اور خاص ہر طبقہ میں دینی شعور اور دینی حس کمزور ہوتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام اپنے تصرفات

میں بالکل آزاد ہو گئے اور خواہش نفس کو بالکل چھوٹ دے دی گئی ان کی حالت بھیڑوں کے اس گلہ کی سی ہو گئی جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ عبادت کا شوق درجہ احسان اور حلاوت ایمان کے حصول کا جذبہ سرد ہونے لگا۔ ہمتیں پست ہونے لگیں، عزائم خوابیدہ ہو گئے اور عام طور پر لوگ (سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا) بہت بے تابی اور جنون کے ساتھ لذات اور خواہشات پر ٹوٹ پڑے۔[20]

## 2۔خانقاہی نظام (تصوّف) کا دورِ ثانی:

ان حالات کے نتیجے میں کچھ علماء و صلحاء نہ صرف خود کثرت عبادت، زہد و توکل کی طرف مائل ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی ایسی زندگی گزارنے کی تلقین کی انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی عملی پیروی شروع کر دی۔ مروجہ سیاست سے منہ موڑ کر خالص علمی و عملی حثییت سے دین اسلام کی ترویج کے لئے زندگیاں وقف کر دیں۔ علم یقین، فساد اعمال، قلبی خواطر و خیالات، اور نفسانی وسوسے اور ان کا علاج تصوّف کے اہم موضوعات ہیں اور اسی دور کی اہم یادگاریں ہیں۔

تابعین عظام کے اس دور میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 110ھ)، حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ ( متوفی 96ھ)، حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 127ھ)، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ متوفی (130ھ)، حضرت ایوب سجستانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 131ھ) شامل ہیں۔ جیسے زھاد اور دُنیا سے کنارہ کش لوگوں

---

(20) طاہر القادری، ڈاکٹر، سلوک و تصوّف کا عملی دستور، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور اکتوبر 2005ء، ص 15:

کے نام زیادہ مشہور ہیں ان افراد کے عقائد و اعمال قرآن و سنت کے مطابق تھے عبادت و ریاضت میں کثرت کے باوجود انہوں نے دین کے کسی دوسرے شعبے کو نظرانداز نہ کیااور نہ ان کے ہاں کسی فلسفے نے جنم لیااور نہ ہی انہوں نے عبادت کے کسی دوسرے طریقے کو اختیار کیا۔(21)

البتہ 132ھ تا232ھ کادور تاریخ اسلامی کااہم دور سمجھا جاتاہے۔عباسی خلافت کے اس اہم دور میں علمی ، مذہبی اور سیاسی لحاظ سے بڑا عروج رہاہے۔اسی دور میں اہلسنت کے چاروں فقی مذاہب کے اصول و قوانین وضع ہوئے احادیث مبارکہ کی باقاعدہ تدوین کا اہتمام کیاگیا۔بے شمار علوم وفنون نے خوب ترقی کی علم کیمیا، علم فلکیات،فلسفہ ،جغرافیہ اور ریاضی کی یادگار کتب اس دور میں تصنیف ہوئیں۔اسی دور میں مال ودولت کی فراوانی ہوئی مادی آسائشوں کا سیلاب آیا مسلم معاشرے میں یونانی فلسفے کی یلغار نے عقل پرستی اور تشکیک کو جنم دیا۔اعتزال اور خلق قرآن کے فتنے پیدا ہوئے۔ جبریہ، قدریہ ،معتزلہ پیداہوئے۔ ھارون الرشید نے بیت الحکمت قائم کیا جسے مامون الرشید نے بہت زیادہ وسعت دی۔ مسلمان عملی طورپر دین سے دُور ہوناشروع ہوگئے۔اس موقع پر درج ذیل بزرگوں نے اپنے عملی کردار سے گمراہی کے دروازے بند کیے۔

1۔حضرت امام جعفر صادق(متوفی148 ھ)

2۔حضرت نعمان بن ثابت(متوفی150ھ)

3۔حضرت حبیب عجمی(متوفی156ھ)

4۔حضرت ابراہیم بن ادھم(متوفی161)

(4)امان اللہ بھٹی ڈاکٹر،اسلام اور خانقاہی نظام ،دارالسلام پبلی کیشنز لاہور، ص:40

5۔ حضرت داؤد طائی (متوفی 165ھ)

6۔ حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی 182ھ)

7۔ حضرت فضیل بن عیاض (متوفی 187ھ)

8۔ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی 204ھ)

9۔ حضرت معروف کرخی (215ھ)

10۔ حضرت بایزید بسطامی (متوفی 234ھ) رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔

ان بزرگوں نے عقل کے ماروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور لوگوں کو توحید و عشق رسالت کے جام بھر بھر کر پلانے شروع کئے[22]۔

اس دور کے صوفیہ نے معتزلہ اور دیگر عقلیت پسند گروہوں کی وضعیت سے متاثر ہو کر عشق الٰہی پر زور دیا۔ اور خود محبت الٰہی میں سرشاری کی زندگی بسر کی۔ اس دور کے صوفیہ نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعے دُور کرنے کی کوشش کی اُن کی کوشش یہ تھی عقلیت کے مذموم اثرات کو عشق الٰہی کی گرمی سے جلادیا جائے۔[23]

یہ دور اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں عقائد کے سلسلہ میں کتاب وسنت میں جو ہدایات دی گئی ہیں۔ ان کی حفاظت و خدمت کے لئے علم کلام مدون ہوا۔ اعمال ظاہرہ کے متعلق جو راہنمائی کتاب وسنت نے کی اس کی تشریح کے لئے علم فقہ مدون ہوا اور اصلاح باطن کے متعلق جو باتیں کتاب وسنت نے بتائیں ان کی تفصیلات کے لئے علم الاحسان جسے علم

---

(22) ایضا، ص: 40

(23) نظامی خلیق احمد ڈاکٹر، تاریخ مشائخ چشت، مشتاق بک کارنر لاہور، ص: 112، 113

الاخلاق یا علم التصوّف بھی کہتے ہیں مدون ہوا[24]۔

## کتب تصوّف کا آغاز:

تصوّف اور طریقت پر کتابیں اس وقت سے آئمہ، اکابر اور اسلاف امّت نے لکھنی شروع کیں جب ابھی صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور دیگر کتب حدیث بھی نہیں لکھی گئی تھیں۔ الغرض صحاح ستہ سے بھی بہت پہلے تصوّف پر کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن لوگوں کی اکثریت مطالعہ کی کمی کی بناء پر اس حقیقت سے لاعلم ہے۔ تصوّف پر لکھنے والوں میں امام احمد بن حنبل متوفی (241ھ)، رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں، انہوں نے ''کتاب الزہد'' لکھی۔ پہلے زمانوں میں تصوّف کے لئے ''الزہد والرقائق'' یا ''الزہد والرقاق'' کی اصطلاح علمی طور پر استعمال ہوتی تھی اور عملی طور پر ''تزکیہ اور احسان'' کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ اسی طرح وکیع بن الجراح (متوفی 196ھ)، امام الحدیث ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور حدیث میں سند ہیں، انہوں نے کتاب ''الزہد والرقائق'' لکھی یہ امام اعظم ابوحنیفہ (متوفی 150ھ) کے تلامذہ میں سے ہیں۔۔ ان سے بھی پہلے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 181ھ) نے ''کتاب الزہد والرقائق'' لکھی اور یہ بھی امام اعظم ابوحنیفہ (متوفی 150ھ) کے ہم عصر ہیں نیز امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور مداحین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کا اپنا درجہ امیر المومنین فی الحدیث ہے اور علم الحدیث میں اس ٹائٹل سے بڑا کوئی ٹائٹل نہیں ہے۔ جیسے تصوّف و ولائت کی دنیا میں غوث کا ٹائٹل ہے اس طرح حدیث کے باب میں

---

(24) مکی، ابوطالب شیخ، مقدمہ قوت القلوب، مکتبہ المدینہ سبزی منڈی کراچی 2013ء، ص: 23

امیر المومنین فی الحدیث ہے۔ گویا علم الحدیث میں امیر المومنین فی الحدیث، غوث کا درجہ رکھتا ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین فی الحدیث کے درجے پر فائز تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی صوفی ہیں اور امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی صوفی ہیں۔ پس جو امیر المومنین فی الحدیث تھے وہ خود صوفیہ تھے۔

علاوہ ازیں کتاب الزہد وصفۃ الزاہدین (امام احمد بن محمد بن زیاد بن بشر ابو سعید بن الاعراب (متوفی 340ھ)، کتاب الزہد (ھناد بن سری الکوفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (متوفی 234ھ)، کتاب الزہد (ابن ابی عاصم شیبانی رحمۃ اللہ علیہ۔ متوفی 287ھ)، کتاب الزہد (امام احمد بن حنبل۔ متوفی 241ھ)، کتاب الورع (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔ متوفی 241ھ)، کتاب الورع، کتاب الحلم، کتاب الاولیاء۔ ابن ابی دنیا متوفی۔ 281ھ) بھی شہرہ آفاق کتب تصوّف ہیں اور ان کے مصنفین کا شمار آئمہ حدیث میں بھی ہوتا ہے۔ لہذا تصوّف، صحاح ستہ کے دور سے بھی بہت پہلے مرتب ہوا۔

## 3۔ خانقاہی نظام (تصوّف) کا دورِ ثالث:

تبع تابعین کا دور اسلامی تصوّف میں خاص اہمیت کا حامل ہے اس دور میں تصوّف یعنی خالص اسلامی نظام حیات کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ تزکیہ نفس، زہد و تقویٰ اور ذکر الٰہی میں مداومت پیدا کرنے کے لئے صوفیہ کرام نے باقاعدہ تربیت گاہیں قائم کیں۔ جو آگے چل کر خانقاہوں کے نام سے مشہور ہوئیں، طریقت کے سلاسل قائم ہوئے ہر سلسلے نے باقادہ ایک تنظیم کے تحت مریدین کی اصلاح شروع کی۔ ذکر و فکر کے حلقے قائم ہوئے اصول و

ضوابط مقرر کئے گئے۔ صوفی کا لفظ پہلے بھی شاذ و شاذ رائج تھا اور لیکن عبادت و ریاضت اور توکل علی اللہ میں جب اس دور کے اتقیاء نے مبالغہ سے کام لیا تو صوفی کا لفظ عمومی لحاظ سے رائج ہو گیا[25]۔

اس دور کے صوفیہ نے لباسِ فاخرہ کی بجائے صوف کا پیوند شدہ لباس پہنا اور اصحابِ صُفہ کا ساطرزِ زندگی اپنایا اور صوفی کہلائے۔ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی سادہ زندگی تھی وہ چٹائی کا بچھونا، کھجور اور پانی پر گزر اوقات کرنا، کئی کئی دن چُولہے میں آگ نہ جلنا، پیٹ پر تین تین پتھروں کا باندھنا، اپنے لباس پر خود پیوند لگانا اور ٹوٹی ہوئی نعلین کو خود مرمت کرنا۔[26]

## پہلا صُوفی:

شیخ ابوالہاشم کوفی (متوفی 150ھ) وہ پہلے بزرگ ہیں جن کو صُوفی کے لقب سے پکارا گیا۔ شیخ ابوالہاشم کوفی (متوفی 150ھ) نے رملہ کے مقام پر باقاعدہ روحانی تربیت کے لئے پہلی خانقاہ تعمیر کروائی تھی یہ نبی کریم ﷺ کی اس سُنت کی پیری تھی کہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجدِ نبوی سے مُتصل صُفہ کی خانقاہ صوفیہ کی پہلی تربیت گاہ تھی[27]۔

اس دور کے اہم صوفیہ درج ذیل ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ متوفی 241ھ)

حضرت شیخ حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 243ھ)

---

(25) ضیاء الحسن فاروقی آئینہ تصوّف ص:88

(26) ایضاً۔ ص:89

(27) طاہر القادری ڈاکٹر، آئینہ تصوّف، ص:155

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 245ھ)

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 253ھ)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 261ھ)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 277ھ)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 283ھ)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 297ھ

اور حضرت امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 310ھ) وغیرہ، جنہوں نے اپنی شب و روز جد و جہد اور کد و کارش سے اُمت محمدیہ ﷺ کو ظاہری شان و شوکت اور پاکیزگی کی بجائے باطنی زیب و زینت اور طہارت اپنانے کی ترغیب دی[28]۔

## 4۔ خانقاہی نظام (تصوّف) کا دورِ رابع:

یہ دورِ تصوّف کی تشکیل اور فروغ کا دور کہلاتا ہے یہ بڑا سنہری دور ہے تصوّف کو خوب عروج ملا۔ ان ادوار میں چند ایسی شخصیات پیدا ہوئیں، جن کی بدولت خانقاہی نظام (تصوّف) کی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ انہوں نے ان تمام مبہم اور پیچیدہ نظریات کی تشریح کی جن کی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ خانقاہی نظام باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئے۔ مستند کتابوں کا ذخیرہ مہیا ہو گیا۔ اصطلاحات معرض وجود میں آئیں۔

مسلم دنیا کے اکثر حصوں بشمول، حجاز، عراق، شام، مصر، یمن، طبرستان، کرمان، خراسان،

---

(28) ابو طالب مکی، مقدمہ قوت القلوب، ص: 28

ماوراءالنہر، ترکستان، افغانستان میں خانقاہیں
موجود تھیں۔ خانقاہی نظام کو عوام کے اندر پذیرائی حاصل ہوئی۔ معاشرے کے کھاتے پیتے لوگ ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔
حکمرانوں نے خانقاہوں کے لئے جاگیریں الاٹ کیں تاکہ مستقل طور پر مالی انتظام ممکن ہو سکے۔ اس دور کے اہم صوفیہ درج ذیل ہیں

1. حضرت ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 430ھ)
2. حضرت ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ)
3. حضرت علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ)
4. حضرت ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 505ھ)
5. حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ)
6. حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 620ھ)
7. حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 632ھ)
8. حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633ھ)
9. حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633ھ)
10. حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 638)
11. حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 670ھ)
12. حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 672ھ)

13. حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 724ھ)

14. حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 785ھ)

قابلِ ذکر ہیں[29]۔

اس زمانے میں اصطلاحاتِ تصوّف وقت کے ساتھ ساتھ پھیلتی گئیں۔ ان اصطلاحات میں چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے بعد ایک نیا رنگ پیدا ہُوا۔ چھٹی صدی ہجری کے تک جو تصوّف کا مواد ملتا ہے وہ اکثر علمائے اکرام کا مرتب کردہ تھا وہ علمائے کرام بیک وقت فقہیہ بھی تھے، متکلم بھی تھے، محدث بھی تھے اور مفسر بھی تھے۔ مثلاً حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ)، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 505ھ) وغیرہ ساتویں صدی ہجری سے اس میدان میں ادباء اور شعراء بھی داخل ہوگئے بہت سے شاعروں نے تصوّف کے مضامین کو اپنی زبان میں ادا کیا ہے ان میں سے کچھ تو جید علماء تھے مثلاً مولانا رومی (متوفی 672ھ) رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جامی (متوفی 890ھ) رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور جو علماء نہیں تھے یا اس درجے کے علماء نہیں تھے انہوں نے بھی اصطلاحات اپنائیں[30]۔

جس کی وجہ سے علم تصوّف میں کمزور اور سطحی باتیں داخل ہوئیں اور کافی غلط فہمیاں بھی پیدا ہوئیں۔ جب شعراء، ادباء اور سطحی علم رکھنے والے لوگوں نے علم تصوّف پر کلام کیا اور کُتب تصانیف کیں تو تصوّف کے ذخیرہ میں ایسی اصطلاحات اور روایات کا اضافہ ہو گیا جو

---

(29) امان اللہ بھٹی، اسلام اور خانقاہی نظام، ص: 43

(30) ڈاکٹر، محمود احمد غازی، عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ص: 259

شریعت سے ٹکراتی ہیں اور اسلامی نقطہ نظر سے قابل قبول نہیں۔بہت سے لوگ ان متصوّفین کی کُتب پڑھ کر علم تصوّف پر اعتراض کرتے ہیں تو یہاں پر یہ بات سمجھنی چاہیے کہ کسی چیز کو جاننے اور سمجھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو اس کی اصل بنیادوں کی روشنی میں اور مستند ترین اور جید ترین

شارحین کی تحریروں کی روشنی میں سمجھی جائے۔تصوّف کو سمجھنے کے لئے صرف ایسے مستند اہل علم کے کلام اور پیغام سے استفادہ کیا جائے۔تزکیہ اور روحانیات کے باب میں جو کچھ انہوں نے کہا ہے،اسی کو اسلامی نقطہ نظر کا ترجمان اور نمائندہ جاننا چاہیے۔حضرت علی ہجویری (متوفی 465ھ) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی (متوفی 505ھ) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہر وردی (متوفی 632ھ) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مجدد الف ثانی (متوفی 1034ھ) جیسے بزرگ ہی تصوّف کے اصل نمائندہ اور ترجمان ہیں۔

یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے قرآن و سنت کی اصل تعلیمات کو سامنے رکھ کر تصوّف کی تشریحات کی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ تصوّف کی کُتب میں اگر غیر مستند اور الحاقی باتوں کو جواز بنا کر علم تصوّف کو مطعون ٹھہرایا جائے، تو ایسا مواد تو پھر علم تفسیر میں بھی پایا جاتا ہے بہت سے مفسرین نے اسرائیلی روایات کو من و عن تفسیروں میں نقل کر دیا ہے، حالانکہ وہ سراسر قرآن و سُنت سے متضاد ہوتی ہیں۔اسی طرح علم حدیث میں وضع حدیث کا فتنہ اور وضاعین کی وسیسہ کاریاں اپنی جگہ ایک حقیقت ہیں۔کچھ یہی حال علمِ فقہ اور علمِ کلام کا بھی ہے جہاں یہ شاذ و مردود اقوال بکثرت ملتے ہیں۔علمِ فلسفہ میں بھی مُلحدین اور زندیقین نے وہ افکار و نظریات بیان کئے ہیں جو سراسر دین اسلام کے خلاف ہیں تو کیا ان غیر مستند اور کمزور باتوں کو جواز بنا کر ان تمام علوم کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے؟ جی ہر گز نہیں اصطلاحات اور علوم

کی تشریحات کا اختیار ارباب علم کو ہوتا ہے جو اپنے علم و فن میں اتھارٹی سمجھے جاتے ہوں۔

## 5۔خانقاہی نظام (تصوّف) کا دورِ خامس:

نویں صدی ہجری سے لے کر حال خانقاہی نظام مختلف مراحل سے گزارا ہے، اس میں خانقاہی نظام، نشو و نما اور فروغ کے ادوار بعد ازاں اس کے زوال اور انحطاط کا زمانہ شامل ہے۔ پھر خانقاہی نظام کی اصلاح و تجدید کے لئے مختلف کاوشیں اور سرگرمیاں ہیں۔

اس دور کے اکثر صوفیہ کرام کا تعلق برصغیر پاک و ہند سے ہے ان حضرات کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس خطہ میں بدھ مت اور ہندو مت کے اثرات جو تصوّف میں داخل ہو چکے تھے،ان کو دُور کر کے دین کو اُسی طرح صاف سُتھرا اور شفاف کر کے اُمت کے حوالے کیا جیسے حضور نبی کریم ﷺ نے دین اُمت کے حوالے کیا تھا۔ اللہ کے ان مخلص بندوں نے طاغوتی طاقتوں کی یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہزارہا غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

یہ ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا اثر تھا کہ آج اس خطے میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں اور شجرِ اسلام آج ہرا بھرا ہے۔ اس دور کے صوفیہ کی اسلام کی تبلیغ اور معاشرے کی اصلاح کے لئے کی گئی پُر خلوص اور جاں گسل مساعی کا ثمرہ ہے کہ آج پاک و ہند کی فضائیں کلمہ توحید کی صداؤں سے گونج رہی ہیں، اور تاریخ کا باب اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اصلاحِ اُمت میں مصروف خانقاہ کے بوریہ نشینوں اور صوفیہ کے تذکرے کے بغیر ادھورا رہے گا۔

اس دور کے صوفیہ نے مختلف زبانوں کی نشو و نما میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ پنجابی زبان میں کئی نامور شعراء نے اپنا کلام پیش کیا جو آج تک محفوظ اور معروف ہے۔

اسی طرح اُس دور کے صوفیہ نے سماج کے صحت مند عناصر ابھارنے والی اخلاقی قدروں کی عملاً تبلیغ کی اور کردار سے اس کا اظہار کیا۔ ذات پات، چھوت چھات اور ملیچھ جیسے رجحانات کی حوصلہ شکنی کی۔ احترامِ انسانیت اور مساوات کا عملی مظاہرہ کیا۔ اُن کی خانقاہیں ہر عام و خاص کے لئے کھُلی ہوتی تھیں۔ بلا امتیاز رنگ و نسل اُن کی شفقتیں سُورج کی روشنی کی طرح ہر ایک پر نچھاور ہوتی تھی َخدمت خلق اور احترامِ انسانیت کے جو مظاہر اس زمانے میں صوفیہ کے ہاں ملتے ہیں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

اس دور کے اہم صوفیہ درج ذیل ہیں۔

1. حضرت شاہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃاللہ علیہ (متوفی 717ھ)
2. حضرت نظام الدین اؤلیا محبوب الٰہی رحمۃاللہ علیہ (متوفی 725ھ)
3. شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃاللہ علیہ (متوفی 808ھ)
4. شیخ محمد گیسودراز رحمۃاللہ علیہ (متوفی 825ھ)
5. شیخ احمد سرہندی رحمۃاللہ علیہ (متوفی 1034ھ)
6. حضرت میاں میر لاہوری رحمۃاللہ علیہ (متوفی 1152ھ)
7. حضرت عبدالطیف بھٹائی رحمۃاللہ علیہ (متوفی 1165ھ)
8. حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃاللہ علیہ (متوفی 1239ھ)
9. حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃاللہ علیہ (متوفی 1324ھ)

10. امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1340ھ)

11. حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1356ھ)

یہ اؤلیاء کاملین علم و عمل اور پابندی شرع میں ممتاز تھے۔ تبلیغ و ترویج اسلام ان کی زندگی کا اولین مقصد تھا انہوں نے اس دور کی بدعات کو دُور کیا۔ اور تصوّف پر غیر شرعی اثرات کو اپنی روحانی اور اخلاقی قوتوں سے زائل کیا۔ اس دور کی خصوصیت یہ تھی کہ دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے سلاسل تصوّف چار سلسلوں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں مدغم ہو گئے۔ جس کی نسبت بالترتیب شیخ عبد القاد جیلانی (متوفی 561ھ)، خواجہ معین الدین اجمیری (متوفی 633ھ) شاہ بہاؤالدین نقشبند (متوفی 717ھ)، حضرت شہاب الدین سہروردی (متوفی 632ھ) سے ہے یہ دور خاص طور پر پاک و ہند، سمرقند و بخارا میں تصوّف کے عروج کا دور تھا۔

اس دور میں اسلامی تشخص خاص طور پر ہندو مذہب کے مقابلے میں بہت نمایاں ہوا۔ اس زمانے میں سماع کا بھی رواج ہوا۔ اور تصوّف میں چشتیہ سلسلہ نے سماع کو اہم مقام دیا[(31)]۔

حضرت امام مجدد الف ثانی (متوفی 1034ھ) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی 1239ھ) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی (متوفی 1356ھ) رحمۃ اللہ علیہ متاخرین صوفیہ نے خانقاہی نظام کی اصلاح اور شریعت کی تجدید کے لئے ان تھک کاوشیں کیں۔ "شیخ احمد سرہندی (متوفی 1034ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے نظریہ وحدت الوجود کی بجائے نظریہ وحدت الشہود پیش کیا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث

---

(31) ضیاء الحسن فاروقی، آئینہ تصوّف، ص: 104، 105

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی[32]۔ مگر اصلاح و تجدید کی کاوشوں کے باوجود خانقاہی نظام اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکا۔

خانقاہیں ذاتی جاگیریں بن گئیں۔ اعراس بزرگان دین پر میلے ٹھیلے، رقص و سرود کی محفلیں سجنے لگیں۔ غیر شرعی افعال طریقت کے نام پر عام ہونے لگے۔ جاہل پیروں کی بہتات ہونے لگی۔ خانقاہوں پر بھی وراثت جاری ہوگئی۔ افسوس جن خانقاہوں سے کبھی "انا الحق" کا نعرہ مستانہ سُنائی دیا کرتا تھا وہاں حق کی تجلیات رخصت ہوئیں اب صرف "انا" باقی رہ گئی ہے۔ قرون اولیٰ میں تصوّف کی حقیقت موجود تھی نام اور رسومات نہ تھیں مگر اب رسومات اور نام باقی ہے مگر حقیقت ندارد "خانقاہوں کے وسائل پہلے عوام الناس کی خدمت کے لئے تھے انسانیت کی دست گیری، حسنِ سلوک اور سماجی خدمت نے خانقاہوں کو مقبول بنایا انھی امور کی بناء پر اسلام کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی اور خانقاہوں پر وسائل کے دروازے کُھلے۔ آج کل خانقاہوں نے ان بنیادی روایتوں سے صرف نظر کیا اپنی مقبولیت و وسائل کو اپنی ذات میں سمیٹنے کی کوشش کی وہاں درگاہیں تو آباد ہیں لیکن گھرانے ویران ہوگئے۔

کیونکہ تعلق کی اساس Give & Take پر ہے۔ جہاں پر اساس ختم ہوتی ہے وہاں تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ تعلق کی استواری اور لوگوں پر اثرات نہ علمی رعب و دبدبے پر قائم ہو سکتے ہیں نہ حسب و نسب کی نمائش پر، نہ آباؤاجداد کی خدمات کے نام پر تعلق ذاتی خدمات چاہتی ہیں۔ تصوّف جو کبھی قال تھا حال بن کر رہ گیا۔ حضرت علامہ اقبال (متوفی

---

(32) امان اللہ بھٹی، اسلام اور خانقاہی نظام، ص: 43

1357ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دگرگوں حالت پر لکھا تھا۔

؎ قُم باذن اللہ کہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے۔
خانقاہوں میں مجاو رہ رہ گئے یا گورکن (33)

؎ مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟
خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے؟ (34)

؎ رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی (35)

؎ ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
نذرانہ نہیں سُود ہے پیران حرم
ہر فرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہے عقابوں کا نشیمن" (36)

حالات اگرچہ دگرگوں ہیں اخلاقی و روحانی اقدار رُو بہ زوال ہیں مگر یہ اسلام کا اعجاز ہے جہاں کہیں اسے خارجی طور پر کوئی دھچکا لگتا ہے تو خود اس کے اپنے باطن سے ایک ایسی قوت

---

(33) اقبال محمد علامہ، بانگ درا، ص 499 خزینہ علم وادب لاہور
(34) ایضا ص 409
(35) علامہ اقبال، بانگ درا، ص 410
(36) ایضا، ص: 502

نے جنم لیا جس نے اسے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ آب وتاب بخشی[37]۔

یہ اسلام کی روشن تاریخ ہے کہ "کعبہ کو صنم خانے سے پاسبان مل جایا کرتے ہیں"۔ اسلام کے اندر سے ہی ایسی مرہم پیدا ہو جاتی ہے جو اس کے زخموں کا مداوا بن جاتی ہے۔ یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے کہ آج خلافتِ راشدہ کو ختم ہوئے 15 صدیاں بیت چکی ہیں، مگر پندرہ صدیوں تک کوئی بھی زمانہ ایسا نہیں گزرا جو ایسے مخلص، باوفاء متوکل اور مُتقی مسلمانوں سے خالی ہو جنہوں نے خلفائے راشدین کی زندگی اور طرزِ حیات کو اپنا کر اس نظام کی جدو جہد نہ کی ہو۔

آج بھی ایسے سعادت مند نفوس قدسیہ موجود ہیں جو امتِ مسلمہ کی روحانی علمی راہنمائی تربیت کرر رہے ہیں۔ آج مختلف خانقاہیں تصوّف کی علمی، فکری اور درخشندہ روایات کا احیاء کر رہی ہیں۔ مختلف خانقاہی مراکز جدید و قدیم علوم کا حسین امتزاج لے کر قوم کی فکری تربیت میں مصروفِ عمل ہیں، جو کہ "دیر آید درست آید" کہ مصداق اپنی جگہ ایک اچھی تعمیری اور مثبت سر گرمی ہے۔ ظاہری بات ہے شریعت و طریقت اور دین و دنیا کے تقاضوں کے مطابق استوار ہونے والا خانقاہی نظام ہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی( متوفی 1239ھ)، حضرت شیخ احمد سرہندی( متوفی 1034ھ)، امام غزالی (متوفی 505ھ) کے نظریات وافکار کا نمائندہ خانقاہی نظام ہو گا۔ جس کے احیاء سے معاشرے میں مثبت اور تعمیری تبدیلی آئے گی۔

---

(37) بُخاری، سید اسرار، مقدمہ کتاب اللمع فی التصوّف، تصوّف فاؤنڈیشن لاہور 2002ء، ص: 12

# 3۔ سلاسل طریقت

خانقاہی نظام میں سلاسل طریقت کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو ہے۔ سلاسل طریقت کے فروغ سے ہی خانقاہی نظام نے فروغ پایا ہے اور سلاسل طریقت کی بنیاد پر ہی خانقاہی نظام قائم و دائم ہے۔ وہ سلاسل طریقت جو اگلی نسلوں کو منتقل نہ ہوئے ان کا فروغ نہ ہو سکا۔ وہ نہ چل سکے اور قصہ پارینہ بن کر رہ گئے یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر سلسلہ طریقت، خانقاہی نظام کا نمائندہ سلسلہ نہیں ہے بلکہ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ) نے لکھا ہے کہ "صوفیوں کے بارہ گروہ جن میں دو گروہ مردود ہو چکے ہیں اور دس مقبول ہیں ان مقبول گروہوں میں ایک گروہ محاسبیوں کا ہے دوسرا قصاریوں، تیسرا سیفوریوں، چوتھا جنیدیوں، پانچواں نوریوں، چھٹا سہیلیوں کا، ساتواں حکیمیوں کا، آٹھواں خرازیوں کا، نواں خفیفیوں کا، دسواں ستاریوں کا ہے۔ یہ دسوں گروہ محقق اور اہلسنت و جماعت ہیں لیکن دو گروہ جو مردود ہیں ان میں سے ایک حلولیوں کا جو حلول و امتزاج سے منسوب ہے دوسرا گروہ حلاجیوں کا ہے جو ترک شریعت کے قائل ہیں۔ انہوں نے الحاد کی راہ اختیار کی جس سے وہ ملحد و بے دین ہو گئے[38]۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ) کے فرمان سے درج ذیل باتوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

1۔ ہر سلسلۂ طریقت مقبول اور تصوّف کا نمائندہ نہیں بلکہ دو سلسلے مردود بھی ہیں۔ اس

(38) علی ہجویری، کشف المحجوب، ص:239

وقت مردود اگرچہ کم تھے مگران کا وجود تھا۔

2۔ شیخ نے اُسی سلسلے کو مردود قرار دیا ہے جنہوں نے شریعت مطہرہ کے اصولوں سے انحراف کیا ہے یعنی اصل اتھارٹی قرآن وسنت ہے

قرآن وسُنت کو چھوڑ کر کوئی فرقہ اباحت پسندی اور الحاد پرستی کی طرف جاتا ہے۔ تو جیسے وہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ) کے زمانے میں مردود تھا آج بھی مردود قرار دیا جائے گا۔ اور اس کے اقوال وافکار خانقاہی نظام میں حُجت نہیں بن سکتے۔

3۔ مذکورہ بالا سلاسل میں آج کل کسی کا نام سننے اور پڑھنے میں نہیں ملتا۔ اس کی وجہ ایک اور اسکالر نے لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں " دور تبع تابعین میں مختلف سلاسل طریقت کا آغاز ہوا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. سلسلہ عجمیہ از حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 150ھ)
2. سلسلہ ادھمیہ از حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 150ھ)
3. سلسلہ عیاضیہ از حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 170ھ)
4. سلسلہ کرخیہ از حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 190ھ)
5. سلسلہ محاسبیہ از حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 230ھ)
6. سلسلہ طیفوریہ از حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 240ھ)
7. سلسلہ سقطیہ از حضرت ابوالحسن سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 245ھ)
8. سلسلہ جنیدیہ از حضرت جنید بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 270ھ)
9. سلسلہ نوریہ از حضرت ابوالحسن احمد بن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 280ھ)

یہ سلاسل طریقت بعد میں موجود چار سلسلوں میں مدغم ہو گئے اور آج ان کی شہرت پس

منظر میں چلی گئی[39]۔

جب یہ تمام سلاسل چار سلاسل (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں مدغم ہوگئے تو ان کی مقبولیت عامہ بھی فقہی مذاہب (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ) جیسی ہوگئی ہے۔ عرب و عجم میں اب جہاں بھی خانقاہی نظام پایا جاتا ہے تو ان چار بڑے سلاسل کا ہی پایا جاتا ہے اور کتابوں میں تذکرہ بھی زیادہ تر انہی کا ملتا ہے۔ ایک اسکالر ڈاکٹر غلام قادر لون لکھتے ہیں " سلاسل تصوّف میں صرف بڑے بڑے سلسلوں کے بارہ میں مکمل تفصیلات ملتی ہیں۔ بیشتر سلسلوں کے بارے میں کم کام کیا گیا ہے[40]" البتہ اگر کہیں شاذ و نادر دوسرے سلاسل بھی ہوں تو بہت کم ہیں۔

## 1۔ سلسلہ چشتیہ:

"سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 329ھ) سے شروع ہوا۔ آپ ملک شام سے بغداد میں حضرت خواجہ علی دینوری کی خدمت میں مرید ہونے کی نسبت سے حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا کیا نام ہے؟ عرض کیا ابو اسحٰق شامی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا آج سے تم چشتی کہلاؤ گے۔ تم خواجہ چشت ہو۔ چشت تمہاری وجہ سے مشہور ہوگا"[41]

چشت خراسان کے مشہور شہر کا نام ہے وہاں کچھ بزرگان دین نے روحانی اصلاح و تربیت کا ایک بڑا مرکز قائم کیا اس کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور وہ نظام اس مقام کی نسبت سے

---

(39) ضیاء الحسن، فاروقی آئینہ تصوّف، ص: 95

(40) لون، غلام قادر، ڈاکٹر مطالعہ تصوّف، امن پبلی کیشنز لاہور 2010ء، ص: 124

(41) عبدالرحمٰن چشتی شیخ، مراۃ الاسرار، اردو ترجمہ واجد بخش سیال، فیصل ناشران لاہور، س ن، ص: 71

چشتیہ سلسلہ کہلانے لگا(42)۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633ھ) کا وصال 633ھ میں ہوا۔ آپ نے مرکز کفر میں چشتیہ سلسلہ کا جو پودا لگایا تھا، اُس نے بڑے برگ و بار دیئے اور چند برسوں میں برصغیر کے اس سرے سے، اُس سرے تک اس کا اثر و نفوذ پھیلتا چلا گیا۔ اس سلسلے کے بزرگوں کی خانقاہیں اکناف ہند میں قائم ہوئیں جہاں طالبین ذکر الٰہی سے فضاؤں کو مُعطر اور مُنور کرتے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (متوفی 633ھ)، رحمۃ اللہ علیہ فرید الدین مسعود گنج شکر (متوفی 670ھ) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ نظام الدین اؤلیا محبوب الٰہی (متوفی 725ھ) قدسِ اسرارھم اجمعین کے دور مبارک میں مکارم اخلاق اور نسبت عشق کی تجلیات نے تاریک دلوں میں اُجالا کیا۔ سلسلہ چشتیہ کا اختصاص نسبت عشق کا فروغ ہے۔ جس کو وہ ذکر مفرد کی کثرت اور تصور ذات کے انہماک سے حاصل کرتے ہیں(43)۔

چشتیہ سلسلہ کی ایک اور خصوصیت بھی ہے اور وہ نفسانی بصیرت کی اعلیٰ استعداد ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح سہر وردیہ اور نقشبندیہ سلاسل میں سلوک کا ایک معیّن نصاب ہے۔ سلسلہ چشتیہ میں کوئی معیّن نصاب نہیں ہے بلکہ یہاں انفرادی طریق علاج سے اصلاح و تربیت کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ البتہ جہاں تک محرّک کا تعلق ہے اس سلسلے میں عشق الٰہی کو سلوک کا محرک بنایا جاتا ہے(44)۔ حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی (متوفی 633ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت ممشاد دنّوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان

---

(42) خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص: 159

(43) لطف اللہ پروفیسر، تصوّف اور سریت تقابلی مطالعہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ 2 کلب روڈ لاہور، ص: 216

(44) ایضا، ص: 217

کے مطابق چشت میں قیام فرمایا آپ کے بعد آپ کے مرید حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ جو بر صغیر پاک وہند میں سلسلہ چشتیہ کے امام الطریق ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کو مشہور و معروف کرنے اور خانقاہی نظام میں اسکو رائج کرنے میں خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633ھ) کا ہی زیادہ کردار ہے جیسا کہ وہ خلیق احمد نظامی صاحب نے لکھا ہے "حقیقت یہ ہے کہ چشتیہ سلسلہ کو ہندوستان میں جاری کرنے کا شرف انھی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633) کو ہی حاصل ہوا۔ وہ پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنا کر تبلیغ واشاعت کا کام شروع کر دیا[45]۔

## 2۔ سلسلہ قادریہ:

یہ سلسلہ مبارکہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ) سے منسوب ہے۔ حضرت شیخ نے اپنی زندگی میں ہی اصلاح تربیت کا نہایت اعلیٰ نظام قائم کر دیا تھا۔ اپنے خلفاء کو دُور دُور تبلیغ واشاعت کے لئے بھیجتے تھے[46]۔ آپ کی مساعی جمیلہ کی ایک ذات جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ "آپ (عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ) مشہور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں۔ بلکہ اس فن کی ترتیب وتدوین کا سہرا بھی آپ ہی کے سر پر ہے۔ آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقے سے فائدہ اُٹھا کر ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے آپ کے بعد آپکے مخلص خلفاء اور با عظمت اہل سلسلہ

(45) خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص: 165
(46) خلیق نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص: 155

نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا سلسلہ جاری رکھا۔ جن سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ حضر موت، یمن، ہندوستان، سماٹرا اور افریقہ کے بر اعظم میں لاکھوں آدمیوں کے تکمیل ایمان اور لاکھوں غیر مسلموں کے قبول اسلام کا ذریعہ بنا"[47]۔ "سلسلہ قادریہ میں رضائے الٰہی کی طلب کے لئے ذکر پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ یہ ذکر بالقلب بھی ہوتا ہے اور باللّسان بھی۔ اسی کو ذکر قلبی اور ذکر لسانی بھی کہتے ہیں۔ نسبت فاروقی کا ظہور اور ذکر پر توجہ سلسلہ قادریہ کے اختصاصات ہیں"[48]۔ سلاسلِ تصوف میں سلسلۂ قادریہ سب سے قدیم اور دسب سے زیادہ مشہور و مستند سلسلۂ روحانیت مانا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں پیروکار پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ترکی، بلقان کے علاوہ مشرقی اور مغربی افریقہ میں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں کئی معروف علماء اور صوفی بزرگ اس سلسلہ سے متعلق ہیں۔

## 3۔ سلسلہ سہروردیہ:

"بزرگانِ سہروردیہ میں نسبت عثمانی کا ظہور ہے لہٰذا اس طریقے میں عبادت اور تعمیر اوقات کی طرف بڑا التفات ہے کیوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (متوفی 35ھ) میں کمال اقربیت بسب وظائف طاعات کے بہت ہے اور نسبت آپ کی نوحی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کم ہُوا اور اُمّت نے ایذا پہنچائی تھی۔ حضرت عثمان رضی

(47) ندوی، ابوالحسن علی، تزکیہ واحسان، تعارف وتصوّف وسلوک، مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی، ص: 49

(48) لطف اللہ، تصوّف اور سرّیّت تقابلی مطالعہ، ص: 219

اللہ عنہ (متوفی 35ھ) بھی مظلوم شہید ہوئے اور طریقہ سہر وردیہ کا رواج بھی بہت کم ہے۔ ان تفصیلات کا خاصہ یہ ہے کہ نسبت عثمانی کا ظہور ذکر قلبی، توبہ اور معین اسباق کی تعلیم سلسلہ سہر وردیہ کا اختصاص ہے"[49]۔

یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ سہر وردی (متوفی 632ھ) سے منسوب ہے۔ آپ شافعی المذہب عالم دین تھے۔ تصوّف کی تربیت چچا ابو نجیب سہر وردی اور عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ) سے پائی۔ عوارف المعارف آپ کی مشہور تصنیف ہے جو علم تصوّف پر اعلیٰ ترین تصنیف تسلیم کی جاتی ہے۔ چشتی سلسلہ سے منسلک خانقاہوں میں بھی عوارف المعارف پڑھائی جاتی ہے۔ مشہور فارسی شاعر و ادیب سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 691ھ) آپ کے مرید تھے۔

برصغیر پاک وہند میں آپ کا سلسلہ آپ کے خلیفہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے پھیلا۔ دیگر سلاسل کی مانند سلسلہ سہر وردیہ میں بھی ذکر پر زیادہ توجہ ہے۔ یہاں اذکار میں ذکر قلبی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ علاوہ ازیں یہاں اسباق ہیں جو طالب کو تعلیم کئے جاتے ہیں[50]۔

## 4۔ سلسلہ نقشبندیہ:

اس سلسلے کا ظہور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 791ھ) اور آپ کے متبعین سے ہوا۔ آپ حضرت امیر سید امیر علی کلاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 772ھ) کے

---

(49) ایضا، ص: 221

(50) لطف اللہ، تصوّف اور سریت تقابلی مطالعہ، ص: 219،220

مرید اور خلیفہ ہیں۔ وہ خواجہ سماسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 755ھ) کے[51]۔

حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 791ھ) ظاہر و باطن سنوارنے میں بلند شان رکھتے تھے۔ مریدوں کی تربیت میں قدرت کمال رکھتے تھے۔ تھوڑی سی توجہ سے لوگوں کو عالم سفلی سے عالم علوی میں پہنچا دیتے تھے۔ اس سلسلہ عالیہ میں اکثر اکمل اؤلیاء اللہ کا ظہور ہوا ہے[52]۔ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے کہ

"اکبر کے عہد حکومت میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1012ھ) نے نقشبندیہ سلسلہ ہندوستان میں قائم کیا۔ اُن کے عزیز مرید شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1034ھ) نے اس کو مقبول عام بنا دیا اور اُن کے خلفاء نے اس کے اثرات دُور دُور پہنچائے۔ بعد میں یہ سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے نام سے مشہور ہو گیا"[53]۔

قدامت کے اعتبار سے یہ سلسلہ سب سے پُرانا ہے یہ سلسلہ ترکستان میں قائم ہوا۔ اس کے سب زیادہ مشہور بزرگ خواجہ محمد اتالیسوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1034ھ) ہیں جو ترکستان کے شہر میساۃ میں رہتے تھے۔ ہندوستان میں نقشبندی سلسلہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1034ھ) کی وجہ سے مشہور ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں ذکر قلبی اور ذکر لسانی خفی رائج ہے علاوہ ازیں اس سلسلے میں تکمیل سلوک کے متعین اسباق ہیں اور اسکا باقاعدہ نصاب ہے جو شیخ کی راہنمائی میں مکمل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے کی اصطلاحات

---

(51) عبدالرحمٰن چشتی، مراۃ الاسرار، ص: 79

(52) ایضا، ص: 80

(53) خلیق نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص: 158

درج ذیل ہیں۔

## ہوش دَر دم:

ہر سانس میں ہوشیار رہنا یعنی کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی نہ ہو اور نہ اس کی معصیت میں گزرے۔

نظر بر قدم: چلنے پھرنے میں اپنی نظر نیچی کر کے پیروں پر نگاہ رکھے۔ ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ آس پاس کی چیزوں کی طرف توجہ ہونے سے توجہ الیٰ اللہ میں خلل پڑتا ہے اور خیالات منتشر ہوتے ہیں۔

سفر در وطن: آدمی صفات بشریہ اور اخلاق رزیلہ کو ترک کر کے صفات ملائکہ فرشتوں کی صفات اور اخلاق فاضلہ حاصل کرے یعنی طلب جاہ ومال حسد، بُغض و کینہ و خود پسندی اور تکبر وغیرہ سے دل کو پاک کرے کیونکہ جب تک یہ اخلاق رزیلہ دل میں ہوں گے دل پاک نہیں ہو سکتا۔

خلوت در انجمن: لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اپنے وطن اصلی (دل) کی طرف متوجہ رہنا اور اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا۔

(یاد کرون): اپنے دل کی طرف متوجہ ہونا اور خیال کرنا کہ قلب سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔

بازگشت: تھوڑے تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرنا

نگہداشت: ذکر سے جو کیفیت پیدا ہوا اسی کو قائم رکھنا اور خطرات وساوس سے اپنے قلب کو بچانا

یادداشت: ذکر کی اس قدر مشق کرنا کہ بے ارادہ و بے اختیار دل سے اللہ اللہ نکلے گا۔[54]

---

(54) امان اللہ بھٹی، اسلام اور خانقاہی نظام، ص 66،67

سلسلہ نقشبندیہ یروحانیت کے مشہور سلاسل میں سے ہے،اس سلسلے کے پیروکار نقشبندی کہلاتے ہیں جو پاکستان، بھارت کے علاوہ وسطِ ایشیااور ترکی میں کثیر تعداد میں آباد ہیں۔

## 3سلاسل طریقت کے چند توجہ طلب پہلو

سلاسل طریقت خانقاہی نظام کا روشن باب ہے یہاں پر چندامور توجہ طلب ہیں:

1۔خانقاہی نظام میں مختلف سلاسل مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ پائے جاتے ہیں اور "ہر سلسلہ میں ارادت، بیعت، تعلیم و تربیت،ذکر واذکار اور معاشرے کے طور طریقے دوسرے سلسلوں سے مختلف ہوتے ہیں"۔[55]

2۔ مقصد پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مقصود یعنی تزکیہ نفس اصلاح انسانی اور فلاح معاشرہ تمام سلاسل کا مقصود ہے۔ جیسے آرمی، نیوی، ائیر فورس کا اسلحہ، یونیفارم، رنگ اور انداز مختلف ہوتا ہے مگر مقصود دفاع وطن اور سالمیت وطن ہوتا ہے۔دوسری بات یہ ہے تمام سلاسل اس امر پر متحد ہیں کہ سالک کا اصل مطلوب حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضااور خوشنودی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ تمام سلاسل نبی کریم ﷺ کی اتباع و اطاعت کو ہر حال میں لازم قرار دیتے ہیں۔یعنی شریعت محمدی ﷺ پر تمام سلاسل متفق ہیں۔

3۔سلاسل طریقت میں ایک بات اہم ہے کہ سلاسل طریقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی 40ھ) سے شروع ہوتے ہیں۔ماسوائے سلسلہ نقشبندیہ کے وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (متوفی 13ھ) سے شروع ہوتا ہے۔

---

(55)غلام قادر لون، مطالعہ تصوّف،، ص125

"حضرت علی رضی اللہ عنہ (متوفی 40ھ) کے مقام کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دیار ہند و وایران، توران، ترکستان، بدخشاں، بلخ، بخارا، سمر قند، خراسان، فارس، عراق، گیلان، بغداد، روم، ماوراء النہار عرب کے تمام لوگ اپنا سلسلہ طریقت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ (متوفی 40ھ) تک پہنچاتے ہیں ان میں سے بعض آئمہ اہل بیت کی وساطت سے اور بعض رئیس التابعین حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 110ھ) کے واسطے سے، حضرت کمیل ابن زیاد کے واسطے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ (متوفی 40ھ) کے ساتھ لوگ اپنا سلسلہ طریقت جوڑتے ہیں۔ بڑے بڑے سلاسل (سلسلہ سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 270ھ) کی وساطت سے رسول اللہ ﷺ تک اس طرح پہنچائے جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تصوف دین کے دوسرے شعبوں کی طرح ایک شعبہ ہے۔ جس طرح دوسرے شعبوں میں بعض غلط لوگ موجود ہونے کی وجہ سے اسے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، ٹھیک اسی طرح تصوف میں بعض غلط عقائد والے لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے صحیح عقائد والے صوفیوں پر اعتراض کرنا نامناسب ہے۔اس کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی ہو چکی ہے۔ دیگر علوم و فنون کی طرح تصوف و طریقت کے میدان میں بھی کچھ اشخاص نے جدوجہد کی تو مختلف مکاتبِ فکر تشکیل پائے، انہی مکاتب فکر کو سلاسل کہتے ہیں ۔تصوف کے مشہور سلسلے چار (نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ) ہیں، جب کہ اس کے غیر مشہور سلسلے کئی ہیں۔کافی تلاش کے بعد اس مضمون کچھ غیر مشہور سلسلوں کو جمع کیا گیا ہے۔جو کہ عموما بڑے بڑے صوفیہ اور نیک لوگوں کو منسوب ہیں۔ان سلسلوں میں سلسلہ اباحیہ، سلسلہ حلال حوریہ، سلسلہ حلمانیہ، سلسلہ

رفاعیہ اور سلسلہ حلولیہ کو علمائے شریعت نے ناجائز اور غیر شرعی قرار دیا ہے، جب کہ باقی سارے سلسلے جائز ہیں۔ان سلاسل کے عدم شہرت کی وجوہات میں سے ایک وجہ ان سلسلوں کے پیروکاروں کی کمی تھی، جب کہ دوسری وجہ بعض سلسلوں کی تعلیمات اور اسباق میں سختی اور مشقتیں تھیں، جن کی وجہ سے لوگ زیادہ وقت کے لئے ان پر کاربند نہ ہو سکے۔ان سلاسل کے علاوہ اور سلسلوں کے امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ سلسلے جس شکل میں بھی ہوں، انہیں قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔

## 4۔ خانقاہی نظام کی تعلیمات (56)

خانقاہی نظام کی تعلیمات خانقاہی نظام کی رُوح اور اصل ہیں۔ اوْلیائے کاملین کی تعلیمات سے ہی ایک سرکش اور باغی انسان سُدھر کر، اپنا آپ سنوار کر ایسا سعادت مند پیکر بن جاتا ہے کہ فرشتوں کو بھی اُس پر رشک آتا ہے۔ بدقسمتی سے آج کل جس شعبے کو زیادہ نظر انداز کیا جارہا ہے وہ خانقاہی نظام کی تعلیمات ہیں۔ اوْلیائے کاملین کے ماننے والے اور ان سے عقیدت کا دم بھرنے والے اُن کی تعلیمات نہیں پڑھتے مثلاً قادریہ سلسلہ کے ماننے والے بہت ہی کم ایسے افراد ہوں گے، جو سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ) کی کتب غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب وغیرہ کا مطالعہ رکھتے ہوں گے۔ ایسے نقشبندی بھی آٹے میں نمک کے برابر ہیں جو امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1034ھ) کے مکتوبات شریف کا مطالعہ کر چکے ہیں یہی حال دوسرے سلاسل کا بھی ہے۔

---

(56) صوفیہ کرام کی تعلیمات حقیقت میں قرآن وسُنت کی تشریحات ہیں جو کہ اسلام کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ان تعلیمات کے مطالعہ سے رُوح کو پاکیزگی اور فکر کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے س میں نے یہاں صرف بطور مُشتے از خروارے چند تعلیمات نقل کی ہیں وگرنہ اصل تعلیمات کے لئے کئی کئی دفتر درکار ہیں۔ صوفیہ کرام کی تعلیمات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مُفید رہے گا۔

| | | |
|---|---|---|
| 1۔ کشف المحجوب | حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ | (متوفی465ھ) |
| 2۔ رسالہ قشیریہ | امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ | (متوفی465ھ) |
| 3۔ احیاء العلوم | امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ | (متوفی505ھ) |
| 4۔ عوارف المعارف | شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ | (متوفی633ھ) |
| 5۔ نفحات الانس | شیخ عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ | (متوفی898ھ) |
| 6۔ قوت القلوب | شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ | (متوفی386ھ) |

کُتب بینی اور مطالعہ کی عادت نہ ہونے کی بناء پر اوٗلیائے کاملین کی تعلیمات کا ابلاغ عوام تو عوام خواص پر بھی کماحقہ نہیں ہو رہا۔ ان اوٗلیاء کی تعلیمات میں ایک رکاوٹ وہ جاہل لوگ ہیں جیسا کہ ماضی قریب کے ایک صوفی سید نصیر الدین نصیر رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں:

"میں نے بطور خاص اس معاملے میں بہت غور کیا کہ جن صُوفیہ نے ساری زندگی توحید کا درس دیا اور جن کے مواعظ و تحریرات آج کتابی صورت میں ہمارے پاس موجود بھی ہیں، آخر اُن سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے اُن کی تعلیمات کو نظر انداز کیوں کر دیا؟ اور تعلیمات عالیہ میں شک و شبہ کا اظہار کیوں کرنے لگے؟ بہت سوچ بچار کے بعد ذہن اس نتیجے پر پہنچا کہ ایسے باخُدا مشائخ جو بلا شُبہ انبیاء کے نائبین بھی تھے،

انہوں نے اپنی تبلیغی مساعی کو اپنے لئے ذریعہ آمدنی نہیں بنایا اور نہ ہی محض دوکانداری چمکانے کے لئے خانقاہیں بنائیں یہ لوگ انبیاء کے خلوص، حُسنِ نیت اور علم و عمل کے بجا طور پر وارث تھے، اس لئے اُنہیں یہ اندیشہ کبھی لاحق نہیں ہوا کہ اگر انہوں نے توحید کی طرف بُلانے میں یہی طریقہ اپنائے رکھا تو لوگ اُنہیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائیں گے چونکہ اُن کا مُدعیٰ ہی یہ تھا کہ خلقِ خُدا اپنے اند حقیقی مالک سے کُلی رابطہ کرنے کا شعور پیدا کرے۔ اس لئے جب وہ اپنے کسی مرید کو دیکھتے کہ وہ اپنی تمام حوائج میں اللہ کی طرف انابت رکھتا ہے تو وہ بے حد خوش ہوتے کہ انہوں نے اپنی کوششوں کا پھل پالیا ہے"[(57)]۔

تصوّف کی تعلیمات کا فروغ اس لیے بھی ضروری ہے آج معاشرے میں جتنی ضرورت اچھے انسان پیدا کرنے کی ہے اس سے قبل اتنی ضرورت نہ ہو گی۔ آج اچھے جرنیل،

---

(57) جیلانی، عبدالقادر شیخ جواہر توحید فی تعلیمات غوثیہ، مہریہ غوثیہ پبلیشرز گولڑہ شریف اسلام آباد، ص: 10

سیاستدان، ڈاکٹر، ادیب، خطیب، شاعر وغیرہ تو مل جاتے ہیں مگر ایسے انسانوں کا فُقدان ہے جن میں تقویٰ، اخلاص، مروّت، صبر و قنوت، انکساری، بذل و سخا، سوز و گداز، عفوو در گزر، للّٰھیت، قناعت، صدق، سادگی توکل اور تسلیم و رضا کے اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے ہوں خانقاہی نظام کی تعلیمات اور تربیت سے ہی ایسے سعادت مند پیکر تیار ہوتے ہیں۔

مختلف علوم و فنون پر جب ہزاروں کتابیں لکھی جانے لگیں اور لکھی گئیں لیکن اُن کا انسانی اخلاق سے براہِ راست کوئی تعلق نہ تھا زیادہ سے زیادہ اُنہیں دادِ تحقیق ہی دی جاسکتی تھی۔ تو صوفیہ نے اسے عبث سمجھتے ہوئے لوگوں کو ہدایت کے بنیادی سرچشموں یعنی قرآن و حدیث کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ ایک محقق جب کتاب لکھتا تو ان مسائل کی تحقیق جُستجو کرتا مثلا، جبر و قدر، خلق قرآن، ملائکہ اور جنات کا وجود، جن کی ماہیت، رفع عیسیٰ، ولادتِ مسیح اور ایسے ہی دیگر مسائل لیکن صوفیہ نے اس مسائل کے مقابلے میں توبہ، انابت، زہد و ورع، خشوع و خضوع، تسلیم و رضا، صبر و شکر و توکل علی اللہ، عجز و انکسار، فقر و قناعت، عزت و استقامت، ایثار و اخلاص، صدق و صفاء خوف و خشیت اور حکمت و بصیرت ایسے مضامین کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا اب یہ ہر معقول شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ انسانیت کو کن مضامین اور ایک معیاری انسان بننے کے لئے کن مسائل کی ضرورت ہے۔"(58)

صوفیائے کاملین کی اصل تعلیمات تو اُن کی کُتب میں ہیں۔ نمونے کے طور پر چند تعلیمات نقل کی جاتی ہیں۔

---

(58) گیلانی، خورشید احمد روحِ تصوّف، خورشید گیلانی ٹرسٹ لاہور 2001ء، ص: 141، 142

## 1)۔توبہ کی اہمیت

حضرت امام غزالی رحمۃاللہ علیہ (متوفی 505ھ) فرماتے ہیں:

"اے عبادت کے طالب تجھ پر عبادت میں مشغول ہونے سے پہلے اپنے گُناہوں سے توبہ کرنالازم ہےاور یہ دووجہ سے لازم ہے ایک تواس لئے تاکہ توبہ کے باعث تُمہیں طاعت و عبادت کی توفیق نصیب ہو کیونکہ گناہوں کی نحوست بندے کواطاعات وعبادات بجالانے سے محروم کر دیتی ہے اوراس پر ذلت ورسوائی مسلط کر دیتی ہے۔یقین جانو گناہ ایسی زنجیر ہے ،جو بندے کو طاعات و نیکی کی طرف چلنے سے روک دیتی ہے۔ گناہوں کے ہوتے ہوئے امور خیر میں جلدی نہیں ہو سکتی کیونکہ گناہوں کا ثقل اور بوجھ نیکیوں کے سکون کو پیدا نہیں ہونے دیتا، اور نہ ہی طاعات میں خُوشی و نشاط پیدا ہونے دیتا ہے اور گناہوں پر اصرار اوراڑے رہنا دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔اس طرح انسان قساوتِ قلبی اور گناہوں کی تاریکیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے نہ اس میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے نہ ہی دِل کا تزکیہ اور نہ ہی عبادت میں لذت وحلاوت پیدا ہو سکتی ہے۔

جو شخص گناہوں سے تائب نہیں ہو گا۔اگر خُدا کا فضل اس کے شاملِ حال نہ ہُوا تو رفتہ رفتہ یہ گناہ اُسے کُفر تک پہنچادیں گے۔ایسے شخص پر شقاوت وبد بختی غالب آجائے گی تو ایسے شخص پر تعجب ہے کہ اس نحوست وقساوت کے ہوتے ہوئے اُسے طاعاتِ الٰہی کی توفیق کس طرح مل سکتی ہے؟اور گناہوں پر اَڑنے والا شخص طاعاتِ خداوندی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟اسی طرح جو شخص گناہوں کی گندگی اور پلیدی سے آلودہ ہو وہ اللہ تعالٰی کی مُناجات کا قُرب کیسے حاصل کر سکتا ہے؟"

جھوٹ، غیبت کے ہوتے ہوئے زبان ذکرِ الٰہی کے لائق کیسے ہو سکتی ہے؟۔اس لئے گناہوں پر اصرار کرنے والے آدمی کو نیک کام کی توفیق ملنا بہت مشکل ہے نہ ہی عبادت کرتے وقت ایسے شخص کے اعضاء میں چُستی اور سکون پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص اگر کچھ ٹوٹی پھوٹی عبادت کرے گا تو وہ بھی مُشقت کے ساتھ ایسی عبادت میں لذت و صفائی وغیرہ کچھ نہ ہو گی یہ سب کچھ گناہوں کی نحوست اور ترک توبہ سے ہو گا۔اس شخص نے سچ فرمایا ہے جس نے کہا ہے کہ اگر تُو رات کو نمازِ تہجد پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے کی قُوّت نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تُو منحوس ہو چکا ہے اور معاصی کی نحوست مجھ پر مسلط ہو چکی ہے۔

توبہ کے ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بغیر توبہ کے عبادات قبول نہیں ہوتیں۔ جس طرح قرض خواہ کا قرض ادا کرنے سے پہلے اس کے سامنے ہدیے اور تحفے کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ انہیں قبول کرتا ہے۔اسی طرح پہلے گناہوں سے توبہ لازم ہے اُس کے بعد عام عبادات نافلہ ہیں۔اسی طرح جب فرائض کسی کے ذمہ لازم ہوں تو اس کے نوافل وغیرہ کیسے قبول ہو سکتے ہیں؟۔ یوں ہی اگر کوئی شخص حرام و ممنوع کام ترک نہ کرے مگر مُباح و حلال اشیاء میں پرہیز کرے تو اس کا ایسا پرہیز کیا وقعت رکھ سکتا ہے؟"(59)

## 2)۔ موت کی یاد

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 505ھ) فرماتے ہیں:

"معلوم ہونا چاہیے کہ موت ایک امرِ عظیم اور گراں بار ہے اور خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

---

(59) غزالی، امام ابو حامد محمد بن محمد، منہاج العابدین، حفیظ بکڈپو اردو بازار دہلی دسمبر 1973ء، ص: 34، 35

اکثر لوگ موت سے بے خبر ہیں اگر کبھی یاد بھی کرتے ہیں تو ان کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ دُنیا کے کاموں کا خیال اس قدر ہوتا ہے کہ کسی دوسری بات کی وہاں گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ لوگ خُدا کے ذکر سے کبھی حلاوت اور لذت نہیں پاتے۔ پس اس کی تدبیر یہ ہے کہ آدمی گوشہ نشین ہو کر ایک ساعت کے لئے اپنے دل کو دنیاوی خیالات سے الگ تھلگ رکھے۔ اُس شخص کی طرح جس کو ایک جنگل طے کرنا ضروری ہوتا ہے تو اُس کی تدبیر میں وہ اس طرح منہمک ہوتا ہے کہ دل دوسری چیزوں سے فارغ رہتا ہے۔ پس یہ خلوت نشین اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ موت عنقریب آنے والی ہے ممکن ہے کہ میں آج ہی مر جاؤں۔ اگر کوئی شخص تم سے کہے کہ تُم اس اندھیرے اور تاریک بالا خانہ پر جاؤ تم کو یہ معلوم نہیں کہ راہ میں کوئی غار ہے یا اس کے راستے میں کوئی پتھر رکھا ہوا یا کچھ خطرہ ہے تو اس صورت میں یقیناً تم ہراساں ہو گے۔ پس اب خیال کرو کہ موت کے بعد تُمہارا کیا حال ہو گا؟ اور قبر کی سختی بھی کچھ کم نہیں ہے تو پھر اس بات سے بے فکر رہنا کس طرح بجا ہو سکتا ہے پس مناسب اور بہتر یہی ہے کہ اپنے ان دوست احباب کو یاد کرو جو مر چکے ہیں اور اُن کی صُورتوں کو پیشِ نظر رکھو اور خیال کرو کہ دُنیا میں کس کرّوفرّ سے رہتے تھے اور کس قدر ان کے دل مسرور رہتے تھے۔ اور وہ موت سے بے خبر تھے۔ پس ناگاہ عین بے خبری کے عالم میں موت آئی اور اُن کے اعضاء کس طرح گل سڑ گئے ہوں گے اور کیڑوں نے ان کے ناک، مُنہ، کان اور گوشت پوست کا کھالیا ہو گا اور مٹی میں مل گئے ہوں گے۔ اب ان کے ورثاء ان کے مال تقسیم کر کے مزے سے کھا رہے ہوں گے۔ ان کی بیویاں دوسرے خاوندوں کے ساتھ عیش کر رہی ہوں گی اور پہلے شوہروں کو بھول چکی ہیں پس اپنے ہر ایک گزرے ہوئے یار آشنا کو یاد کرے اور ان کی تفریحات، ہنسی، دل لگی اور

غفلت اور بڑی بڑی امیدوں اور آرزوؤں میں ان کا مشغول رہنا یاد کرے کہ وہ جن کاموں میں مشغول رہتے تھے وہ بیس بیس سال میں بھی تمام نہیں ہو سکتے تھے اور ان کاموں میں کیسی کیسی تکالیف اُٹھاتے تھے۔

ان کا کفن دھوبی کے گھاٹ پر دھویا گیا تھا اور اُن کو اس کی بالکل خبر نہیں تھی۔ پس اپنے دِل سے کہے کہ میں بھی ان کے مانند ہوں اور میری حِرص و غفلت ان سے کچھ کم نہیں یہ تو تُمہاری خوش نصیبی ہے کہ یہ لوگ تم سے پہلے مر گئے تاکہ تم کو ان کے حال سے عبرت حاصل ہو۔(60)

## 3)۔اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کی اطاعت:

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ) فرماتے ہیں:

"سُنت کی پیروی کرو، بدعات سے احتراز کرو، خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں مشغول رہو اور اس کے احکام سے رو گردانی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کو یکتا جانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ہر ناپسندیدہ فعل اور نقص سے اسے پاک جانو اور بارگاہِ الوہیت و حمدیت کے نامناسب باتیں کر کے اُس پر بہتان طرازی نہ کرو۔ دین اسلام کی حقانیت پر یقین رکھو۔ اور شک و شُبہ میں نہ پڑو۔ مصائب و آلام پر صبر کرو اور گھبراؤ نہیں۔ ثابت قدم رہو اور راہِ فرار اختیار نہ کرو۔ خدا سے سوال کرنے کو بُرا نہ سمجھو اور پریشان نہ ہو۔ قبولیتِ دعا اور عطا کا اثر ظاہر ہونے کے وقت کے منتظر رہو امید رکھو

---

(60) غزالی ،ابو حامد ،محمد بن محمد کیمیائے سعادت ،پروگریسو بکس اردو بازار لاہور ، 1999ء، ص:867،868

اور مایوس نہ ہو باہم بھائی بھائی بن کر رہو اور دشمن نہ بنو۔ خُدا کی بندگی کی خاطر اکٹھے رہو اور جماعت سے نہ نکلو۔ خدا کی رضا کی خاطر آپس میں محبت رکھو اور نفس کی خاطر بُغض و عداوت نہ رکھو۔ گناہوں سے مکمل پرہیز کرو۔ اور خود کو ان کے ساتھ آلودہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خود کو آراستہ کرو، اس کی طرف متوجہ رہنے سے اعراض نہ کرو اور گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت چھوڑنے میں تاخیر نہ کرو"(61)

## 4)۔ حُسنِ معاشرت:

حضرت امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 243ھ) نے مختصر مگر پُر اثر اور انتہائی جامع تعلیمات عطا فرمائی ہیں، فرماتے ہیں:

" پس (اے طالب خیر) تو اپنے حال کی اصلاح میں مشغول ہو جا، اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے رکھ، شبہات سے پرہیز کر، لوگوں کے پاس اپنی حاجتیں کم سے کم پیش کیا کر، اُن کے لئے وہی بات پسند کر جو بات تُو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جو چیز تُو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اُسے دوسروں کے لئے بھی ناپسند کر، اسی طرح کسی گناہ کو ہلکا نہ جاننا، اپنے کسی راز کو ظاہر نہ کرنا، اپنے نفس کو بُرائی کا مشورہ نہ دینا، کسی گناہ پر اصرار نہ کرنا خواہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو ہر حالت میں اللہ عزوجل سے مدد طلب کرنا، ہر حالت میں اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے رکھنا اور ہر معاملے میں اس کی ذات پر توکل کرنا، نام و نمود کو چھوڑ کر گمنامی اختیار کر، ہمیشہ اللہ عزوجل کا شُکر ادا کر، استغفار کی کثرت کر، غور و فکر کر کے

---

(61) جیلانی، عبدالقادر شیخ سید، فتوح الغیب، مقالہ ثانیہ، اردو ترجمہ، ظہور احمد جلالی، صفہ اکیڈمی لاہور، 2000ء، ص:30،31،32

عبرت حاصل کر، علم کی وجہ سے فتنوں میں واقع ہونے کے لئے تیار رہ، عجلت کی جگہوں میں میانہ روی اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ میں تجھ پر حُسنِ ادب لازمی ہے۔
اپنے نفس کی وجہ سے لوگوں پر غصہ نہ کرو بلکہ اللہ عزوجل کے لئے اپنے نفس پر غُصہ کرو، کسی کو بُرائی کے ساتھ بدلہ نہ دے کسی جاہل کی مدح و تعریف نہ کر اور اپنے لئے بھی مدح و تعریف پسند نہ کر، سننے میں کمی کر، مزاح سے پہلو تہی اختیار کر، بھوک کو چھپا، پاک دامنی کو شائع کر، باطن میں اللہ عزوجل پر توکل اختیار کر، مایوسی کا شکار ہونے سے پہلو تہی اختیار کر، فقر کو اچھا سمجھ، مصیبت پر صبر کر، اللہ عزوجل کی تقسیم پر راضی رہ، اللہ عزوجل کے وعدہ پر یقین رکھ، اس کی وعید سے خوف رکھ، بقدرِ کفایت سے زیادہ میں تکلف نہ کر، جس کی طلب تیرے ذمہ ہے اس کو ضائع نہ کر، اللہ عزوجل کی ہر عطا میں اس کی طرف محتاج رہ اور اس سے نجات طلب کرنے میں رغبت رکھ۔
(اے طالب ہدایت) جو تجھ پر ظُلم کرے اس کو معاف کر جو تجھے محروم کرے اُسے عطا کر، جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اس پر نرمی کر جو تجھ سے محبت رکھتا ہے، اپنی جان و مال اپنے بھائیوں پر خرچ کر، اپنے دین کے معاملے میں اپنے رب عزوجل کے حقوق کی رعایت کر، کسی بھی نیکی کو اپنی نظر میں بڑا نہ سمجھ، خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ اپنے سرزد ہونے والی بُرائی کو حقیر نہ سمجھ خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔"[62]

---

(62) محاسبی، حارث امام، رسالۃ المسترشدین اردو ترجمہ نُزھۃ المتقین خضر حیات عطاری، شبیر برادرز لاہور 2013ء، ص222،221،220

## خلاصہ بحث:

خانقاہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد ایسی عمارت ہے جو صوفیہ اور درویش لوگوں کی عبادت وریاضت اور ذکر و فکر کے لئے مخصوص ہو یہ خانقاہیں پوری اسلامی دُنیامیں پائی جاتی ہیں۔ عرب ممالک میں خانقاہ کو زاویہ اور تکیہ کہتے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں خانقاہ اور درگاہ کے الفاظ معروف ہیں۔ خانقاہوں کا بنیادی مقصد رُشد وہدایت، اصلاح احوال تزکیہ ٔ نفس اور تصفیہ ٔ باطن ہے۔

اسلام میں خانقاہی زندگی (تصوّف) کا آغاز روزِاول سے ہی ہو گیا تھا حضو نبی کریم ﷺ کی غارِ حرا میں خلوت نشینی، صدقِ مقال، اکلِ حلال، قلتِ منام، تقلیل الطعام، قلیل الکلام سمیت تصوّف کے سارے اُصولوں کی اصلی مصداق ذاتِ رسول ﷺ ہے۔ رمضان شریف میں اعتکاف اور خلوت نشینی، ذکر و فکر، شب بیداریاں، جُود وسخا، عفو وعطا، شرم و حیاسب تصوّف کے اصول ہیں جن پر نبی کریم ﷺ عمل پیرا رہے۔

دارِ ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی تربیت گاہ جہاں حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں مسجد نبوی شریف سے متصل صُفہ کا چبوترہ وہ مدنی دور کی تربیت گاہ تھی۔ اس تربیت گاہ میں مُعلّم کائنات اپنے اصحاب کی تربیت فرماتے، تزکیہ نفس فرماتے، زبان نبوت نے احسان کا بھی تذکرہ فرمایاہے جس سے مراد یقین واستحضار کی خاص کیفیت ہے۔ صحابہ کرام علیھم الرضوان تربیتِ مصطفوی ﷺ کی بدولت احسان کے بلند مراتب پر فائز تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی تربیت کی بدولت وہ تزکیہ نفس کرکے ضبطِ نفس اور تطہیر نفس کے ذریعے مقصدِ زندگی کو پاچکے تھے۔ وہ ذہنی پاکیزگی اور روحانی بالیدگی کے لئے اللہ تعالیٰ اور

اس کے پیارے رسول ﷺ کی بلا مشروط اور کمال درجے کی اطاعت کرتے، شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے، دن کے روزہ دار اور شب بیدار حضرات تھے۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی صحبتِ بابرکت اور ان کی والہانہ اطاعت و محبت نے ان پر روحانی ترقی اور تزکیہ و تطہیر کے دروازے کھول دیئے۔ تعلیمات نبوی ﷺ سے مسلمانوں کے دل پاکیزہ ہو چکے تھے لہٰذا ان کا ہر عمل قرآن و سُنت کا آئینہ دار تھا۔ اصحابِ رسول ﷺ کی صحبت میں رہنے والوں کو تابعین کہا جاتا ہے۔ جو اپنی جگہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ تاہم عہدِ نبوت ﷺ سے دُوری کی بنا پر انفرادی و اجتماعی زندگیوں پر تقویٰ کے اثرات بتدریج کم ہوتے چلے گئے۔ پھر خلافت سے ملوکیت کی تبدیلی نے بڑے دُور رساں اثرات پیدا کیے۔ نو مسلموں کی کثرت اور ان کے غیر اسلامی عقائد کا مسلم معاشرے پر اثر ہوا، روم و ایران کی فتوحات، فتنہ عیسائیت اور دیگر تہذیبی و معاشرتی اثرات نے مسلمانوں کا مزاج بدل دیا، بیت المال کا ذاتی استعمال، حکمرانوں کی عیاشیاں اور شاہ خرچیاں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (متوفی 62ھ) اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (متوفی 61ھ) کی شہادتیں اور کعبہ پر سنگ باری جیسے واقعات نے دین دار طبقے کو حکمرانوں سے بدظن اور متنفر کر دیا ان حالات میں کچھ علماء و صُلحا جو زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے انھوں نے مسلمانوں میں تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ نفس صفائے باطن کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ یہ لوگ عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے لوگ جلد ہی ان کی طرف مائل ہوئے اور اپنی عقیدتوں کا محور ان کو بنالیا۔ پھر تبع تابعین اور تبع تبع تابعین اور بعد کے زمانوں میں یونانی فلسفہ کی یلغار نے تشکیل اور عقل پرستی کو جنم دیا، جس سے اعتزال اور خلق قرآن کے فتنے پیدا ہوئے، معتزلہ اور متکلمین کے شریعت سے متصادم نظریات سامنے آئے، گمراہ فرقے، قرامطہ، اسماعیلیہ، جبریہ، قدریہ نے اپنی تحقیقات و نظریات سے مسلم معاشرے کی

تقدیس کو آلودہ کیا۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اصطلاحات وضع ہوئیں، علوم کی تدوین و ترویج اور اشاعت زوروں پر ہوئی، اپنے فطری اور طبعی میلان کی بنا پر مختلف علوم میں مہارتیں پیدا کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ علم تصوّف کو باقاعدہ علم اور ادارے کی شکل میں متعارف کروایا گیا، کُتب تصانیف کی گئیں۔ صوفیہ نے خانقاہوں میں باقاعدہ شاگرد تیار کئے ان کی تربیت کی اور انسانیت کا جوہرِ قابل بنا کر پیش کیا۔

اس زمانے میں بھی ایسے جامع الصفات اور باکمال داعی و مربی کثیر تعداد میں رہے ہیں جو بندگان خُدا کو نفس و شیطان کے دجل و فریب سے بچاتے رہے۔ روحانی واخلاقی برائیوں کی نشاندہی اور اسکا علاج کرتے رہے۔ ان کی پُرخلوص مساعی جمیلہ سے اللہ تعالیٰ نے قلوب کی مردہ کھیتیوں کو زندہ فرمایا اور روح کے مریضوں کو شفا عطا فرمائی۔ ان مخلص علماء و ربانیین نے بعد میں آنیوالوں کے سینوں کو منور کیا۔ ان کے لئے روشنی کا ھالہ بنے، ان کے تربیت یافتہ اشخاص کی بدولت دنیا کے دُور دراز گوشوں اور طویل و عریض ممالک میں مثلاً ہندوستان، جزائر شرق وہند اور براعظم افریقہ میں وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت ہوئی۔ لاکھوں انسانوں نے ہدایت پائی اور ان کی تربیت نے ایسے مردان کار پیدا کئے، جنھوں نے اپنے عہد میں مسلم معاشرے میں ایمان ویقین اور عمل صالح کی رُوح پھونکی۔ تاریخ کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے قرن ثانی سے لیکر آج تک بلاانقطاع وبلااستثناء ہر دور اور ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے مخلص اور برگزیدہ لوگ اتنی کثیر تعداد میں اسلام کی ترویج و اشاعت میں رہے ہیں کہ حدیث متواتر کی طرح ان کی خدمات قطعی الثبوت کے مرتبے تک پہنچ چکی ہیں۔

یہ لوگ اپنے ماحول و معاشرے کا عطر اور اپنے معاصرین میں فائق و ممتاز تھے۔ یہ اپنی راست بازی، پاک نفسی اور نیک باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک دور کا یا پانچ دس کا کسی

غلط فہمی یا سازش کا شکار ہو جانا ممکن ہے اور بعید از قیاس نہیں۔ لیکن لاکھوں لوگوں کا اپنے علم و عمل کی بدولت امت کی صفِ اول میں نظر آنا اور پورے عزم و استقامت سے قائم رہنا۔ اسلام کا اعجاز ہے اور امر واقعہ ہے جس معاشروں میں ایسے مُعلم اور مربی رہے ہیں وہ معاشرے زندہ رہے ہیں اور ان کے اندر ایمان کی حرارت موجود رہی ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس علم کو زوال آیا اور امتداد زمانہ سے اصل صوفیہ کی تعلیمات مسخ ہو گئیں اور ان کی جگہ کئی کمزور اور ایسے نظریات علم تصوّف میں داخل ہو گئے جو بظاہر شریعت سے ٹکراتے ہیں۔ اس سلسلہ میں علماء نے بیان فرمایا ہے کہ تصوّف کی تشریحات و توضیحات کا اختیار ارباب تصوّف کو ہے جو اس علم کے آئمہ اور اس فن کے واضعین شمار ہوتے ہیں اصل اتھارٹی قرآن و سُنت کو ہے اور علم تصوّف کی وہ روایات جو قرآن و سُنت سے ٹکراتی ہیں بالاتفاق حُجت اور دلیل نہیں بن سکیں۔ علاوہ ازیں کمزور روایات ہر علم میں پائی جاتی ہیں۔ اس بنیاد پر کسی علم کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں اقوالِ شاذہ اور کمزور روایات ہیں وگرنہ بہت سے علوم و فنون سے ہاتھ دھونا پڑ جائے گا۔ خانقاہی نظام کی ترویج و اشاعت اور وسیع پیمانے پر فروغ سلاسل طریقت کا مرہون منت ہے۔ جن کا آغاز دور تابعین سے ہی ہو گیا تھا۔ اسلامی تاریخ میں بہت سے سلاسل معروف رہے۔ مثلاً سلسلہ نوریہ، سلسلہ عیاضیہ، سلسلہ عجمیہ، سلسلہ کرخیہ وغیرہ۔ بعد ازاں یہ چار سلاسل میں مدغم ہو گئے۔

1۔ سلسلہ قادریہ از حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ)

2۔ سلسلہ سہروردیہ از شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 632ھ)

3۔ سلسلہ نقشبندیہ از شیخ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 791ھ)

4۔ سلسلہ چشتیہ    از شیخ ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 329ھ)

اور ان کی حثیت بھی فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی کی سی ہو گئی۔ مسلمانوں میں ان سلاسل کا رواج ہے۔ اور ان سلاسل کی تصانیف اور تعلیمات عام ہیں۔ دیگر سلاسل مرورِ زمانہ سے ختم ہو گئے یا ان کو فروغ نہ مل سکا۔ بہر صورت یہ چاروں سلاسل اسی وقت تصوّف کے نمائندوں اور ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔

خانقاہی نظام میں اصل اہمیت تو تعلیمات کو ہے۔ صوفیہ کرام کی تعلیمات جو قرآن و سنت کی آئینہ دار تھیں۔ ان کا مطالعہ اور انکی ترویج واشاعت آج بھی اسلام کے خزاں رسیدہ چمن میں بہار لانے کا سبب بن سکتا ہے۔ جب تک صوفیہ کے مریدین انکی تعلیمات کے عامل رہے کامیابیاں و کامرانیاں ان کے قدم چومتی رہیں صوفیہ کی تعلیمات سے رو گردانی نے اس شعبے کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا۔

اب عملاً یہ صورتحال ہے کہ علم تصوّف رسومات کا گورکھ دھندہ بن کے رہ گیا۔ رُوحِ تصوّف رخصت ہو گئی ہے۔ خانقاہوں میں بھی میراث جاری ہو گئی ہے خانقاہ نشینوں نے وسائل کا رُخ اپنی ذات کی طرف موڑ لیا۔ خدمت خلق سے بے نیازی برتی گئی۔ اور اپنے بڑوں کی بزرگی اور حسب و نسب پر فخر برتا یا گیا۔ یہ سب صُوفیہ کرام کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ صُوفیہ کرام کی اصل تعلیمات تصوّف کی امہات الکتب میں آج بھی موجود ہیں۔

# خانقاہی نظام کی سرگرمیاں فصل دوم

## فصل دوم: خانقاہی نظام کی سرگرمیاں (63)

(63) خانقاہی نظام کی اصل سرگرمیاں تو ذکر و فکر کی مجالس، علوم دینیہ کی تبلیغ و ترویج، تربیت سلوک، چلہ کشی اور ریاضات و مجاہدات ہیں جو تزکیہ نفس اور صفائے قلب کے لئے سرانجام دیئے جاتے ہیں مگر آجکل رسومات کی بھرمار نے لوگوں کی توجہ اصل مقصود باطنی طہارت، انابت الٰہی اور توبہ استغفار سے ہٹا دی ہے۔ وقت گزرنے کیساتھ یہ رسومات پیچیدہ شکل اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ ان رسومات کا آغاز اور ابتداء کب ہوئی ہمیں اس سلسلے میں کہیں بھی تفصیلات نہیں ملیں۔ صوفیہ کے بارے معلومات صرف سوانح حیات، سیرت و تذکرہ جات، ملفوظات اور مکتوبات کی صورت میں موجود ہیں۔

جہاں پر حقیقت سے زیادہ عقیدت اور تقدیس کا عنصر زیادہ غالب ہے۔ تذکرہ جات اور ملفوظات میں عموماً شیخ کی زندگی اور اس کے فرمودات کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کسی بھی تذکرہ نگار نے ان رسومات و روایات کے آغاز وارتقاء کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی۔ اور نہ ہی ان کے اثرات تک پہنچنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔ البتہ ایک بات طے ہے کہ ان رسومات کے اجراء اور ترویج سے زائرین کی تعداد اور نذرانہ جات بڑھے ہیں۔ بظاہر یُوں لگتا ہے کہ خُدّام اور گدی نشینوں نے یہ قوانین و ضوابط اور رسومات تشکیل دیتے ہوئے یہ مقصد پیش نظر رکھا ہو کہ دربار شریف ایک نظم و ضبط قائم ہو۔ شیخ کے مہمان، ایک طریقے اور سلیقے سے بغیر کسی الجھاؤ اور پریشانی سے ان سرگرمیوں میں شامل ہو سکیں۔ خصوصاً سالانہ عُرس پاک کی محافل میں یہ رسومات و روایات در اصل غیر خانقاہی ضابطے ہیں جو دربار شریف پر ہونے والی سرگرمیوں کو منظم کرتے ہیں صوفیہ کے مزارات پر اہم ترین رسم حاضری ہوتی ہے۔ عقیدت مندی سے سرشار بلا مبالغہ بے شمار لوگ مختلف درگاہوں پر روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ حاضری باوضو ہو کر، ننگے پاؤں اور سر پر ٹوپی وغیرہ پہن کر دی جاتی ہے۔ کچھ لوگ نوافل بھی ادا کرتے ہیں۔ زائرین کی ایک تعداد چادریں، پھولوں کے گجرے اور دیہاتی علاقوں میں کُلے اور گڑھولیاں بھی لے کر آتی ہے بعض جگہوں پر ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالتے ہوئے چادریں چڑھائی جاتی ہیں۔

چادریں عموماً سبز رنگ یا کڑھائی والی ہوتی ہیں۔ غالباً سبز رنگ کا اہتمام حضور ﷺ کے سبز گنبد کی نسبت سے حصولِ برکت کے لئے کیا جاتا ہے۔ دربار شریف میں متولی یا خانقاہ کے خُدّام زائرین کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان

کی میز بانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں ان کے بقول زائرین چونکہ شیخ کے مہمان ہیں لہٰذا ان کی خدمت کرنا ان کی ضروریات کی فراہمی اور ان کے ہر طرح کا آرام پہنچانا ان کا فرض ہے۔اب مزارات پر اہل محبت و معرفت بلکہ اہل خدمت ملتے ہیں۔ جو زائرین کی خدمت کم اور اپنی خدمت زیادہ کرواتے ہیں۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے جب زائرین کی مالی حیثیت یا سیاسی حیثیت اعلیٰ ہو تو اسے وی آئی پی (VIP) پروٹوکول ملتا ہے۔اس کی شیخ سے ملاقات بھی جلدی ہو جاتی ہے۔ اور اسے لنگر بھی خصوصی اہتمام سے کھلایا جاتا ہے۔ خانقاہ کے خُدّام آنیوالے زائرین سے ویسا برتاؤ کرتے ہیں جو آجکل کی ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے کلائنٹس سے کرتی ہیں۔امیر و غریب کو ایک آنکھ سے دیکھنے کا تصور جو پرانے صوفیہ کے ہاں تھا۔اب قریباً متروک ہو چکا ہے۔

اب محمود کو جوارِ خاص میں جگہ عطا ہوتی ہے اور ایاز عوام میں جگہ پاتا ہے۔

شیخ کے عرس مبارک کی سرگرمی خانقاہ کی اہم سرگرمی شمار کی جاتی ہے۔ زائرین کی کثیر تعداد دربار شریف حاضر ہوتی ہے۔ پہلے عرس ایک ہی دن ہوتا تھا۔اب بڑے بڑے مزارات پر کئی جگہ عرس کی تقریبات دو یا تین دن تک بھی جاری رہتی ہیں۔ غالباً اس کی وجہ روحانی و علمی مجالس کا زیادہ سے زیادہ انعقاد اور لوگوں کی سہولت ہے کہ جس نشست میں چاہیں حاضر ہو جائیں اور معاشی طور پر نذرانہ جات کا زیادہ سے زیادہ حصول ہے کہ زائرین جتنے زیادہ آئیں گے۔ نذر و نیاز بھی اتنی زیادہ اکٹھی ہو گی۔ عرس میں عوام و خواص کی شمولیت کے لئے دعوت نامے چھاپے جاتے ہیں۔اہم سرکاری و حکومتی عہدوں پر فائز لوگ اور مختلف مذہبی و سیاسی لیڈر عرس کی تقریبات میں مدعو کئے جاتے ہیں جو عرس کی محافل میں حاضر ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

جس روز شیخ کا وصال ہوا ہو زائرین کی کثیر تعداد مزار شریف پر جمع ہوتی ہے۔ مزار کو عرقِ گلاب سے غُسل دیا جاتا ہے۔ (جس کو بعد ازاں زائرین بوتلوں میں بھر تبرک کے لئے لے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ بیماریوں سے شفاء کے لئے موثر ہے) اس کے بعد چادر پوشی کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اس دوران کلمہ طیبہ یا درود شریف اور مختلف اوراد و ظائف کا ذکر جاری رہتا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں عرس کی تقریبات کے ساتھ ساتھ نیزہ باری، کُشتی، کبڈی، دنگل میلے اور تہوار بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ عرس پاک اس علاقے کی اہم سماجی، معاشی اور معاشرتی سرگرمی بن کر رہ جاتی ہے۔

لوگ گھروں میں اپنے عزیز و اقارب کو بلاتے ہیں۔ اچھے اچھے پکوان تیار کیے جاتے ہیں۔ عارضی دوکانیں، مٹھائیوں کا سامان، موت کا کنواں، سرکس، بچوں کے لئے جھولے اور پنگھوڑے اور خواتین کے لئے جیولری اور

بناؤ سنگھار کا سامان بیچا جاتا ہے۔ چادریں، پھول، دینی و اسلامی کُتب کے اسٹالز لگائے جاتے ہیں۔ بے شمار لوگوں کا کاروبار ان سرگرمیوں سے وابستہ ہے۔

ان رسومات کے علاوہ خانقاہی نظام میں اور بھی معمولات اور سرگرمیاں سرانجام دی جاتی ہیں مثلاً 12 ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کی محفل اور جلوس اس طرح ہر ماہ اہتمام کے ساتھ گیارھویں شریف کی محفل پاک نیز ماہ رجب المرجب میں معراج النبی ﷺ کے حوالے سے محافل ماہ شعبان میں شبِ برات کی محفل اسی طرح ماہ محرم الحرام میں شہدائے کربلاء کی یاد میں خصوصی محافل ہوتی ہیں۔ بعض مقامات پر شب بیداریوں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ نیز شرکاء کے لئے لنگر شریف کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک میں تراویح کیلئے خوش الحان قاری صاحبان کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ کئی مقامات پر محافلِ شبینہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ حالیہ سالوں میں خانقاہی نظام میں ایک نئی چیز اجتماعی اعتکاف کے نام سے داخل ہوئی ہے۔ پیر/شیخ اعتکاف کے روحانی ماحول میں مریدین و سالکین کی روحانی تربیت بھی فرماتے ہیں۔ اسی طرح مزار شریف کو کھولنے اور بند کرنے کی رسم اب باقاعدہ تقریب کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان رسومات میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ جیسا کہ تبرکات کی زیارت کے نام پر ایک نئی رسم شروع ہوگئی ہے اور لوگ مختلف بزرگوں سے منسوب تبرکات کی زیارت کر کے روحانیت و برکت حاصل کرتے ہیں۔ عرس کی تقریبات میں زائرین کو علماء مشائخ اور اسکالرز کی تصوّف و مذہب، سیرت و کردار کے موضوعات پر گفتگو سننے کا موقع ملتا ہے۔ مختلف سیشن کئے جاتے ہیں۔ وقفہ آرام وبعام بھی کیا جاتا ہے تاکہ لوگ اُکتانہ جائیں اسی طرح بعض درگاہوں پر قوالی کی محفل بھی منعقد کی جاتی ہے۔ جہاں قوال حضرات عارفانہ کلام پیش کرتے ہیں۔ حاضرین کے لئے لنگر شریف کا اہتمام درگاہ شریف کی انتظامیہ بھی کرتی ہے اور عقیدت مند حضرات انفرادی طور پر مختلف پھل، جُوسز، نان حلوہ، چاول اور کھانے وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں۔

ویسے بھی خانقاہی نظام میں لنگر خانہ ایک مستقل شعبہ ہے جہاں پر بلاامتیاز رنگ و نسل ہر آنیوالے کو کھانا ضرور ملتا ہے۔ اسطرح پاکستان کے اندر کھانا کھلانے کا اتنا بڑا اہتمام سرکاری سطح پر تو کوئی بڑی این جی او بھی نہیں کرسکی جہاں روزانہ تینوں ٹائم ہزاروں افراد کو پیٹ بھر کر مفت کھانا کھلایا جاتا ہو۔ یوں لگتا ہے کہ گدی نشینوں اور متولیوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ درگاہ پر سرگرمیاں کچھ ایسے تسلسل اور دلچسپ انداز سے سرانجام پائیں کہ زائرین کھچے چلے آئیں تاکہ دربار شریف پر ایک رونق اور میلہ سا لگا رہے۔ زائرین کی روحانی تربیت ہوتی رہے اور خانقاہ کی آمدن کا ایک مستقل سلسلہ جاری رہے۔ آج اکیسویں صدی میں یہ درگاہیں، سیاسی و سماجی مذہبی وروحانی محافل اور

# 1۔ظاہری تعلیم وتربیت

اسلامی علمی روایت میں "تعلیم و تربیت" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ علم بدون تربیت کے کبھی بھی استعمال نہیں ہوا۔ علم بغیر تربیت کے اکثر واوقات سرکشی، بغاوت، طغیانی کا باعث بن سکتا ہے۔ پہلی وحی میں علم کی فضیلت اور اہمیت بیان ہے۔ مگر علم کے بعد سرکشی کا بھی بیان ہے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ... كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى۔[(64)]

ترجمہ: انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ ہر گز نہیں، بے شک آدمی سرکش ہو جاتا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ سرکشی علم سے پہلے نہیں، علم کے بعد بیان کی گئی ہے۔ یعنی وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے اور تعلیم کے ساتھ تربیت نہ کی جائے، وہ علم خسران، نقصان اور ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ دور کیوں جایئے برصغیر پاک و ہند کے اندر ابوالفضل، فیضی، شیخ مبارک ناگوری یہ تینوں علماء "دین الٰہی" کا سبب بنے ان حضرات کی مشاورت اور رائے پر ہی "جلال الدین محمد اکبر" نے "دین الٰہی" کا نفاذ کیا۔ یہ تینوں چوٹی کے علماء تھے اور بڑی قد آور شخصیات تھیں۔ یہ نام نہاد علماء کی ذاتی رنجشیں، مسلکی شورشیں، ذاتی بغض

---

تقاریب کے انعقاد کے اہم مراکز کی شکل میں اپنی اہمیت منوا چکی ہیں۔ انتظامی حُسن اور ذمہ داری کے ساتھ تمام رسومات و تقریبات کے بروقت انعقاد کو یقینی بنانے کے لئے سارا سال کوشش جاری رہتی ہے۔ بلکہ اب تو بڑے درباروں کے علاوہ محلوں، چھوٹے شہروں کے عام درباروں پر بھی ایسی تقاریب اور رسومات کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہر درگاہ کے ساتھ ایک بری جامع مسجد کی تعمیر لازم ہوتی جارہی ہے۔ جہاں جُمعہ کے روز زائرین خصوصی طور پر نماز پڑھنے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں اور اجتماعی دُعا میں شمولیت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

(64) العلق:96:05

وعناد تھا علم اور علماء سے محبت رکھنے والا بادشاہ پوری علمی روایت سے متنفر ہو گیا اور ایک مستقل دین کی بنیاد رکھ دی۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ مسلمان اپنی شاندار علمی روایت پر قائم نہ رہ سکے جس میں تعلیم و تربیت یکجا ہوتی تھی۔ علم کے ساتھ عمل کا جذبہ ملتا تھا۔ موجودہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ تربیت کا فقدان ہے۔ جن اداروں میں تربیت ہوتی تھی گھر، مسجد مدرسہ، خانقاہ سب زوال کا شکار ہیں۔

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک　　　　نہ زندگی، نہ محبّت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ انسان جانوروں پر محنت کرے تو انسان کی تربیت سے جانور سیکھ جاتے ہیں۔ مداری بندر کو اس کو تماشا کرنا سکھا سکتا ہے۔ سرکس میں شیروں کو کرتب کرنا سکھایا جاسکتا ہے۔ گھوڑے کو ناچنا سکھایا جاسکتا ہے۔ کتے کو شکار کرنا سکھایا جاتا ہے۔ انسان کی محنت، کوشش جانوروں پر کی جائے تو اس کے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ایک حرام جانور کتے کا کیا ہوا شکار بھی حلال ہو جاتا ہے تو بھلا ایک انسان ہو، خیر امت کا فرد ہو اس کی تربیت کی جائے تو اس کے کتنے اچھے اور عمدہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

خانقاہی نظام میں سالکین کی تعلیم تربیت کا ایک مربوط اور منظم انداز ہوتا ہے ہر سلسلہ طریقت میں علم کو بنیادی حثیت حاصل ہے۔

خانقاہوں میں آنیوالے سالکین کی تربیت کے لئے ان کے ذہن و فکر میں تبدیلی پیدا کی جاتی ہے۔ عقائد کی درستگی بالخصوص اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات و رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے متعلق عقائد کی تصحیح کروائی جاتی ہے۔ پھر کبیرہ و صغیرہ گناہوں کی معرفت اس کے بعد ارکان اسلام اور اسلام کی عملی تعلیمات ذہن نشین کروائی جاتی ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) فرماتے ہیں۔

"سالکین کی تربیت کے کئی درجے ہیں سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ شیخ سالک کے فکر و عقیدے میں تبدیلی لائے جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے سلسلے میں شوق اور آمادگی ظاہر کرے تو اسے سلف صالحین کے عقیدے کے مطابق اپنے نظریات صحیح کرنے پر تیار کرے۔ واجب الوجود کے اثبات، اس کی واحدانیت اور معبود بر حق ہونے کا عقیدہ اُس کے ذہن میں بٹھائے اور یہ کہ وہ تمام صفات کمال مثلاً حیات، علم، قدرت، ارادہ اور دوسری ایسی صفات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے اُن کا مالک ہے۔ اس طرح وہ تمام صفات کمال جو مخبر صادق حضرت محمد ﷺ سے روایات کے ذریعے ثابت ہیں۔ صحیح اور حق ہیں۔ اس طرح وہ اس بات کا عقیدہ رکھے اللہ تعالیٰ نقص اور کمی کی تمام صورتوں مثلاً جسم، احتیاج مکانی، طرف ہونے اور جہت میں ہونے اور الوان و اشکال سے منزہ اور پاک ہے۔

اسی طرح شیخ مرید کے ذہن میں یہ عقیدہ جا گزیں کر دے کہ تمام انبیائے کرام بر حق ہیں۔ خصوصاً ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری رسول ہیں۔ آپکی فرمانبرداری اور اطاعت فرض ہے۔ آپ نے جن چیزوں کا حکم فرمایا جن باتوں سے منع فرمایا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا چاہے اسکا تعلق ذات و صفات خداوندی سے ہے یا مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے سے۔

اسی طرح جنت و دوزخ، حشر، حساب، قیامت، عذاب قبر، حوضِ کوثر، صراط، میزان اور رویت الٰہی سے متعلق جو کچھ آپ ﷺ سے صحیح روایات کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ سب حق اور درست ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے عقائد کی تصحیح کے بعد مرشد مرید اپنی توجہ مبذول کر کے اسے کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور صغیرہ گناہوں پر ندامت کے

لئے تیار کرے۔ اس کے بعد مرشدِ مرید کی زندگی میں ارکان اسلام مثلاً طہارت، نماز، زکوٰۃ اور حج کی محبت اور ان پر عمل کا جذبہ پیدا کرے یہ ارکان مرید سے ان آداب خصوصیات اور طریقوں کے مطابق ادا کرائے جائیں۔ جس طرح آنحضور ﷺ نے حکم فرمایا۔

اس کے بعد شیخ سالک کی زندگی کے عمومی مسائل مثلاً کھانا، پینا، لباس، کلام، مخلوق کے ساتھ میل جول وغیرہ نگاہ کرے اور ساتھ ہی اس کے خانگی معاملات مثلاً نکاح، نوکروں چاکروں کے حقوق اور اولاد کے حقوق کی اہمیت اس پر واضح کرے اس کے بعد معاملات مثلاً

خرید وفروخت عہد وپیمان اور ہر قسم کے لین دین پر اسکی اس طرح تربیت کرے کہ وہ سُنتِ نبوی ﷺ کے مطابق بغیر سُستی اور بوجھ کے صحیح صحیح ادا کرنے لگے۔ اب مرشد سالک کو صبح و شام اور رات کے وقت اذکار واوراد کی تعلیم دے اسی طرح اسے اخلاقی فضائل و آداب سے آراستہ کرے۔ ریا، خود پسندی، حسد، کینہ وغیرہ سے نجات دلائے۔ اس میں قرآن مجید کی تلاوت، آخرت کی یاد، ذکر و فکر کی مجالس سے محبت اور مسجد سے تعلق پیدا کرے۔ جس وقت مرید یہ آداب حاصل کرے اور اس منزل پر آجائے تو اب اسے اشغال باطنی پہ لگانا چاہیے۔"(65)

عبارت مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باطنی تعلیم کے لئے ظاہری تعلیم کتنی ضروری اور اہم ہے اور ارباب تصوّف اس پر کتنا زور دیتے تھے۔ اور اسی طرح کا مضمون ڈاکٹر خلیق احمد نظامی نے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ " خلافت کے لئے جو لوگ منتخب کئے جاتے وہ علوم

(65) دہلوی، شاہ ولی اللہ، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، ،اویسی بکسٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ، ص 47-44

ظاہری میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشائخ کرام خلیفہ کی ان ہی تین صلاحتیوں، علم، عقل، عشق کو نکھارنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔"(66)

"چشتیہ سلسلہ کے مشائخ کا ایک محکم اُصول تھا کہ وہ کبھی ایسے شخص کو خلافت نہ دیتے تھے۔ جس نے علوم ظاہری کی تکمیل نہ کرلی ہو۔ اس پابندی میں بہت سی دینی مصلحتیں تھیں۔ ایک بے علم انسان نہ تو خود تصوّف کے اسرار کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ایک حاذق طبیب کی طرح امراض ملت کی صحیح تشخیص اور علاج کر سکتا ہے۔ لیکن یہ علم خلفاء کے لئے کافی نہ ہوتا تھا۔ اس لئے مشائخ کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کو کچھ اہم مذہبی کتابوں کا درس اپنے طریقے پر دے دیا جائے۔

شیخ نظام الدین اؤلیاء رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 725ھ) کو ان کے پیر نے قرآن پاک، عوارف المعارف اور تمہید ابو شکور سالمی کا درس دیا تھا۔ بعد کو چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اپنے خلفاء کی بہت سی دیگر کتابوں کا بھی درس دینے لگے تھے مثلاً احادیث نبوی ﷺ احیاء العلوم، قوت القلوب، مکتوبات فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، کشف المحجوب، کیمیائے سعادت، مثنوی مولانا روم وغیرہ اس تعلیم کا مقصد صحیح مذہبی وجدان کو بیدار کرنا ہوتا تھا۔ اور ان کتابوں کے انتخاب میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور پیش نظر ہوتی تھی"(67)۔

## 2۔ باطنی تعلیم وتربیت

جس طرح جسم کے ساتھ جسمانی کیفیات وابستہ ہیں۔ مثلاً بھوک لگنا، پیاس لگنا، بیمار ہو جانا،

(66) ایضا، ص 44-47

(67) خلیق نظامی، اریخ مشائخ چشت، ص 287، 288

کھانا، پینا وغیرہ اسی طرح روح کے ساتھ روحانی کیفیات وابستہ ہیں۔ روح کو بھی پیاس لگتی ہے۔ روح کو بھوک بھی لگتی ہے۔ روح بھی بیمار ہوتی ہے وغیرہ۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ جسمانی کیفیات کے وجود کی طرح روح اور پھر روحانی کیفیات کے وجود کی طرح روح اور پھر روحانی کیفیات کا وجود بھی ایک ناقابل تردید سچائی ہے۔ اگر آپ جسم کو مانتے ہیں تو جسم سے تعلق رکھنے والی ہر کیفیت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا مثلاً بخار، جسم کے کسی حصہ میں درد ضُعف بصر اور بدنی طاقت کمزوری، خوشی و غم، درد، ہجر اور اگر آپ روح کے وجود کے قائل ہیں تو اس کی ان کیفیات کے وجود کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ جن کا تعلق روح سے ہے۔ اور ظاہر ہے روح سے تعلق روح سے ہے اور ظاہر ہے۔ روح سے تعلق رکھنے والی کیفیات کو روحانی کیفیات کے الفاظ ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے"(68)

پتہ چلا کہ جسمانی تقاضوں کی طرح روحانی تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے انسانی جسم مختلف بیماریوں کا شکار ہوتا ہے اسی طرح انسانی روح بھی بے شمار امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ جس طرح جسمانی امراض کی شدت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح روحانی امراض کی شدت میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ روحانی امراض میں شدت اس وقت ہوتی ہے جب انسان کے قلب پر نفسِ امادہ (برائی کا حکم دینے والے نفس) کا قبضہ ہوتا ہے اگر قبضہ تادیر رہے تو ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور ضمیر کی موت انسانی سیرت و کردار کی موت ہے لہٰذا بروقت اس کا علاج ضروری ہے۔

انسانی مشاہدہ اور تجربہ بتاتا ہے کہ انسان باتوں سے نہیں بلکہ کردار سے متاثر ہوتا ہے آدمی

---

(68) گولڑوی، نصیر الدین نصیر، راہ ورسم منزلہا تصوّف اور عصری مسائل، مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف اسلام آباد 2013ء، ص9

طب کی کتابوں میں بیماریوں اور دوائیوں کے نام پڑھ کر اپنا علاج خود نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لئے اس کو حاذق طبیب کی خدمات لینا پڑتی ہیں۔ یہی معاملہ روحانی امراض کا ہے روحانی امراض کا علاج کرنا بھی ایک فن ہے۔ جس کے لئے مخصوص علم ہی کو کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کے لئے فن تزکیہ کا خصوصی علم و عمل تربیتی و تجربہ شرط ہے۔"[69]

معاشرے میں بھی عمومی مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں بڑے بڑے گناہوں کی مذمت اور عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ جھوٹ، چُغل خوری، وعدہ خلافی، تہمت، بد گمانی، حسد، تکبر، بُغض و کینہ وغیرہ ان گناہوں کو کتبِ احادیث میں پڑھ کر بھی گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔

"اخلاقِ ذمیمہ کا علاج کروانا چاہیے اسی واسطے زندہ مشائخ سے بیعت ہوتے ہیں کہ وہ اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں۔ مثلاً غُصہ ہے یہ بہت بُرا مرض ہے۔ حدیثوں میں اس کی بہت مذمت فرمائی گئی ہے۔ لیکن جب تک شیخ سے علاج نہیں ہوتا یہ مرض نہیں جاتا"۔[70]

پتہ چلا کہ روحانی امراض کے لئے شیخ کامل کی تربیت کی حاجت ہے۔ خانقاہی نظام میں شیخ، مرشد اپنے مریدین و سالکین کی تربیت کے لئے صفائے قلب اور تطہیر باطن کے لئے مختلف سرگرمیاں کرواتا ہے جو ظاہری علوم کی تعلیم و تدریس، مجالس ذکر و فکر، بیعت واردات، تربیت سلوک و تصوّف وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ خانقاہی نظام کے مختلف سلسلہ جات میں اوراد و وظائف روحانیت کے مراقبات و مجاہدات اور تزکیہ نفس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ مریدوں کے دل کو صقیل و منور کرنے کے لئے اور ان کے

---

(69) امان اللہ بھٹی ڈاکٹر، اسلام اور خانقاہی نظام، ص: 73
(70) ابوالحسن ندوی، تزکیہ واحسان، ص142

روحانی امراض کے علاج کے لئے ایک سالک/صوفی درج ذیل روحانی مراحل سے گزرتا ہے: جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

## صوفی کے روحانی مراحل:

"تربیت سلوک سے لطائف جاری ہو جاتے ہیں۔ان لطائف کے جاری ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ قلب حرکت کرے یاانوار نظر آئیں بلکہ جاری ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان کے علوم منکشف ہو جائیں مثلاً قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف خیال رہے دل سے دنیا کی ہر چیز کی قیمت نکل جائے۔اسی طرح لطیفہ نفس جاری ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ رزائل وصفات رزیلہ نکل جائیں اور صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جائیں اور انکساری و عاجزی پیدا ہو جائے۔اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھیں۔جب یہ حالت ہو تو سمجھے کہ کچھ چل پڑا ہے اسی طرح دوسرے لطائف اس میں انوار کا نظر آنا کوئی ضروری نہیں یہ تو محنت و ریاضت سے غیر مسلموں بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔[71]

## 3۔بیعت وارادت

خانقاہی نظام کی سرگرمیوں میں بیعت وارادت ایک اہم اور موثر سرگرمی ہے۔در حقیقت خانقاہی نظام کی بقاء اور فروغ میں بیعت کا ہی کردار ہے۔جن خانقاہوں پر بیعت نہیں ہوتی ۔انکا سلسلہ طریقت آگے نہیں چل سکتا اور شیخ کے دنیا سے جانے کے بعد وہ خانقاہ درگاہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔اربابِ تصوّف نے بیعت پر کافی کلام کیا ہے۔بیعت کے بارے میں

---

(71)ابوالحسن ندوی، تزکیہ واحسان، ص 143

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) فرماتے ہیں "بیعت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً بیعت خلافت، بیعت تقویٰ، بیعت ہجرت، بیعت جہاد، بیعت ثابت قدمی جہاد وغیرہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر بیعت بعد والے خلفاء کے دور میں متروک رہی، اسی طرح خلفائے راشدین کے دور میں بھی اسلام پر بیعت نہیں ہوئی۔ تاہم اسکی وجہ یہ تھی کہ خلفائے راشدین کے دور میں قبولِ اسلام، شان وشکوہ اور حق کے دبدبے اور وقار کی بناپر تھا جبکہ بعد والے بادشاہوں کے زمانے میں بیعت اسلام اس بناپر متروک رہی کہ ان میں اکثر ظالم اور بدکردار تھے۔ انہیں احیائے سُنت اور اقامتِ دین سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ اسی طرح تقویٰ اور پرہیز گاری پر بیعت بھی اس دور میں نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلفائے راشدین کے دور میں صحابہ کرام بڑی تعداد میں موجود تھے۔ یہ حضرات حضور اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ کے فیض یافتہ اور آپ کی ذات گرامی کی تربیت سے تزکیہ نفوس کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لئے انہیں کسی خلیفہ سے بیعت کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بعد والے بادشاہوں کے دور میں بیعت کا سلسلہ اس لئے نہ چلا کہیں اس سے تفرقے کا دروازہ نہ کھل جائے یا اسے بیعتِ خلافت نہ سمجھ لیا جائے۔ اس سے فتنوں کا اندیشہ تھا۔ البتہ اس زمانے میں مشائخ زمانہ بیعت کی بجائے خرقہ پوشی سے دینی مقاصد حاصل کرتے رہے بعد والے دور میں یہ رسم ختم ہوئی تو مشائخ صوفیہ نے موقع غنیمت جان کر سُنتِ بیعت کو دوبارہ لازم پکڑ لیا۔[72]

ایک بات مسلمہ ہے کہ بیعت کرنا سنتِ صحابہ کرام علیھم الرضوان اور بیعت لینا سنتِ رسولِ کریم ﷺ ہے۔ اور ہر زمانے میں مسلمانوں کی اتنی کثیر تعداد نے بیعت کی ہے کہ

(72) شاہ ولی اللہ دہلوی، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل اردو ترجمہ سید محمد فاروق القادری، ص 39

اب اسکی حثیت سنتِ متواترہ جیسی ہو گئی ہے۔

"مریدی تو رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ ایک عہد و پیمان کی بیعت ہے نہ کہ ان جاہلوں اور فضول لوگوں کی تراشی ہوئی باتیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کی سب سے پہلے چار اصحاب نے بیعت کی۔اس کے بعد آپ کے اصحاب نے۔ عورتوں نے بھی حضور ﷺ سے دل سے بیعت کی۔اس وقت سے لیکر ہمارے زمانے تک (بیعت) جاری ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچی ہے۔اور اسکی ضرورت اول و آخر ہے۔(73)

خانقاہی نظام کی مروجہ بیعت کی شرعی حثیت کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) فرماتے ہیں: "بیعت سُنت ہے واجب نہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آنحضور ﷺ سے بیعت کے ذریعے یقیناً قربِ خُداوندی حاصل کیا مگر کسی شرعی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ تارک بیعت کو گناہگار قرار دیا گیا ہو اس پر آئمہ دین میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں گویا بیعت کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے"۔(74)

خانقاہی نظام میں صوفیہ نے جو بیعت جاری کی ہے اس کو بعینہ وہی بیعت قرار دینا جو حضور نبی کریم ﷺ کی بیعت تھی یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے مختلف مقامات پر مختلف حالات کے تقاضوں کے مطابق بیعت کی ہے، بیعت عُقبہ اولیٰ و ثانیہ صُلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان، جہاد پر جاتے وقت کی بیعت، عورتوں سے بیعت وغیرہ ان میں سے ہر بیعت کو اس کے سیاق و سباق اور اپنے مخصوص حالات کے مطابق دیکھنا ہو گا

(73) بلگرامی میر عبدالواحدؒ (متوفی 1017ھ)، سبع سنابل، اردو ترجمہ مفتی خلیل خان برکاتی، فرید بکسٹال لاہور 1999ء، ص109

(74) اشاہ ولی اللہ دہلوی، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، ص40

ہر ایک بیعت کے مختلف اسباب تھے۔ مختلف حالات اور مختلف واقعات تھے۔ آجکل جو بیعت ہورہی ہے اسکو فرض وواجب قرار دینااور بیعت نہ کرنے والے کو مطعون اور فاسق قرار دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حلت و حُرمت کے معاملات اور کسی شے کو فرض و واجب قرار دیناشارع علیہ السلام کی اتھارٹی ہے۔

اور شارع علیہ السلام نے اسکو فرض وواجب نہیں قرار دیا بالفرض اگراسکو فرض مان بھی لیا جائے تو بے شمار افراد فرض کے تارک شمار ہوں گے۔ اور گناہگار قرار پائیں گے۔ اربابِ تصوّف کے بیعت کی مشروعیت اوراس کے جواز پر بہت زیادہ دلائل دیئے ہیں جنکو یہاں ذکر نہیں کیا گیافقط ضروری باتیں ہی لکھ دی گئی ہیں۔

## بیعت کا نصاب اور معیار:

ہر بندے سے بیعت نہیں ہوسکتی اس کے لیے صوفیہ کے یہاں ایک معیار مقرر ہے ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بیعت صرف مرد کی کی جاتی ہے عورت کی بیعت صوفیہ کے یہاں نہیں ہوسکتی اس کی وجہ امام عبدالوہاب شعرانی نے بیان کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

1۔ "قد اجمع اهل الکشف علی اشتراط المذکورة فی کل داع الی الله تعالیٰ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیة المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجة وان ورد الکمال فی بعضهن کمریم بنت عمران وآسیة امرأة فرعون فذٰلك کمال بالنسبة للتقوٰی والدین لابالنسبة للحکم بین الناس وتسلیکهم فی مقامات الولایة، وغایة امر المرأة ان تکون عابدة وزاهدة کرابعة العدویة والله سبحا نه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم

واحکم۔[75]"

ترجمہ: بے شک اہل کشف نے اجماع کیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کے لئے مرد ہونا شرط قرار دینے پر، اور نہیں پہنچی کہ ہم کو خبر کہ سلف صالحین کی عورتوں میں سے کوئی عورت مریدین کی تربیت کرنے کے درپے ہوئی ہو ہمیشہ بوجہ عورتوں کے درجہ میں ناقص ہونے کے، اگرچہ ان کے بعض میں کمال وارد ہوا ہے۔ جیسے کہ مریم بنت عمران پس یہ کمال تقویٰ اور دین کے لحاظ سے ہے نہ کہ لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کی نسبت سے اور ان کو مقامات ولایت میں چلانے کی وجہ سے عورت کی غایت امر یہی ہے کہ وہ عابدہ زاہدہ ہو، جیسا کہ رابعہ عددیہ بصریہ، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب سے زیادہ علم جاننے والا ہے اور اس کا علم بزرگ تر، اکمل اور مضبوط ہے۔

بیعت ہر فرد کی نہیں ہو سکتی صوفیہ کے یہاں اس کا باقاعدہ نصاب ہے اور اس کی پیروی کی جاتی ہے چونکہ طریقت کے تمام سلاسل کے فروغ اور بقا کا دارومدار ہی بیعت پر ہے اس لئے بیعت کی شرائط اور پابندیوں کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے۔ پیر کو کیسا ہونا چاہیے صوفیہ نے اس میں قرآن و سنت اور شریعت مطہرہ کی پابندی کو ایک معیار قرار دیا چنانچہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:

2۔ من لم یحفظ القرآن علم یکتب الحدیث لا یقتدی بہ فی ھذا الامر لان علمنا ھذا مقید بالکتاب والسنہ[76] " ترجمہ: جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں طریقت میں اس کی اقتداء نہ کی جائے ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا

---

(75) الشعرانی عبدالوہاب امام، میزان الشریعۃ الکبریٰ، ج:02، ص:189
(76) ، قشیری، شیخ عبدالکریم ابولقاسم، الرسالۃ القشیریۃ، ، ص:15

پابند ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا قول ہے:

3۔"کل فعل یفعلہ العبد بغیر اقتداء ای بالمعصوم صلی اللہ علیہ و سلم فھو عیش النفس ای من ھوی النفس لا یقبلہ اللہ تعالی"

ترجمہ: ہر وہ کام آدمی معصوم ﷺ کی اقتداء کے بغیر کرتا ہے تو وہ خواہش نفس کا نتیجہ ہے جسے اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا)

حضرت ابو عثمان حیری کا قول ہے:

4۔"من امر السنۃ علی نفسہ قولا وفعلا نطق بالحکمۃ ومن امر الھوی علی نفسہ قولا وفعلا نطق بالبدعۃ(77)

"ترجمہ: جس نے اپنے اقوال و افعال میں سنت نبوی ﷺ کو حاکم بنایا اس نے دانائی سے کام لیا اور جس نے اپنے اقوال و افعال میں خواہش نفس کو حاکم بنایا اس نے بدعت کا ارتکاب کیا۔)

حضرت بایزید بسطامی کا ارشاد ہے:

5۔"لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتیٰ یرتقی فی الھواء فلا تغتروبہ حتی تنظر کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود و آداب الشریعۃ[78]"

ترجمہ: اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایسی کرامات اسے دی گئی ہیں کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اسے فریب نہ کھانا جب تک تم یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب اور مکروہ و حرام و محافظت

(77) ایضا، ص:16

(78) ایضا، ص:16

حدود اور آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔)

6۔ حضرت سیّد عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں: "اذا وجدت فی قلبه بغض شخص او حبه فاعرض افعاله علی الکتب والسنة فان كانت محبوبه فيهما فاحيه وان كانت مكروها فاكره ليلا تحبه بهواك و تتبعه بهواك[79]

ترجمہ: جب تو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن و حدیث پر پیش کر اگر ان میں پسندیدہ ہو تو ان سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہو تو کراہت کرتا کہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔)

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی (متوفی 1017ھ) فرماتے ہیں:

7۔ "چند شرائط می دان کہ بے آں شرائط اصلا پیری مریدی درست یکے آنکہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد دوم آنکہ پیر درادائے حق شریعت قاصر و متھاون نباشد سوم آنکہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنت وجماعت پیری مریدی بے ایں سہ شرائط اصلا درست نیست"(80)

ترجمہ: پیری مریدی چند شرائط پر مبنی ہے جن کے بغیر پیری مریدی صحیح نہیں ان شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ پیر مسلک صحیح رکھتا ہوں دوسری شرط یہ ہے کہ پیر حقوق شرعیہ ادا کرے اور تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقائد مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق ہوں۔ یہ وہ شرطیں ہیں جن کے بغیر پیری و مریدی ہر گز صحیح نہیں ہو سکتی ۔)

ان شرائط کی پابندی کی اتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ میر عبد الواحد بلگرامی اس کے بغیر

---

(79) شنطوقی، بہجۃ الاسرار، ص:39

(80) بلگرامی، سبع سنابل، ص:39،40

بیعت کو کامل ہی نہیں مانتے ان شرائط کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

8۔"مرید کہ پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف باید بیعت باو کند کہ جائز و مستحسن است دا گرد پیر ازیں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت باو جائز نہ باشد وا گر کسے از سبب نادانی باو بیعت کردہ باشد بیعت کہ ازاں بیعت بگردد(81)"

ترجمہ: غرض یہ کہ مرید جب پیر کو ان تینوں شرائط کا جامع پائے تو اب اس کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ جائز و مستحسن ہے اور اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس سے بیعت جائز نہیں بلکہ اگر کسی نے نادانستہ ایسے پیر سے بیعت کرلی تو اس پر اس کو توڑ دینا واجب ہے۔)

جس طرح ہر علم کو حاصل کرنے کے لئے ایک ایسے معلم اور استاد کی ضرورت ہے جو اس علم میں یکتائے روزگار مہارت تامہ اور دسترس کامل رکھنا رکھتا ہو چاہے علم دینی ہو یا دنیاوی اسی طرح روحانیات اور تزکیۂ نفس بھی ایک شعبہ ہے اور اس میں ایک معلم حقیقی کی انتہائی ضرورت ہے اس سالک کے لئے جو اخلاص نیت سے قرب خداوندی کی دائمی لذت اور حلاوت حاصل کرنے کے لئے اس راہ کا مسافر بنتا ہے۔

تمام اولیائے کاملین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر مبتدی پر لازم ہیں کہ سچی توبہ کرنے کے بعد جب اس کا دل اور زبان اپنے گذشتہ گناہوں سے معافی مانگے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم (پختہ ارادہ) کرے اور عرفان الٰہی کے اعلی مقام اور روحانی کمال کا ارادہ رکھتا ہوں تو ایک ایسا مرشد تلاش کرے جو اس راہ پر خطر کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ ہو تجربہ کار اور صاحب الرائے ہو مرید کی ظاہری و باطنی بیماریاں دور کر سکتا ہو اور اس کے علاج معالجہ کا

---

(81) ایضا، ص:39،40

پورا ماہر ہو۔

9۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیر کی شرائط: بیعت کے لئے لازم ہے کہ پیر چار شرطوں کا جامع ہو۔(1) سنی صحیح العقیدہ ہو(2)اس کا سلسلہ حضور کریم ﷺ تک صحیح و متصل ہو۔(3) فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور حاجت جدید پیش ائے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے، بغیر اس کے اور فنون کا کتنا بڑا عالم ہو عالم نہیں(4) غیر فاسق معلن یعنی علانیہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب یا کسی صغیرہ گناہ پر مصر نہ ہو[82]۔

## پیر ہونے کے لئے سید ہونا ضروری نہیں:

پیر ہونے کے لئے وہی چار شرطیں درکار ہیں سادات کرام سے ہونا کچھ ضروری نہیں۔ہاں ان شرطوں کے ساتھ سید بھی ہو تو نور علی نور۔باقی اسے شرط ضروری ٹھرانا تمام سلاسل طریقت کا باطل کرنا ہے_ [83]''

## عورت کا مرشد ہونا:

اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضروری ہے۔ لہذا سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہر گزوہ قوم فلاح نہ پائے گی جنہوں نے کسی عورت کو والی بنایا۔[84]

---

(82) بریلوی، احمد رضا خان، امام، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، 2004ء ج26، ص:575

(83) ایضا، ج26، ص:576،

(84) ایضا، ج، 21، ص؛494

## بے پردہ عورتوں میں بیٹھنے والے اور خشخشی داڑھی والے پیر کی بیعت:

سوال: زید بغیر پردہ عورتوں کو مرید کرتا ہے اور ان بے پردہ عورتوں کو اپنے پاس بٹھلاتا ہے، بات بھی کرتا ہے، بجائے داڑھی منڈانے کے خشخشی کرنے کا حکم دیتا ہے، عالموں کی غیبت کرتا ہے، اذان اور صلوۃ اور تکبیر اپنے کانوں سے سنے مگر نماز کے لیے مسجد نہیں آتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ خدا تک براہ راست پہنچا دے گا۔

جواب: اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں ایسا شخص اور اس کے پیرو سب گمراہ ہیں، اور یہ کہنا کہ پیر رسول ﷺ تک نہیں بلکہ براہ راست اللہ تعالی تک پہنچا دیتا ہے - اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ بے واسطہ رسول، اگر یہ ہی مراد ہے تو صریح کفر ہے۔(85)

## کامل صوفیہ کی نااہل اولاد کی بیعت درست نہیں:

پیر کا مسلک صحیح ہو۔ سچے مرید کو صحیح سلسلہ کی چھان بین کرنی چاہئے۔ اکثر جگہ اس میں خلط ملط ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک قسم یہ ہے کہ کوئی درویش اپنی زندگی میں غفلت یا کسی اور وجہ سے اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دیتا اور لوگوں کو وصیت بھی نہیں کرتا کہ میرے بعد میرا خرقہ میرے بیٹے کو پہنانا اور اس کو میری گدی پر بیٹھانا لیکن اس علاقے کے لوگ وصال کے تیسرے روز اس کے بیٹے کو خرقہ پہنا کر باپ کی گدی پر بیٹھا دیتے ہیں اور اس کام کے صحیح یا غلط ہونے کا انہیں کوئی علم نہیں۔ لوگ اس کی بیعت کے پابند ہو جاتے ہیں

---

(85) ایضا، ج،14، ص:578

اور وہ باپ کی اجازت ور خصت کے بغیر پیر بن جاتا ہے یہ سب گمراہی در گمراہی ہے"۔
دوسری قسم یہ ہے اولیائے اسلاف جو کہ غوث و قطب تھے ان کے بیٹے صحیح سند اور ان کی رخصت و اجازت کے بغیر محض بزرگوں سے نسبت فرزندی رکھنے کی وجہ سے لوگون کو مرید بناتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ ھم نے فلاں غوث اور قطب کے خانوادہ کے ساتھ تعلق قائم کرلیا ہے اور ان کی طرف رجوع کرلیا ہے یہ مکمل طور پر گمراہی ہے۔ (86)

## پیر کا دم و تعویذ سے بندہ ٹھیک کردینا میعار نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ میعار ہے:

ا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لیے اور اس کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو (نماز، روزہ، زکوۃ، دارھی رکھنے والا، سچ بولنے والا) وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر واستدراج ہیں۔ (87)
اگرچہ ہر شخص کو شروع ہی سے مرشد کی ضرورت نہیں ہوا کرتی اور توبہ استغفار کا بیج صرف خداوند تعالی کے فضل و کرم اور رحمت سے ہی دل کی زمین میں بویا جاسکتا ہے لیکن جب یہ بیج ایک دفعہ بویا جاچکے تو اس کی آئندہ نشو و نما کے لئے مرشد کامل کی نگہبانی نہایت ہی ضروری ہوتی ہے مندرجہ بالا صوفیہ کے اقوال سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں۔:
1۔ بیعت صرف محض اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے لئے کسی مرشد کی سرپرستی شاگردی اور اس کی تعلیم و تربیت کے زیر سایہ رہنے کا نام ہے شیخ کو گواہ بنا کر اللہ تعالی کی

---

(86) ایضا،ج:26،ص:572
(87) ایضا،ج:21،ص:546

بارگاہ میں گزشتہ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور مستقبل میں گناہ نہ کرنے کا عزم کرنااوراپنے جملہ امور کو شریعت مطہرہ کے مطابق بجالانے کا پختہ عہد کرنا ہے۔

2۔بیعت دراصل تجدید ایمان کرنے کا نام ہے ایمان کی دولت تو ایک مسلمان کو مسلم خاندان میں پیدا ہو جانے پر ہی مل جاتی ہیں شعوری اور ارادی طور پر کسی نیک صالح بندے کی موجودگی میں اسلام کا کلاوہ اپنے گلے میں ڈالنا اور اللہ تعالی سے اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کا عہد کرنا بیعت کہلاتا ہے۔

3۔بیعت کوئی فرض واجب اور ضروری امر نہیں ہے البتہ مستحب امر اور نیک و صالحین لوگوں کا طریقہ ہے جو سالہاسال سے بلاد اسلامیہ میں جاری و ساری ہے۔تصوّف کے بڑے بڑے سلاسل طریقت مثلا،چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اویسیہ ،شاذلیہ بیعت سے وابستہ ہیں اور ان کا فروغ بیعت سے ہو رہا ہے۔

4۔انسانی طبیعت اور مزاج ایک جیسے نہیں ہیں کچھ لوگ فطری طور پر سلیم الفطرت ہوتے ہیں شروع روز سے ہی وہ پاکیزہ سوچ عمدہ اخلاق و محاسن کے مالک ہوتے ہیں نیز رذائل اور برے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں یہ لوگ اگر کسی پیر کے مرید نہ بھی ہوں تب بھی یہ نیک اور اچھے لوگ ہوتے ہیں۔

5۔صوفیہ کی عبارتوں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ پیر اور شیخ صرف مرد ہو سکتا ہے عورت نہیں ہو سکتی اس بات کا اہتمام اور تبلیغ بھی ضروری ہے کیونکہ آج کل کی عورتیں تربیت اور شیخ کے منصب پر فائز ہیں جس کی وجہ سے بے راہ روی اور شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔پیر شریعت مطہرہ کا پابند ہو شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا نیز ضروری قرآن وسنت کے علوم سے آگاہ اور واقف ہوں اپنے مریدوں کو قرآن وسنت

سے مسائل نکال کر سمجھا سکتا ہو۔

6۔جاہل کی بیعت صوفیہ کے یہاں جائز نہیں اسی طرح شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی کرنے والے کی بات بھی درست نہیں ہے۔

7۔صوفیہ کے اقوال سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بیعت محض دم درود، عملیات تعویز دھاگے کروانے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی یہ دنیاوی اور مادی منفعت کے حصول کا نام ہے بلکہ یہ تو سراسر قرآن وسنت کی پابندی کے زیر اثر آنے اور نفس و شیطان کی شر انگیزیوں سے بچنے کی ایک مخلصانہ سعی ہے اور ناصحانہ رہنمائی حاصل کرنا اور پابند سنت، مخلص، متقی کی سنگت اور معیت اختیار کرنا اور ان کے ارشادات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنا ہے۔

8۔اس سے اس عوامی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوتا ہے کہ جو لوگوں کے اندر مشہور ہے کہ ہم تو بیعت اس پیر اور شیخ کی کریں گے جو ہمیں مقدمہ میں کامیابی دلائے، ہمیں امریکہ کا گرین کارڈ دلوائے۔ ہمارے اٹکے ہوئے اور رکے ہوئے جائز یا ناجائز کام کروادے۔ ہماری فلاں فلاں حاجتیں اور مرادیں پوری کروا دے اور ہتھیلی پر سرسوں جمادے، دل کی باتیں جان لے وغیرہ وغیرہ حالانکہ ان امور میں سے کسی امر کا تعلق بھی بیعت کے ساتھ ہے اور نہ ہو گا اور نہ ہی تصوّف کی کتب میں شیخ یا مرشد کے فرائض میں یہ امور بتائے گئے ہیں۔

9۔یہ بات بھی پتہ چلی کہ بیعت کی شرائط میں ہاتھ میں ہاتھ دینا ضروری نہیں بلکہ اصل میں ارادت قلبی ہے اور اس کا نافذ ہونا ایجاب و قبول پر موقوف ہے لہذا زبانی اور کے ذریعے بھی بیعت ہو سکتی ہے۔ مرشد اور شیخ کا روحانی تعلق اور حضور نبی کریم ﷺ کے علمی و قلبی فیض کا امین ہونا اور علوم دینیہ کا وارث ہونا اور تعلیم و تربیت کے مشکل ترین راہ

کا شہسوار اور ماہر ہونا از حد ضروری ہے ورنہ منزل مراد کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

10۔سب سے بڑھ کر پیر کا صحیح العقیدہ سنی ہونا ضروری ہے آج کل اکثر درگاہوں پہ بدعقیدہ رافضی و نیم رافضی پیروں کا قبضہ ہے جو لوگوں سے ایمان کی دولت چھین رہے ہیں۔ حب اہل بیت اطہار کی آڑلے کر صحابہ کرام پہ طعن و تشنیع اور تبرا بازی کرتے ہیں۔ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ تبرا بازی کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کی بیعت بالکل درست نہیں ہے۔ایسی بیعت سے بے پیرا رہنا ہی زیادہ درست اور ایمان کی سلامتی کا محافظ ہے۔

## مروجہ بیعت کے اثرات:

برصغیر پاک وہند کے اندر ایک سیدھا سادہ مسلمان جو شریعت مطہرہ کا عامل، نماز روزے کا پابند، رزق حلال کمانے والا، اپنے والدین کی خدمت کرنے والا، رشتے داروں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا، ہر بزرگ کا ادب و احترام کرنے والا، دینی محافل میں ذوق و شوق کے ساتھ شرکت کرنے والا، ہر دینی کتاب کو لگن اور شوق کے ساتھ پڑھنے والا قرآن و سنت میں مذکور مسنون دعاؤں کو اہتمام سے پڑھنے والا جب کسی پیر صاحب کا مرید ہو جاتا ہے تو اس کا اندازِ زیست ہی بدل جاتا ہے۔اس بیعت کے بڑے گہرے اور دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں کچھ کا تذکرہ اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

1۔ مخصوص وضع قطع اختیار کر لیتا ہے جس میں اپنے پیر خانے کی تشہیر نمایاں ہو ۔مخصوص رنگ کی ٹوپیاں، عمامہ شریف، گلے میں لٹکانے والی چادر وغیرہ۔پیر صاحب کا

ذوق جس رنگ کا ہے سارے مرید اسی رنگ کی ٹوپیاں کرتے وغیرہ سلواتے ہیں۔ شیخ صاحب کے ذوق کو اس میں مرکزی اور نمایاں حیثیت ہوتی ہے۔

2۔ مروجہ طریقت میں پیر صاحب کا ذوق بھی ایک مستقل حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اگر پیر صاحب کو قوالی پسند ہے اور اس میں ایک مخصوص راگ اور ساز پسند ہے تو جملہ مریدین اسی راگ اور ساز کو سنیں گے۔ اگر پیر صاحب کو نماز کے بعد جہری ذکر ایک مخصوص طرز اور لے میں پسند ہے تو جملہ مریدین بھی اسی انداز اور طرز میں ذکر کریں گے۔ یہی معاملہ لباس کا ہے جو آستانہ کا آفیشل لباس منظور شدہ ہے تمام پیر بھائی حضرات وہی پہنتے ہیں کچھ عملی طور پر سست مریدیوں بھی کر لیتے ہیں پورا سال جینز، تھری پیس، شارٹس پہنے رکھتے ہیں جب پیر صاحب کے سامنے حاضری دیتے ہیں تو پیر صاحب کے مرغوب لباس پہن کر حاضر ہو جاتے ہیں یوں رند کے رند بھی رہے اور ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ قصہ مختصر پیر صاحب کے ذوق کی فرضوں کی طرح پابندی کی جاتی ہے۔

3۔ بیعت سے پہلے ہر دینی محفل میں شرکت کرنے والا اب بیعت کے بعد دوسری دینی محافل میں جانا چھوڑ دیتا ہے۔ صرف یاران طریقت کی محافل میں شرکت کی جاتی ہے دوسری محافل میں جتنا بھی قابل، عالم فاضل، صاحب تقوی عالم دین بیان کرنے کے لیے آئے اسے درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا۔

4۔ ہر بزرگ کا ادب و احترام کرنے والا سالک اپنی تمام محبتیں شفقتیں، الفتیں، چاہتیں، پیار، خلوص، عزت و احترام اپنے شیخ پر ہی نچھاور کرتا ہے۔ بہت کم مرید ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں کہ جو دوسرے بزرگ کو بھی وہی ادب و احترام دے رہے ہوں جو اپنے پیر صاحب کو دیتے ہیں۔ ایسی بازاری اور گھٹیا سیاست کی مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں کہ ایک علاقے میں

کسی پیر صاحب کا حلقہ ارادت زیادہ ہو، اسی علاقے میں کوئی دوسرے پیر صاحب آ جائیں تو مریدین دوسرے پیر صاحب پر گھٹیا الزام لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے جھوٹ، غیبت، چغلی، تہمت بہتان طرازی کا بھی سہارا لینے میں کوئی عار نہیں سمجھی جاتی۔

5۔ مسنون دعاؤں کی پابندی کرنے والا اب اپنے آستانے کے اکثر غیر مسنون اوراد و وظائف کی اہتمام سے پابندی کرتا نظر آتا ہے۔ یہ ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مروجہ امور تصوّف میں مسنون اوراد و وظائف کی جگہ غیر مسنون اوراد و وظائف زیادہ شامل ہیں۔

6۔ مروجہ بیعت کی ایک تاثیر یہ بھی دیکھنے میں نظر آئی ہے کہ رسومات تصوّف، معمولات تصوّف مثلاً دست بوسی، قدم بوسی، استان بوسی، چادر پوشی، عرس اور قوالی میں اہتمام سے شرکت بلکہ ان محافل میں شرکت کو لازم اور فرض خیال کرتے ہیں، جب کہ فرائض دینیہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، کسب حلال، اکل حلال وغیرہ کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ مریدوں کے اندر یہ تصور بیٹھ چکا ہے کہ ہم جتنی بھی بداعمالیاں کر لیں، صاحب مزار ہماری شفاعت کریں گے۔ اس غلط بات کو مزید ان واعظین نے عام کیا ہے جنہوں نے حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کے دھوبی والی کرامت اور اس طرح کی دیگر کرامتیں بیان کر کے لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور پختہ کر دیا ہے کہ تم جو مرضی کرو صاحب مزار آخرت میں تم کو قبر کے عذاب سے بھی چھڑوالیں گے اور حشر میں اپنے جھنڈے تلے جگہ دے کر تمہارے گناہ بھی بخشوالیں گے تمہاری شفاعت کریں گے۔ اور تمہیں جنت میں اپنے ساتھ رکھیں گے۔

8۔ شومئ قسمت اگر پیر صاحب علم دین سے کورے ہیں اور مسند ارشاد میراث میں ہی پائی ہے تو ان کے مریدین علم اور علماء سے سخت تنفر اور بیزاری رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ایسی سرگرمیوں کو فضول اور وقت کا زیاں سمجھتے ہیں جیسا کہ مدارس میں پڑھنا، علم دین کی

ترویج واشاعت وغیرہ۔ان کا موقف ہے کہ ہم درگاہ سے نسبت کی برکت سے اس مقام عالی پر فائزہیں جہاں پر ظاہر بیں علماء سوچ بھی نہیں سکتے۔

9. ہم نے ایک سروے کیا تھا جس میں مختلف درگاہوں سے وابستہ افراد مثلاً مریدین، معتقدین، محبین سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اس درگاہ پر بیعت ہونے کی برکت سے آپ کے اخلاق کردار، رویے اور اعمال میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ بہت سے لوگ یہ سوال سن کر خلا میں گھورنے لگتے یا گم صُم ہو کر منہ دیکھنے لگتے جیسے ہم نے کوئی بہت ہی مشکل سوال کر دیا ہے کئی حضرات نے کہا کہ ہم نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں لیکن یہ حضرات بیعت سے پہلے بھی نماز روزے کے پابند تھے ایک فیصد سے بھی کم وہ حضرات تھے جنہوں نے کہا کہ اس آستانے پر بیعت کی برکت سے میں عملی طور پر اچھا مسلمان بن رہا ہوں یا میرے اخلاق اور رویے میں بہتری اور تبدیلی آئی ہے۔یہ کسوٹی ہے اس بات کو دیکھنے کی کہ اس جگہ پر بیعت کی برکت سے میرے اندر کیا انقلابی تبدیلیاں آئی ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ بیعت کا ثمرہ وصول الی اللہ بطریق سنت رسول ﷺ ہے درگاہوں اور آستانوں پر جو بیعت ہوتی ہے یہ فقط بیعت برکت ہے حدیث مبارکہ میں جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ حاکم اسلام کی بیعت ہے پہلے لوگ بیعت کرتے تھے باطنی تطہیر، روحانی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالی کا قرب حاصل کرنے کے لیے اور اپنی تربیت کے لیے۔اب رسومات تصوّف تو موجود ہیں حقیقت تصوّف یعنی تزکیہ، روحانی پاکیزگی مفقود ہے۔جس طرح دنیا کے تمام شعبے مادیت زدہ ہوئے ہیں اسی طرح روحانی پاکیزگی کا شعبہ بھی اس سے متاثر ہوا ہے اب بیعت کی جاتی ہے امریکہ کے گرین کارڈ کے لیے، یورپی ممالک کی نیشنلٹی کے لیے، کسی دنیاوی عہدے کے حصول کے لیے یا کوئی دنیاوی فائدہ

حاصل کرنے کے لئے نہ مریدوں میں وہ تڑپ اور جذبہ صادق ہے کہ ہم گناہوں سے پاک ہو کر نبی کریم ﷺ کی سیرت اور سنت کے مطابق زندگی بسر کریں اور نہ ہی شیوخ کا یہ مطمح نظر ہے کہ اپنے مریدوں کی تربیت کریں۔

# 4۔ مجالس ذکر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیراً"(88)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبھم (89)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہو کر بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی کرتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے

"واذکر ربك کثیرا وسبح بالعشی والابکار (90)

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کر اور صبح و شام تسبیح کر

## ذکر کی برکات:

"مشائخ کی ایک جماعت نے ذکر کے لئے لا الہ الا اللہ کو قبول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ باطن کو منور کرنے اور خیالات میں یک رنگی پیدا کرنے اور یکسوئی پیدا کرنے میں زبردست خاصیت رکھتا ہے بشرطیکہ حق پرست مخلص اس پر مداومت کرے اس وقت یہ کلمہ اس کے لئے عطیہ الٰہی بن جاتا ہے۔

---

(88) سورۃ الاحزاب 41:33
(89) سورۃ آل عمران 02:191
(90) سورۃ آل عمران 41:02

اگر بندہ (خلوت میں) دل کے ساتھ اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کی تکرار کرتا رہے تو یہ کلمہ اس کے دل میں اپنی جڑیں بنالیتا ہے اور نفس کی باتیں اس کے دل سے دور ہو جاتی ہیں۔ اس کے دل میں کلمہ کا مفہوم، کلمہ نفس کا قائم مقام بن جاتا ہے۔ پس جب یہ کلمہ دل پر مستول ہو جائے اور زبان اسکو بے تکلف ادا کرنے لگے تو اس وقت قلب اس کلمہ کو اپنے اندر اس طرح جذب کرلیتا ہے کہ کسی وقت اگر یہ کلمہ زبان و قلب سے دور بھی ہو جائے تو اس وقت بھی اسکا نور قائم رہتا ہے۔ اور اس وقت یہ ذکر مشاہدہ کے ساتھ قائم ہو کر ذکر ذات بن جاتا ہے یہی وہ ذکر ہے جو ذکر نور کے ساتھ جوہر بن جاتا ہے اسی کا نام مشاہدہ، معاشقہ اور معائنہ ہے۔"[91]

ارباب صوفیہ کے ہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذکر ایک قوی رکن ہے بلکہ اس راستے میں تمام دارومدار اس پر ہے۔ اللہ تعالیٰ تک کوئی اس کے دائمی ذکر کے بغیر نہیں پہنچ پاتا۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔[92]

1۔ذکر باللسان

2۔ذکر بالقلب

زبان کے ذکر سے انسان دل کے دائمی ذکر تک پہنچتا ہے لیکن اصل تاثیر دل کے ذکر کی ہے جب بندہ اپنی زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ سلوک کی حالت میں اپنے وصف میں کامل ہے۔"[93] میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1017ھ) فرماتے ہیں۔

---

(91) سہروردی شہاب الدین شیخ، عوارف المعارف، پروگریسو بکس لاہور، 2010ء، ص386

(92) قشیری عبدالکریم ھوازن ابوالقاسم، رسالہ قشیریہ، ص399

(93) ایضا، ص399

"بندہ ہر وقت ذکر میں ڈوبا رہے، حضور قلب سے ذکر کرے اور ذکر میں غفلت نہ کرے، ذکر میں غفلت ذکر سے غفلت سے بدتر ہے لھٰذا بندہ اپنی زبان کو اور دل کو ذکر اور معنیٰ ذکر سے خالی نہ رکھے جب کچھ مدت اس حال میں گزرے گی۔ دل میں ذکر گھر کر جائے گا اور جب ذکر کو لازم کرے گا تو دل کہنے سے بھی باز رہے گا اور معنٰی ذکر دل پر غالب آجائیں گے۔ یہ وہ معنیٰ ہیں جن میں کوئی حرکت اور کوئی آواز نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ذکر صدق و عقیدت کی نیت سے ہو امتحان کی نسب سے نہ ہو۔ یوں نہ آزمائے کہ مکاشفات و مشاہدات کے متعلق جو کچھ مشائخ نے فرمایا ہے وہ درست ہے یا نہیں کہ اس میں صدق نیت نہیں تو کچھ حال نہ کھل سکے گا۔(94)

مجالس ذکر و فکر خانقاہی نظام کی اہم اور موثر سر گرمی ہے۔ جسکا مقصد دل کا زنگ اتار کر دل کو نورِ الٰہی سے منور کرنا ہے۔ ان مجالسِ ذکر و فکر کا آغاز تو زمانہ نبوی ﷺ سے ہی ہو گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی صحابہ کرام کا ایک گروہ حضور ﷺ کے پاس موجود رہتا۔ احدیث جمع ہوئیں۔ قرآن جمع ہوا یہ انہی نورانی مجالس کی برکات تھیں۔ بعد ازاں مفسرین، محدثین، متکلمین اور صوفیہ کے حلقے بنے، دین کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ اسلام کی تعلیمات کا احسن انداز میں ابلاغ انہی مجالس کا مرہونِ منت ہے۔ خانقاہی نظام میں ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حلقے قائم و دائم رہے اور صوفیہ اپنی ہمت و بساط کے مطابق زمین کے ان گوشوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے۔ جو آج خانقاہوں سے موسوم ہیں۔ خانقاہی نصاب میں ملفوظات کی جو کتب ملتی ہیں وہ انہی مجالسِ ذکر کی عطا ہیں کہ شیخ جو کچھ فرماتے رہے مخلص مریدین نے ان ارشادات کو قلم بند کر کے بعد میں

---

(94) عبدالواحد بلگرامی۔ سبع سنابل، ص254،255

آنیوالے حضرات کے لئے علمی دستر خوان تیار کر دیا۔

صوفیہ کے ہاں ذکر کے دو طریقے عموماً مروج ہیں۔

1۔ذِکرِ جلی 2۔ذکرِ خفی

ہر ایک ذکر کی شرائط ان کے سلاسل میں معروف ہیں لیکن عموماً ان اصولوں کی پابندی ضرور کی جاتی ہے۔

1۔باوضو 2۔سر ڈھانپ کر 3۔قبلہ رُو ہو کر 4۔خوشبو کا اہتمام کر کے، اگر بتی، لوُبان سلگا کر یا خوشبو لگا کر ذکر کیا جاتا ہے۔

ذکر کے دوران اس بات کا بھی خیال رہے کہ جب تک نشاط اور ذوق وشوق باقی ہو ذکر کے اگر نیند کا غلبہ یا بھوک یا قضائے حاجت کی شدت ہو تو ذکر موقوف کرو اور ذکر کے دوران اس بات کا بالخصوص اہتمام ہونا چاہیے کہ نماز پڑھتے ہوئے نمازی کی نماز میں خلل انداز ی نہ ہو نیز نیند والے کی نیند بھی خراب نہ ہو ذکر کا مقصد جلائے قلب ہے۔ صفائے باطن اور طہارت باطنی ہے۔

# 5۔خانقاہی نظام کی ملمّع سازیاں

ہر علم کی طرح علم تصوّف کیساتھ یہ ظلم ہوا کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اسکی اصل تعلیمات مسخ ہو گیں اور اصل تعلیمات کی جگہ تحریف شدہ نظریات اور ملمّع شدہ افکار لوگوں کے ذہنوں میں ڈال دیئے گئے۔

کسی نے خوب کہا کہ دورِ صحابہ وتابعین میں تصوّف کا نام نہیں تھا مگر تصوّف کی حقیقت موجود تھی اور اب تصوّف کا نام اور آثار موجود ہے مگر تصوّف کی حقیقت موجود نہیں۔

"اسلام در کتاب و مسلمان در گوراست"

اسلام کتابوں میں موجود ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں۔الغرض عجب دور ہے اصل پیروں کی جگہ جعلی پیر آ گئے ہیں۔ جن کا مقصد تجارتی انداز سے علم تصوّف کو پیش کر کے دنیاوی سیم وزر کمانا ہے۔ان کی کوششوں کا ماحصل دنیا کی منفعت اور مادی آسائشوں کا حصول ہے۔ یہ لوگ شریعت کے ترک کو طریقت، ہٹ دھرمی کو استقامت، لوگوں کے بے عزت کرنے کو جلال امراءاور حکام کی خوشنودی کو حکمت کا نام دیتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اصل لوگ ختم ہو گئے ہیں۔ بازار میں دو نمبر مال کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہوتا کہ ایک نمبر اور اصل چیز معدوم ہو گئی ہے۔اسکا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک نمبر ہے جبھی تو دو نمبر بنی ہے۔اصل کی ہی تو نقل بنتی ہے۔اچھے ،صالح اور متوازن فکر والے مشائخ موجود ہیں مگر ان کی تعداد کم ہے۔ جس کی وجہ سے شر کا خیر پر غلبہ ہے۔اس وقت ملمّع ساز اور جعلی پیر درج زیل انداز سے لوگوں کی عقیدت واحترام کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔

## 1)۔لاٹری و بانڈ کے نمبر بتانا:

آج کل معاشی حالات دگر گوں ہیں لوگ جلد امیر بننا چاہتے ہیں۔اس معاملے میں محنت و حلال طریقے سے اپنی حالت درست کرنے کی بجائے شارٹ کٹ طریقے سے لاٹریاں اور بانڈ اور مختلف انعامی سکیموں کا سہارا لے کر اپنی معیشت سنوارنا چاہتے ہیں۔اور اسے پیر مانتے ہیں جو لاٹری کا نمبر بتائے یا بانڈ کا نمبر بتائے تو نمبر لگ جائے۔اور وہ جلد مالامال ہو جائیں آج کل کئی پیروں نے اس شے کو بطور پیشہ بنالیا ہے اور معاشرے میں یہ جلب زر کا بہت ہی آسان طریقہ ہے۔لوگ ان عاملین کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اپنا وقت اور پیسہ بُری طرح برباد کرتے ہیں۔

## 2)۔بزرگوں کی سواری کا تصور:

ایک نظریہ ہمارے معاشرے میں جعلی پیروں نے بزرگوں کی سواری کا پیدا کر رکھا ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری آتی ہے اور سواری آنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ اس مرد یا عورت کی آواز بدل جاتی ہے اور لوگ ان سے اپنے مطلوبہ سوال پوچھتے ہیں اور ان کے تکوں اور اٹکلوں کو حقیقت سمجھ کر عمل پر یا ہوتے ہیں۔ اخباروں میں اس طرح کی خبریں بھی پڑھنے کو ملتی ہیں کہ جعلی پیروں ک کہنے پر اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا کہ مجھے حکم فرمادیا گیا تھا اپنے بیٹے کی قربانی دے۔اسی طرح یہ ناعاقبت اندیش لوگ اپنے جُملہ امور ان عاملوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور وہی لوگ ان کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے ہیں

## 3)۔زنانہ وضع قطع:

موجودہ دور کے جعلی پیروں کی ایک تعداد زنانہ وضع قطع اختیار کئے رکھتے ہیں یعنی عورتوں جیسی مشابہت بنانا اور ان جیسے کپڑے پہننا، ہاتھوں میں مہندی، بانہوں میں چوڑیاں و گجرے، لمبے لمبے بال اور ہونٹوں پر مہندی لگا کر رکھتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ لوگ ان عورت نما مردوں کے بھی مرید ہو جاتے ہیں اور بلا چُوں چراں ان کی باتوں کو مانتے ہیں۔

## 4)۔بے سلسلہ ہونا:

کئی پیر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا سلسلہ طریقت نہیں ہوتا بس خود بخود پیر بن کر باپ، داد اکی گدی پر بیٹھ جاتے ہیں اور پیری مریدی شروع کر دیتے ہیں۔ معاشرے میں یہ بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کئی لوگ جن کو اجازت نہیں یا کسی آستانے سے خلافت و نیابت حاصل نہیں وہ بھی بے دھڑک دھڑا دھڑ لوگوں کو مرید کر رہے ہیں اسی طرح دنیا کا مال کمانے میں وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں۔

## 5)۔شعبدہ بازی کرنا:

آجکل کئی جعلی پیر شعبدہ بازی کر کے اپنی دوکانداری چلا رہے ہیں۔ شعبدہ بازی کئی اقسام کی ہے۔ مثلاً پانی کو میٹھا کر دینا، کھانے کو زیادہ کر دینا، روپے پیسے کو ڈبل کر دینا وغیرہ ہے۔ سونا زیادہ کر دینا، سادہ لوح اور جلد امیر بننے کے خواہش مند اپنا سونا پیسہ، نقدی وغیرہ ان کو دے کر ڈبل یا زیادہ کروانے کے چکروں میں اپنے مال وزر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ماضی قریب میں گجرات کے نواح وزیر آباد میں ایک پیر ڈبل شاہ کے نام سے مشہور تھا جو لوگوں کے

پیسے ڈبل کر کے دیتا کئی لوگوں نے اس سے پیسے ڈبل کروانے کے لئے دئے اور وہ اپنی زندگی بھر کی کمائی گنوا بیٹھے۔

## 6)۔ملامتی رنگ اختیار کرنا:

راہ سلوک میں صوفیوں کا ایک گروہ ملامتی رنگ کا قائل ہے ان کے بقول وہ اپنی ولایت و مرتبہ کو چُھپانے کے لئے لوگوں میں قصداًایسے افعال کرتے ہیں کہ لوگ انہیں ملامت کرتے ہوئے اکیلا چھوڑ دیں۔ یہ لوگ ناچتے، کودتے، گاتے، گنگاتے ہیں۔ شراب بھی پیتے ہیں۔اسی طرح چرس، بھنگ،افیون اور ہیروئن کا نشہ بی کرتے ہیں۔ نماز روزے اور عملی شریعت سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ عورتوں سے پردے کا ان کے ہاں رواج نہیں۔ بلکہ بے پردہ عورتوں سے اپنا جسم دبوانا اور ان میں بیٹھنا انکے ہاں معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

## 7)۔موکلات کا تصور:

موجودہ دور میں کئی جعلی صوفیہ ور عاملین لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس موکلات (جن) ہیں اور لوگوں میں سے جس کی چوری، ڈکیتی وغیرہ ہو جائے تو اس کے حل کے لئے ان جیسوں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ اٹکل سے کہ دیتے ہیں کہ چور کا نام فلاں حرف مثلاً''ن'' سے شروع ہوتا ہے اب اگر''ن'' سے کسی قریبی رشتہ دار کا نام نکلتا ہو تو رشتہ دار پر الزام و بہتان اور لڑائی جھگڑے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور خاندانوں کے خاندان تباہی و بربادی سے دوچار ہوتے ہیں۔

اسی طرح ان عاملین کے کہنے پر لوگ اپنے گھروں میں بیویوں، بہوؤں کو طلاق بھی دے یا دلوادیتے ہیں جب عامل ان کے کہتا ہے کہ آپ کی بہو یا بیوی آپ کو تعویذ ڈال رہی ہے یا

جادو کروارہی ہے۔اسی طرح عشقِ مجازی سے سرشار حضرات وخواتین ان جعلی پیروں کی کمائی کاسب سے بڑاذریعہ ہیں۔اپنی من پسند جگہ پر شادی کروانے کا کہ کراور سنگدل سے سنگدل محبوب کواپنے قدموں ڈالنے کے پرکشش نعروں سے ان کاکاروبار چل رہاہے۔

## 8)۔ علم وعلماء کے متعلق غلط نظریات رکھنا:

جعلی پیروں کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ علم اور علماء کی قدر نہیں کرتے علم کے بارے میں کہتے ہیں ان علماء کے پاس ظاہری وکتابی علم ہے اور ہمارے پاس باطنی علم ہے۔یہ لوگ نہ تو خود علم کی رغبت اور ذوق وشوق رکھتے ہیں نہ اپنے حلقہ ارادت میں علمی ماحول پیدا ہونے دیتے ہیں۔اگران کو علم کے فروغ میں سب سے بڑی رکاوٹ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔ کبھی علمائے کرام کو علمائے یہود سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کبھی چند جزوی مسائل رٹ کر علماء سے امتحاناًسوالات کریں گے۔اوران کی دشنام طرازی کریں گے۔اور عزت نفس مجروح کریں گے۔ کبھی کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے نے کہا کہ اگر ہم نے آپ کے بیٹے کو کھایا ہے تو ہمارا حشر چودھویں صدی کے علماء سے ہو، کبھی صوفیہ کے حالت جذب وسکر میں نکلنے والے اشعار کا سہارالیکر علماء کرام کی توہین کرتے ہیں۔

# تعلیمات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اصلاح خانقاہی نظام:

## 1۔نسب پر تفاخر:

دور حاضر میں نسب پر فخر کرنے کی وبا عام ہے۔لوگ اپنے آپ کو نسب کے اعتبار سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس شرافت عرفی کو بنیاد بنا کر لوگ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کی تحقیر کرتے ہیں-جب کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں یہ ارشاد فرماتے ہیں

''شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں-

اللہ عزو جل فرماتا ہے: انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم [95]

ترجمہ: تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔[96]

''اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمان کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے-وہ ہمارا دینی بھائی ہو گا[97]''

---

(95) الحجرات۔49:13

(96) احمد رضا بریلوی فتاویٰ رضویہ ج،05،ص:295

(97) ایضا،ج،05،ص:294

## 2۔ مرشد کو خدا کہنا اور سجدہ کرنا:

مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر، مرشد برحق کی قدم بوسی سنت ہے اور سجدہ ممنوع (98)"

## 3۔ پیر کی عظمت کو رسول ﷺ کی عظمت سے زیادہ سمجھنا

کسی کا یہ مطلب ہو کہ میرے پیر کی عظمت نبی کریم ﷺ سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے" (99)

## 4۔ پیر کا دم و تعویذ سے بندہ ٹھیک کر دینا معیار نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ معیار ہے:

ا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لیے اور اس کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو (نماز، روزہ، زکوۃ، دارھی رکھنے والا، سچ بولنے والا) وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر و استدراج ہیں۔ (100)

## 5۔ طاقوں و درختوں پر شہید مرد کا نظریہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو چاول، شیرینی وغیرہ فاتحہ دلاتے ہیں، ہار لگاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں

---

(98) ایضا، ج،14، ص:611

(99) ایضا، ج:13، ص:655

(100) ایضا، ج:21، ص:546

اور مرادیں مانگتے ہیں۔اس بابت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس نے ارشاد فرمایا کہ:

''یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقت اور بطالت ہیں،ان کا ازالہ لازم[101]''

## 6۔فرضی قبروں کا حکم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس نے فرضی اور مصنوعی قبر کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

''قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال [چادریں چڑھانا وغیرہ] کرانا گناہ ہے[102]''

''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا، ناجائز و بدعت ہے، اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی''

اور ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی۔اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہر گز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر... تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور حرام و ممنوع ہے[103]''

## 7۔مزار کی چادریں:

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ایک ہی مزار پر روزانہ بیسیوں چادریں چڑھا دیتے ہیں، اعلیٰ

---

(101) احمد رضا خان بریلوی، احکام شریعت، ص:13

(102) احمد رضا خان بریلوی۔ فتاویٰ رضویہ ج04ص:511

(103) ایضا،ج،04،ص:121

حضرت نے نہ صرف یہ کہ ایسے لوگوں کو درست طریقہ بتایا بلکہ ان چادروں کا صحیح مصرف بھی یوں ارشاد فرمایا:

''جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام اس میں صرف کریں، اللہ تعالی کے ولی کی روح کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں[104]''

## 8۔ عورتوں کا مزارات اولیاء پر جانا:

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اہل اسلام کو یوں نصیحت فرمائی۔

عورتوں کے حالات دیکھتے ہوئے سوائے حاضری روضۂ انور (سید ابرار ﷺ) کہ واجب یا قریب بواجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۂ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصا اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرور (ڈانس، گانا، باجا وغیرہ) میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت میں تو عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔ یعنی ڈھول باجے، تاشے والے عرسوں میں عورتیں تو عورتیں امام اہل سنت مردوں کا جانا بھی پسند نہیں فرماتے۔ اس ضمن میں ایک تفصیلی سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تفصیلی فتویٰ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

زمانہ نبوی ﷺ میں عورتوں کو مسجد میں آنے، عیدین کی نماز میں حاضر ہونے کی اجازت تھی لیکن بعد ازاں یہ اجازت اٹھالی گئی جیسا کہ در مختار میں ہے۔

---

(104) احمد رضا خان بریلوی، احکام شریعت، ص: 62

**یکرہ حضور ہن الجماعۃ والجمعۃ وعید ووعظ مطلقاً ولوعجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان ۔** (105)

ترجمہ: جماعت میں عورتوں کی حاضری اگرچہ جمعہ عید اور وعظ کے لئے ہو، مطلقا مکروہ ہے۔ اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے یہی وہ مذہب ہے جس پر فساد زمانہ کے باعث فتویٰ ہے۔

صحیح البخاری و مسلم شریف کی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (متوفی 58ھ) سے بھی اس فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

**لو ادرك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل ۔** (106)

ترجمہ: اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔

یہی وجہ ہے کہ تابعین کے زمانہ سے ہی ائمہ دین نے (مسجد میں آنے سے) مخالفت شروع فرمادی۔ پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو بھی حالانکہ وہ زمانہ صالحات کا زمانہ تھا۔ فیوض و برکات کا زمانہ تھا اور اب العیاذ باللہ بلکہ عنایہ امام اکمل الدین میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ فرمایا": لوعلم النبی صلی اللہ

(105) شامی، ابن عابدین، الدر المختار، کتاب الصلوۃ ۔ ، بیروت، دارالمعرفۃ، س،ن ، باب الامامۃ ،ج:02،ص:376

(106) بخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث 873

علیہ وآلہ وسلم ما علم عمر ما اذن لکن فی الخروج ۔"[107]

ترجمہ: اگر نبی ﷺ یہ دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ بھی تمہیں مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے۔

یہی امام اکمل الدین فرماتے ہیں: " فافتتح بہ علماؤنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا اما العجائز فمنعھن ابوحنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الخروج فی الظھر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتویٰ الیوم علی کراھة حضورھن فی الصلوات کلھا لظھور الفساد ۔"[108]

اسی سے ہمارے علماء نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقا منع فرمادیا۔ رہ گئیں بوڑھی عورتیں ان کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ظہر وعصر میں جانے سے ممانعت فرمائی اور فجر، مغرب اور عشاء میں اجازت رکھی اور آج فتویٰ اس پر ہے تمام نمازوں میں بھی ان کی بھی حاضری منع ہے۔اس لئے کہ خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی 32ھ) فرماتے ہیں:

ترجمہ: "عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اس وقت ہوتی ہے جب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (متوفی 73ھ) جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی (متوفی 96ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(107) العنایہ علی ھامش فتح القدیر، باب الامامة: کوئٹہ مکتبہ رشیدیہ،، ج:01، ص:318،

(108) ایضا، ج:01، ص:318،

اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے[109]۔"

مذکورہ بالا احادیث و اقوال فقہاء بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

: جب ان خیر کے زمانوں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں، اور کاہے سے، حضور مساجد و شرکت جماعات سے، حالانکہ دین متین میں ان دونوں (مسجد میں جانا اور نماز با جماعت) کی شدید تاکید ہے تو کیا ان منہ شرور (برے دور) میں ان قلیل یا موہوم (خیالی) فیوض کے حیلے سے عورتوں کی اجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کاہے کی زیارت، قبور کو جانے کی۔ جو شرعا موکد (تاکید کیا گیا) نہیں اور خصوصا ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا نا ترسوں (خدا سے نہ ڈرنے والوں) نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے منافقت ہے۔

آگے بڑھ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں۔

سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسال عن الجواز و الفساد فی مثل ھذا وانما یسال عن مقدار مایلحقھا عن اللعن فیھا واعلم انھا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنھا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ ۔[110]

ترجمہ: یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر

---

(109) عینی، بدر الدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الخروج النساء الی المساجد، ملتان، دار الحدیث، ج:04، ص:856

(110) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی الجنائز، البحث الخامس، لاہور: سہیل اکیڈمی، ص:594

سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

امام احمد رضا کی ان تحقیقات سے خوب روشن ہو گیا کہ عورتوں کو مسجد میں جاکر نماز پڑھنا ممنوع ہے تو بھلا کسی مزار و قبرستان میں جانا کیسے جائز ہو گا؟

عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ سے ایک نصیحت آموز روایت اس طرح بیان فرمائی:

حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (متوفی 36ھ) نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ، حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (متوفی 60ھ) کو اس معنی پر (یعنی مسجد میں جاکر نماز پڑھنا) عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا (حضرت زبیر بن العوام) منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انہوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے، جب یہ آئیں اس دروازے سے آگے بڑھی تھی کہ انہوں نے نکل کر پیچھے سے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا اناللہ فسد الناس ہم اللہ کے لئے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو، اس کی طرف سے اندیشہ ہی سہی فاسق مردوں کی طرف سے اس پر خوف کا کیا علاج۔

یہاں اس امر کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ عورت شرعاً کس وقت گھر سے باہر نکل سکتی

ہے۔ تو اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی امام فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ وفتاویٰ خلاصہ وفتح القدیر وغیرہا سے نقل فرمودہ یہ نص کافی ووافی ہے۔

یجوز للخروج ان یاذن لھا بالخروج الی سبعة مواضع ازا استا ذنته زیارۃ الا بوین وعیادتھا وتعزیتھما او احدھما وزیارۃ المحارم فان کانت قابلۃ اوغاسلۃ او کان لھا علی اخرحق او کان لاخر علیھا حق تخرج بالاذن ولغیر الاذن والحج علی ھذا وفیماعدا ذلك من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ لایاذن لھالو اذن وخرجت کاناعاصیین۔

شوہر عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت
(۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اور اگر دایہ ہو (۶) یا مردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اوپر حق ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت دونوں طرح جا سکتی ہے۔
حج بھی اسی حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ صورتیں جیسے اجنبیوں کی ملاقات، عیادت، اور ولیمہ ان کے لئے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت گئی تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بحر الرائق سے درج ذیل نص نقل فرماتے ہیں:
لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی ﷺ نھا ھن عن ذلك وقال انصرفن مازورات غیرماجورات
عورتوں کو جنازے میں نہ جانا چاہئے اس لئے کہ نبی ﷺ نے ان کے لئے اس سے ممانعت کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر جائیں تو ثواب سے خالی گناہ سے بھاری ہو کر پلٹیں گی (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اس کے لئے ان کا

خروج ناجائز ہو تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اس کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔
امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی اس تحقیق انیق سے یہ امر آشکار ہوا کہ عورتوں کو قبرستان و مزارات پر جانا جائز نہیں بالخصوص آج کل کی بد نگاہی اور شر پسندی جیسے فتنوں کے ہوتے ہوئے خواتین کو ضرور احتراز کرنا چاہئے۔

## 9۔ مسلمان پہ کوئی چیز نحس نہیں:

مسلمان مطیع پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافروں کیلئے کچھ سعد نہیں اور مسلمان عاصی کے لیے اس کا اسلام سعد ہے""" باقی کواکب (ستارون) میں کوئی سعادت و نحوست نہیں ہے۔ اگر ان کو خود مؤثر جانے مشرک ہے اور ان سے مدد مانگے تو حرام ہے ورنہ ان کی رعایت ضرور خلاف توکل ہے"[111]

## 10۔ قرآن مجید سے فال لینا:

فال ایک قسم استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں اور قران عظیم سے فال کھولنا منع ہے[112]

## 11۔ جادو حرام ہے۔

۴۔ اعمال سفلیہ (یعنی جادو وغیرہ) کہ اصل میں حرام ہیں[113]

---

(111)، ایضا، ج، 21ص: 224
(112) ایضا، ج، 23، ص: 397
(113) ایضا، ج، 23ص: 398

## 12۔ مستقبل کے حالات بتانے حرام ہیں:

۵۔(خط کھینچ کر حالات بتانا)"رمل اس شریعت میں حرام ہے[114]

## 13۔ مزارات پہ حاضری کا طریقہ:

:"مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسّط آواز بادب سلام عرض کرے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدِیْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرے کہ الٰہی عَزَّوَجَلَّ! اس قراءت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اُتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اُسے میری طرف سے اس بندۂ خدا مقبول کو نذر پہنچا پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اُس کے لئے دعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اُسی طرح سلام کرکے واپس آئے، مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔[115]

حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرد اور معاشرے میں پائی جانے والی ہر طرح کی برائیوں، خرابیوں، بدعتوں، فضول و بے جا اور بے ہودہ رسموں اور خلاف شرع رواجوں کی اصلاح میں خوب خوب تگ

---

(114) ایضا، ج23 ص:346

(115) ایضا، ج، 09، ص:522

ودو فرمائی جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مندرجہ بالا چند فرمودات، تحریرات وارشادات وفتاویٰ سے یہ بات بالکل آشکارا ہے۔

## خلاصہ بحث:

خانقاہی نظام میں مختلف اوقات میں مختلف امور سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ جن کے مستقل عنوانات اور نام ہیں مگر مقصود ایک ہی ہے یعنی تزکیہ نفس، صفائے قلب، باطنی تطہیر، فکر و نظر کی پاکیزگی اور روحانی بالیدگی کا حصول۔ یہ سرگرمیاں ایک مربوط اور منظم انداز میں سرانجام دی جاتی ہیں۔ اولاً ظاہری تعلیم و تربیت کی جاتی ہے۔ عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں عقائد پھر انبیائے کرام علیہم السلام و مرسلین عظام نیز ملائکہ، احوالِ آخرت، حشر نشر، جنت و دوزخ کے بارے میں عقائد سکھلائے جاتے ہیں۔ پھر عبادات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ قلبی، بدنی، مالی عبادات ان کی شرائط و فرائض، واجبات انکی ادائیگی کا درست طریقِ کار اور ان کے فساد سے کیسے بچا جا سکتا ہے پھر معاملات کا علم سکھایا جاتا ہے۔ بیع و شراء لین دین، نکاح، طلاق وغیرہ کے معاملات بعد ازاں اخلاقیات کا علم سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً صبر و توکل، عفو ودرگزر، حِلم، جود و سخا، عفو و عطا اور برے رزائل سے دل کو پاک وصاف رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ مثلاً دل میں بُغض و کینہ نہ ہو حسد ورقابت نہ ہو۔ غیض وغضب، تکبر وریاکاری، حُبِ جاہ اور شماتت سے دل کا پاک ہونا ضروری ہے۔ تاکہ دل کو طہارت اور پاکیزگی نصیب ہو بیعت کرتے وقت ظاہری و باطنی گناہوں سے توبہ کروائی جاتی ہے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کا پُختہ وعدہ لیا جاتا ہے۔
بیعت چونکہ ایک مرید و شیخ کے پختہ عہد کا نام ہے اس کو نبھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بیعت کوئی فرض و واجب نہیں اور نہ ہی کوئی دین کا اصول ہے مگر سنت رسول ﷺ اور

صالحین اور صوفیہ کی ایک اچھی رسم ہے جو قرنِ اول سے لیکر اب تک ہر جگہ جاری و ساری ہے اور مسلمانوں میں اسے قبولیتِ عامہ حاصل ہے۔ بیعت و ظاہری تعلیم کے بعد روحانی صلاحیتوں کو جِلا بخشنے کے لئے اور سالک و مرید کی روحانی تربیت کیلئے مجالس ذکر و فکر کے اسباق تعلیم کرتا ہے اور خانقاہوں پر بھی باقاعدگی سے روحانی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان میں شرکت سے سالک اعلیٰ روحانی مدارج طے کرتا چلا جاتا ہے اور اپنے شیخ کی تربیت سے مجاہدات و مراقبات، خلوت نشینی و چلہ کشی جیسے امور کی بدولت عرفان کی منازل طے کرتا جاتا ہے۔

اور ان تمام اُمور میں شریعت کا دامن نہیں چھوڑتا شرعی پابندیوں پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے شریعت اور طریقت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی موقع پر بھی شریعت کو چھوڑنے سے ساری روحانی ترقی غارت ہو جاتی ہے۔ ہر ولی اللہ شریعت مطہرہ کا عامل اور شریعت مطہرہ کی مریدوں اور سالکین کو عمل کی تبلیغ کرتا رہا ہے شرعی اصولوں کی پابندی اور امر و نواہی کے احکامات کو استقامت و عزیمت سے بجالانے پر ہی قلبی نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور روحانی کمالات نصیب ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور کسی شیخِ کامل کی تربیت اور سرپرستی میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ شیخ کی راہنمائی کی بدولت مرید میں روحانی کمالات اور باطنی خوبیاں؛ پیدا ہوتی ہیں پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بھی لازم سے متعدی بن جاتا ہے۔

اس کے زُہد و تقویٰ، اخلاص، للہیت اور باطنی طہارت کے اثرات سے دوسرے لوگ بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔ گمراہوں کو ہدایت ملتی ہے۔ فاسقوں اور بدکاروں کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ ان کی سرکشی اور تکبر دور ہو جاتا ہے۔ ان کے اندر عجز و انکسار کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ غفلت ان کے قریب سے بھی نہیں گزرتی۔ وہ ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کو یاد کرتے ہیں۔ یہ حضرات نفس و شیطان کی سرکشی اور چالوں سے آگاہ اور باخبر ہوتے ہیں۔ ان کے

اعمال اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ یہی لوگ دین و مذہب کے سچے پیروکار اور انسانیت کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ خانقاہ حقیقتاً ایک متحرک، فعال اور سرگرم ادارہ ہے۔ بدقسمتی سے آج کل ملمع ساز اور بناوٹی صوفیہ کی وارداتوں سے جمود اور تعطل کا شکار ہو گیا ہے۔ خانقاہی نظام میں بناوٹی اور ملمع ساز صوفیہ کے افکار و نظریات اور اعمال کی وجہ سے بد عملی اور بے راہ روی عام ہو رہی ہے۔ یہ لوگ شریعت کی خلاف ورزیوں کو طریقت کا نام دیتے ہیں۔ اور جہالت کو استقامت سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس مقدس اور پاکیزہ شعبہ کو بدنام کر رہے ہیں۔ ان کی اصلاح کی سنجیدہ اور موثر کوشش ہونی چاہیے۔ مگر اسکا ہر گز یہ مقصد نہیں ہے کہ مخلص اور باکردار صوفیہ دنیا سے
ناپید ہو گئے ہیں بازار میں دو نمبر مال کی موجودگی کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایک نمبر مال موجود نہیں ہے اس کا سادہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک نمبر شے کا وجود ہے جبھی تو دو نمبر بنی ہے۔ بلا تمثیل اصل، سچے، ستھرے اور باکردار صوفیہ موجود ہیں جبھی تو ملمع ساز اور بناوٹی لوگ اس میدان میں وارد ہوئے ہیں۔

# باب دوم:

# تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات

**فصل اول: تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے روحانی و تبلیغی اثرات**

**فصل دوم: تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے علمی، سماجی، معاشی اور سیاسی اثرات**

# فصل اوّل: تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے روحانی و تبلیغی اثرات

## تحصیل گجرات کا خانقاہی نظام (چند امور کی وضاحت)

یہ باب دراصل تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کی سروے رپورٹ ہے خانقاہی نظام کے اثرات کو جاننے کے لیے
ایک سروے کیا گیا اور اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ایک سوال نامہ مرتب کیا گیا جس میں ہر طرح کے سوالات مثلاروحانی نوعیت ،مذہبی نوعیت ، علمی نوعیت ، معاشی نوعیت، معاشرتی نوعیت اور سیاسی نوعیت کے سوالات کیے گئے ہیں۔
ان سوالات کو موجودہ سجادہ نشین / متوّلی حضرات سے پوچھا گیا جہاں پہ سجادہ نشین حضرات سے بوجوہ ملاقات نہ ہو سکی وہاں ان کے
خدّام سے ملاقات کر کے معلومات لی گئیں اور ان معلومات کی روشنی میں خانقاہی نظام کے اثرات کے نتائج کو بیان کیا گیا ہے۔
ذیل میں سوال نامہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ کس نوعیت کے سوالات کئے گئے ہیں ؟۔

بانی خانقاہ کی تصنیفات ہیں ؟ اگر ہیں تو کیا وہ شائع ہو گئی ہیں ؟۔

بانی خانقاہ کی سیرت و کردار کے متعلق کوئی تحریری مواد / دستاویزات ہے ؟

بانی خانقاہ کی تاریخ ولادت ووفات اور ان کے معمولات کیا تھے ؟

اس خانقاہ پہ کونسی منت یا مراد مانی جاتی ہے؟اور منت پورا ہونے پہ زائرین کا کیا ردعمل ہوتا ہے؟

خانقاہ پہ بیعت کے لئے آنے والوں کی بیعت کا کیا معیار طے ہے؟ ہر فرد کو بیعت کیا جاتا ہے؟ یا جانچ پرکھ کر بیعت کی جاتی ہے۔

مریدین کو کون سے روحانی اوراد و وظائف تعلیم کئے جاتے ہیں؟

مریدین کی روحانی تربیت کے لئے کوئی روحانی نصاب مقرر کیا گیا ہے؟

مریدین کی روحانی تربیت کے لئے خانقاہ کی طرف کئے گئے کچھ مزید اقدامات

مریدین کو مخصوص وضع قطع یا کسی خاص رنگ کی ٹوپی پگڑی کی تعلیم دی جاتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیوں؟

خانقاہ پہ روزانہ، ماہانہ، سالانہ کتنی محافل ہوتی ہیں؟ خطابات کے موضوعات کیا ہوتے ہیں؟

ان محافل کے انعقاد پہ کتنے مصارف خرچ ہوتے ہیں؟ کیا اتنی ہی توجہ علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت پہ بھی ہے؟

خانقاہوں پر منعقد ہونے محافل ممنوعات شرعیہ کے ساتھ ہوتی ہیں یا ممنوعات شرعیہ کے بغیر؟

مذہبی منافرت اور انتشار کے خاتمہ کے لئے خانقاہ کا کردار ہے؟

ان محافل میں شرکت سے زائرین کے اخلاق و کردار میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

کیا خانقاہ پہ مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جاتی ہے؟

کیا خانقاہ پہ درس و تدریس کا سلسلہ ہے؟ کتنے طلبہ پڑھتے ہیں؟ پڑھانے والے اساتذہ کرام کی علمی قابلیت کیا ہے؟

طلبہ سے فیس لی جاتی ہے؟ یا مفت پڑھتے ہیں؟

خانقاہوں پر عصری تعلیم کا کیا انتظام ہے؟

کیا خانقاہ پہ لنگر خانہ قائم ہے؟ روزانہ کتنے لوگ کھانا کھاتے ہیں؟

علاقائی و عائلی لڑائی جھگڑے کے خاتمہ اور صلح و امن کے فروغ کے لئے خانقاہ کی طرف سے کئے گئے اقدامات؟

خانقاہ پہ کتنے لوگ باقاعدہ تنخواہ دار ملازم ہیں؟

معاشی طور پہ پسماندہ، بے روزگار لوگوں کو روزگار دلوانے میں خانقاہ کا کیا کردار ہے؟

سودی کاروبار کے خاتمہ اور مقروض لوگوں کو قرضے سے جان چھڑانے میں آپ کا کیا کردار رہا؟

خانقاہ پہ غرباء و مساکین اور نادار لوگوں کے لئے قرض حسنہ کی کوئی سبیل؟

بیماروں، ناداروں کے علاج معالجہ کے لئے کوئی ایمبولینس سروس، ڈسپنسری، میڈیکل کیمپ یا ہسپتال وغیرہ۔

خانقاہ کا کس سیاسی جماعت کے ساتھ تعلق ہے؟ اور کیوں؟

اگر آپ غیر جانبدار ہیں اور سیاست سے لاتعلق ہیں تو کیوں؟

خانقاہی نظام کا حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں غیر جانبدرانہ تجزیہ کیا گیا ہے ضروری اور اہم امور کو نقشوں کی مدد سے بیان کیا گیا ہے اس طرح یہ تحقیق و تنقید کے اصولوں کے مطابق تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اثرات کو بیان کرنے کی ممکنہ حد تک ایک سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔

ہر خانقاہ ہماری تحقیق کا موضوع نہیں ہے بلکہ جن خانقاہوں پر مزار کے ساتھ ساتھ سلسلہ

طریقت بھی چل رہاہواور سجادہ نشین اور متولی موجود ہو وہی خانقاہ ہماری تحقیق کاموضوع ہے تحصیل گجرات کی 60 خانقاہوں کا سروے کیا گیا بعدازاں صرف 46

خانقاہوں کو تحقیق میں شامل رکھا گیا بعض علاقوں میں ایک سے زیادہ خانقاہیں تھیں لیکن اصل میں وہ ایک ہی خانقاہ تھی کیوں کہ بانی خانقاہ ایک تھا صاحب مزار کی اولاد میں سے ہر ایک جب سجادہ نشین/متولی ہونے کا دعویدار تھاتو ان میں صرف اس علاقے کی معتبر خانقاہ کو تحقیق میں شامل رکھا گیاہے باقی کو نکال دیا گیاہے اس طرح 46 خانقاہوں کو مقالے میں شامل رکھا گیاہے ابتدامیں ان

خانقاہوں کی بنیادی معلومات باعتبار سلسلہ درج کی گئی ہیں جو معلومات میسر نہ آسکیں وہاں پر علم نہیں یانہ معلوم کے الفاظ لکھے گئے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ صاحب مزار بہت قدیم بزرگ تھے ان کے متعلقہ کرامات تو مشہور تھیں

لیکن بعض بنیادی معلومات کا علم کسی کو بھی نہیں تھا دوران تحقیق بہت سی شکلات بھی آئیں ۔خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات پہلے تو ملنے پر تیار ہی نہیں ہوتے تھے اور اگر بادلِ نخواستہ ملاقات پر آمادہ ہو جاتے تو ایجنسیوں کا بندہ سمجھ کر معلومات نہیں دیتے تھے، سخت سولات کے جوابات پہ سیخ پا بھی ہو جاتے۔ بلکہ ایک پیر صاحب نے تو مجھے دو ہزار روپے چائے پانی کے لیے دیئے اور کہا کہ فورا چلے جاؤ اور ہماری رپورٹ صحیح لکھنا وہ مجھے خفیہ ادارے کا بندہ سمجھ بیٹھے، بعض آستانوں والوں نے دھکے دے کر باہر نکالا خادمین نے گالیوں سے بھی نوازا البتہ اکثریت کا رویہ شفقت پیار اور محبت والا تھا انتہائی مہمان نوازی کی، کتابیں بھی دیں خیر خواہی فرمائی اور اپنی پر خلوص دعاؤں سے بھی نوازا اللہ کریم تعاون فرمانے والے حضرات کو دنیاو آخرت کی اچھی جزاعطافرمائے آمین

## 1۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے روحانی اثرات

خانقاہیں اپنا روحانی کردار ادا کرنے میں مشائخ کی مرہونِ منت ہوتی ہیں جن خانقاہوں پر صاحب علم و صاحب کردار مشائخ سجادہ نشین ہیں اور وہ خود بھی روحانی تربیت کے مرحلے سے گزر چکے ہیں وہ حضرات بلا شبہ اپنے مریدین اور عوام الناس کی روحانی تربیت میں مصروفِ عمل ہیں اور جن حضرات کی خود تربیت نہیں ہوئی وہ دوسروں کی کیا تربیت کریں گے۔؟

خانقاہوں کا بنیادی مقصد ہی روحانی تربیت ہے۔ تربیت سے ہی افراد سازی، کردار سازی ہوتی ہے۔ تعمیرِ سیرت کے مراحل تربیت کی بدولت ہی طے کئے جاتے ہیں۔ تربیت سے ہی انسان کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ اور وہ بتدریج ظاہری و باطنی گناہوں سے پاک صاف ہو کر اعلیٰ مراتب پر فائز ہو کر انسانیت کی اصلاح و فلاح کے مقدس مشن پر لگ جاتا ہے اور دُنیا میں سراپا خیر بن کر معاشرے میں محبتیں بانٹتا پھرتا ہے۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں تربیت کی پہلی سیڑھی بیعت ہے۔

1۔ ہر خانقاہ پر بیعت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بیعت کرنے کے بعد اس کی مزید تربیت کی جاتی ہے۔

2۔ خانقاہوں کے متولیان و سجادہ نشین حضرات سے سوال کیا گیا کہ خانقاہ پر بیعت کا کیا طریقہ کار اور معیار ہے؟ تو قریباً ٪54 حضرات نے یہ جواب دیا کہ ہم نے بیعت کا ایک معیار رکھا ہوا ہے۔ مطلوبہ معیار کے حامل افراد کو ہی بیعت کیا جاتا ہے۔ جانچ پرکھ کر، دیکھ بھال کر بیعت کی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی ہاں رشتہ کرنا ہو تو اچھی طرح تو تسلی

کر لینے کے بعد کرتے ہیں ایسے ہی بیعت کو بھی تسلی اور اطمینان کر لینے کے بعد کیا جاتا ہے۔

ایک پیر صاحب کا کہنا تھا کہ جب قربانی کے جانور میں اتنی کڑی شرائط دیکھی جاتی ہیں کہ لولا نہ ہو، لنگڑا نہ ہو، کانا نہ ہو، اندھا نہ ہو، اس کے دانت سلامت ہوں، کان سلامت ہوں وغیرہ۔ جس جانور کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ہو اس کے اندر اتنی چھان بین اور اہلیت دیکھی جاتی ہے۔ تو جس مرید کو اللہ کے راستے پر چلانا ہو اس کے اندر بھی تو استعداد، قابلیت اور صلاحیت دیکھنی چاہیے۔ یہاں پر یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ جس پیر کے ذریعے اللہ کے راستے پر چلنا ہو اس کے اندر بھی صلاحیت دیکھنی چاہیے۔ ان حضرات کی یہ بات قابلِ تحسین ہے کہ مرید کرنے سے پہلے اسکی استعداد، قابلیت، اہلیت اور صلاحیت دیکھنی چاہیے اور جانچ پرکھ کر بیعت کرنا چاہیے۔

3۔ اس بات کا جواب کسی نے نہیں دیا کہ صلاحیت دیکھنے کا، جانچنے پرکھنے کا آلہ کونسا تھا؟ کس کسوٹی پر پرکھتے ہیں، آزمائش و امتحان کا طریقہ کیا ہے؟ کیا تحریری امتحان لیتے ہیں؟ یا زبانی کلامی پوچھتے ہیں۔ واضح اور صراحت کیساتھ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ اصولاً یوں ہونا چاہیے کہ اہلیت و قابلیت کو جانچنے کے لئے کوئی تحریری امتحان یا زبانی انٹرویو کیا جائے اور مطلوبہ اہلیت دکھانے والے امیدوار کو بیعت کیا جائے۔ دوسری طرف 46٪ حضرات کا جواب یہ تھا کہ خانقاہ میں ہر آنیوالے کو بیعت کر لیا جاتا ہے۔ جو بھی خواہش و ارادہ کا اظہار کرے اس کو داخل سلسلہ کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کو بیعت کے بعد تربیت کی جاتی ہے۔

4۔ اہلیت و قابلیت بیعت کے بعد پیدا کی جاتی ہے۔ ان حضرات کو کہنا ہے کہ بیعت کے بعد

سلسلہ کے روحانی بزرگوں کی برکت سے فرد کی سوئی ہوئی تقدیر جاگ جاتی ہے اور تربیت کا تسلسل اس کو انسانیت کا جوہر بنا دیتا ہے۔ دیکھو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان تربیت کے بعد نکھر کر سامنے آ گئے اور ان کی عظمتوں کا کوئی باب بھی ادھورا نہ رہا۔

اگر حسنِ نیت سے یہ حضرات لوگوں کو داخلِ سلسلہ کرتے ہیں تاکہ صالحین کی برکات سے مشرف ہوں تو یہ اچھی بات ہو گی مگر ان کو تربیت کے عمل غافل نہیں ہونا چاہیے اور ہمہ وقت تربیت پر آمادہ اور کمر بستہ رہنا چاہیے۔ ہر خانقاہ پر بیعت کا طریق کار قریباً ایک جیسا ہی ہے مرید باوضو ہو کر، سر ڈھانپ کر، اپنا ہاتھ پیر صاحب کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ پیر صاحب مرید کو گذشتہ گناہوں سے توبہ کروا کر کلمہ طیبہ پڑھا کر داخلِ سلسلہ کرتے ہیں اور اس بات کا وعدہ لیتے ہیں کہ وہ آئندہ شریعت مطہرہ پر عمل کرے گا اور اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارے گا۔ روحانی تربیت کے لئے ہر سلسلہ میں مختلف اوراد و وظائف تعلیم کئے جاتے ہیں۔

ان حضرات کا کہنا تھا کہ اوراد و ظائف کا مقصد مرید کے دل کی سیاہیاں دھونا اور اس کے دل کو ذکر الٰہی سے مُنور کرنا ہوتا ہے جیسے ریگ مار مار کر لوہے کا زنگ دُور کیا جاتا ہے اسی طرح ذکرِ الٰہی سے دِلوں کا زنگ دُور کیا جاتا ہے۔

5۔ خانقاہ نشیوں سے سوال کیا گیا کہ مریدین کی روحانی تربیت کے لئے کونسے اوراد و وظائف تعلیم کئے جاتے ہیں تو قریباً 100٪ اوراد و وظائف جو ہر خانقاہ پر تعلیم کئے جاتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ کلمہ طیبہ

2۔ درود شریف کی کثرت

3۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ الخ
4۔ نماز پنجگانہ کی پابندی
5۔قرآن پاک کی تلاوت
ان اوراد و ظائف کی تعلیم ہر خانقاہ پر دی جاتی ہے۔ باقی ہر سلسلے کے اوراد و ظائف اور شجرہ مبارکہ اپنا اپنا ہے۔
یہ بات خوش آئند ہے کہ روحانی تربیت کے لئے روحانی نصاب قریباً ٪41 خانقاہوں کے پاس ہے۔ ہمارے بتلانے پہ جواب دیا گیا مگر عملی طور پہ روحانی نصاب کا وجود کم ہی دیکھنے کو ملا ہے۔ اور ٪59 خانقاہوں کے پاس روحانی نصاب نہیں ہے۔ جن خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات روحانی و علمی طور پر مضبوط ہیں وہ اہتمام سے مریدوں کو صوفیہ کی کُتب پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور وہ حضرات بھی جو خود عالم نہیں ہیں لیکن ان کے آباؤ اجداد مضبوط عالم و روحانی شخصیت تھے ان کی توجہ و تربیت کی بدولت اولاد کو بھی علم و روحانیت کا ذوق شوق پیدا ہوا وہ لوگ بھی روحانی نصاب رکھتے ہیں اور صوفیہ کی کُتب نہ صرف خود پڑھتے ہیں بلکہ اپنے مریدین کو بھی مطالعہ کا ذہن دیتے ہیں۔ جن خانقاہوں پر روحانی نصاب نہیں ہے ان کو بھی روحانی تحریک کا حصہ بن کر روحانیت کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔
7۔ قابلِ افسوس یہ پہلو ہے کہ مزار کی تزیئین و آرائش و محفل سماع وغیرہ کے لئے کروڑوں روپیہ تک خرچ کر دیا جاتا ہے۔ نعت خوانوں، قوالوں پہ بے دریغ مال لٹایا جاتا ہے مگر علمی و فلاحی منصوبہ جات کی طرف تھوڑا مال بھی نہیں خرچ کیا جاتا۔
8۔ سجادہ نشین حضرات سے یہ سوال پوچھا گیا کہ خانقاہ پر مریدین کی روحانی تربیت کا کیا

انتظام ہے ؟قریباً ٪33 خانقاہوں پر کسی قسم کی روحانی تربیت نہیں ہو رہی ان حضرات نے جواب ناں میں دیا اور کہا کہ ہمارے پاس روحانی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ان خانقاہوں پر لوگ میلہ وغیرہ دیکھنے آتے ہیں یا لنگر وغیرہ کھانے یا ان جگہوں کی حاضری بطور سیر و تفریح ہوتی ہے۔ان خانقاہوں میں وہ جگہیں ہیں جہاں کہ متولیان و سجادہ نشین حضرات خود ناخواندہ یا محدود رسمی تعلیم کے حامل ہیں چونکہ وہ خود روحانی تربیت کے مرحلے سے نہیں گزرے اس لئے وہ روحانی تربیت کو بھی شائد بے فائدہ اور بے کار سمجھتے ہیں ان حضرات کی کم علمی کی وجہ سے خانقاہوں سے کوئی روحانی تحریک اور علمی تحریک نہیں اُٹھ پاتی۔

9۔روحانی تربیت کے لئے ٪63 خانقاہیں روحانی محافل اور انفرادی نصیحت پر اکتفا کرتی ہیں۔ صاحب سجادہ حضرات کا کہنا تھا کہ خانقاہ کے زیر اہتمام ہونے والی روحانی محافل میں شمولیت کی بدولت ان کی روحانی تربیت ہو جاتی ہے۔اور انفرادی نصیحت بھی کی جاتی ہے عموماً مشاہدہ یہی ہے کہ تنہائی میں بٹھا کر انفرادی نصیحت کی جائے وہ زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔خانقاہی زندگی میں انفرادی نصیحت عموماً دو مواقع پر ہوتی ہے ایک جب مرید اپنے شیخ/ مرشد سے ملتا ہے۔دوسری جب پیر صاحب مرید کے پاس جاتے ہیں چاہے تبلیغی دورے پر جائیں یا کسی اور تقریب میں جائیں۔ بہر صورت انفرادی اصلاح کی کوشش زیادہ بار آور اور موثر ہوتی ہے۔

جہاں تک روحانی محافل کا معاملہ ہے کہ وہ روحانی تربیت میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔تو اسکا جواب شائد ناں میں ہی ملے گا۔ خانقاہ پر ہونیوالی روحانی محافل عموماً اعراس بزرگانِ دین، گیارھویں شریف وغیرہ کی محافل ہوتی ہیں ان محافل میں وعظ و نصیحت بھی ہوتا ہے۔

مگر آج کل اکثر جگہوں پر قرآن وسُنت کی تعلیمات کی بجائے پیر صاحب کی جھوٹی یا سچی شان بیان کی جاتی ہے۔ صاحب سجادہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے مارے جاتے ہیں۔اور عموماً ان محافل میں قرآن و سنت کم قصے و کرامات زیادہ بیان کئے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان و عظمت کم پیر صاحب کی شان و عظمت زیادہ بیان کی جاتی ہے اسلام کو بطور ایک عملی دین کم اور ایک معجزاتی اور کراماتی دین زیادہ بیا ن کیا جاتا ہے۔ان باتوں سے کیا روحانی تربیت ہو گی۔الا ماشاء اللہ چند خانقاہیں ہیں جہاں پر روحانی محافل میں شمولیت کی بدولت روحانی تقاضے پورے ہوتے ہیں۔

تحصیل گجرات میں صرف 4٪ خانقاہیں ایسی ہیں جہاں روحانی تربیت کے لئے اجتماعی اعتکاف کا سلسلہ ہوتا ہے۔ رمضان المبارک نیکیوں کا موسمِ بہار ہے۔اس ماہِ مبارک میں نفس خیر و بھلائی کی طرف جلدی راغب ہو جاتا ہے۔اگر اجتماعی اعتکاف کے ذریعے تزکیہ نفس اور روحانی بالیدگی کے خزائن حاصل ہوں تو بڑی اچھی کوشش ہے۔ مگر تربیتی پروگرامز کا فقدان ہے۔

صرف 4٪ لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں ان لوگوں کی تعداد بڑھنی چاہیے تاکہ تہذیب نفس، حُسنِ اخلاق اور اصلاحِ باطن کا نظام موثر ہو سکے۔اور خانقاہی نظام کی روح بحال ہو سکے اور اسلاف کا مشن اخلاف بھی جاری رکھ سکیں۔

10۔ یہاں پر ایک اہم بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ روحانی تربیت کے لئے ریاضت و مجاہدہ، چلہ کشی وغیرہ کا کہیں پہ بھی اہتمام نہیں ہے۔ نفس کشی، ریاضت، مجاہدہ اور چلہ کشی جیسے امور اب کتابوں میں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ عملی مظاہر قریباً مفقود ہی ہو چکے ہیں۔

# تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں بیعت کے معیار کا جائزہ

بیعت کے معیار کا جائزہ لیا گیا ہے قواعد وضوابط کا مطلب اہلیت و قابلیت دیکھ کر اور جانچ پرکھ کر بیعت کرنا ہے جب کہ بغیر قواعد وضوابط کا مطلب بغیر اہلیت و قابلیت دیکھے اور بغیر جانچے پرکھے
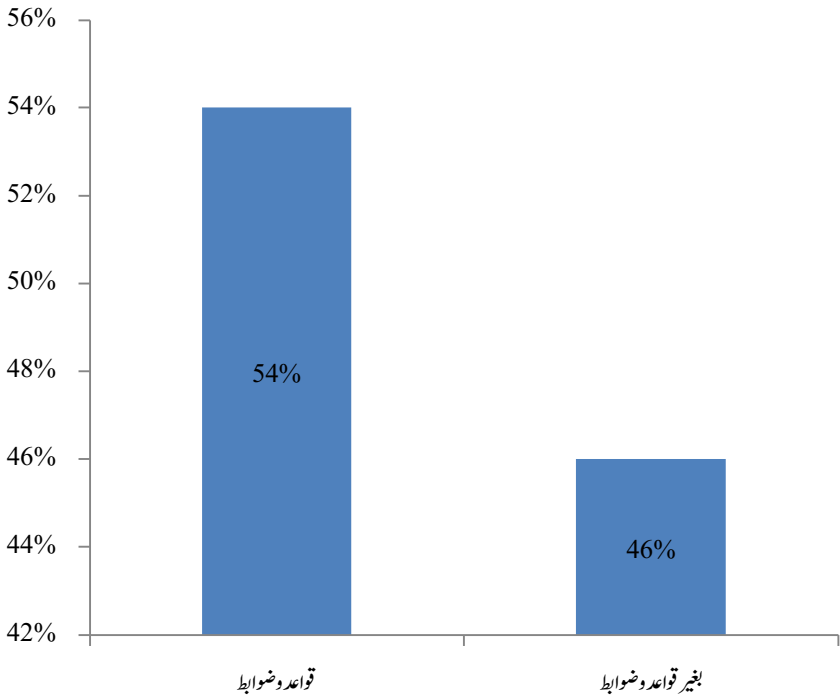
## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں مریدین کی روحانی تربیت کے طریقِ کار کا جائزہ

33٪ خانقاہوں پر روحانی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے 63٪ خانقاہوں پر روحانی محافل اور انفرادی نصیحت پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔اور صرف 4٪ خانقاہیں اجتماعی اعتکاف

## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں مریدین کی روحانی تربیت کے طریقِ کار کا جائزہ

روحانی تربیت کے لیے زیادہ تر انفرادی نصیحت اور روحانی محافل مثلاً عرس پاک، گیارہویں شریف وغیرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے جبکہ چار فیصد خانقاہیں اجتماعی اعتکاف سے ر

## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں مریدین کی روحانی تربیت کے لیے روحانی نصاب کا جائزہ

اس گراف میں ہاں سے مراد روحانی نصاب کا اپنی خانقاہ میں تقرر ہے اور نہیں سے مراد روحانی نصاب کا اپنی خانقاہ میں تقرر نہ ہونا ہے۔
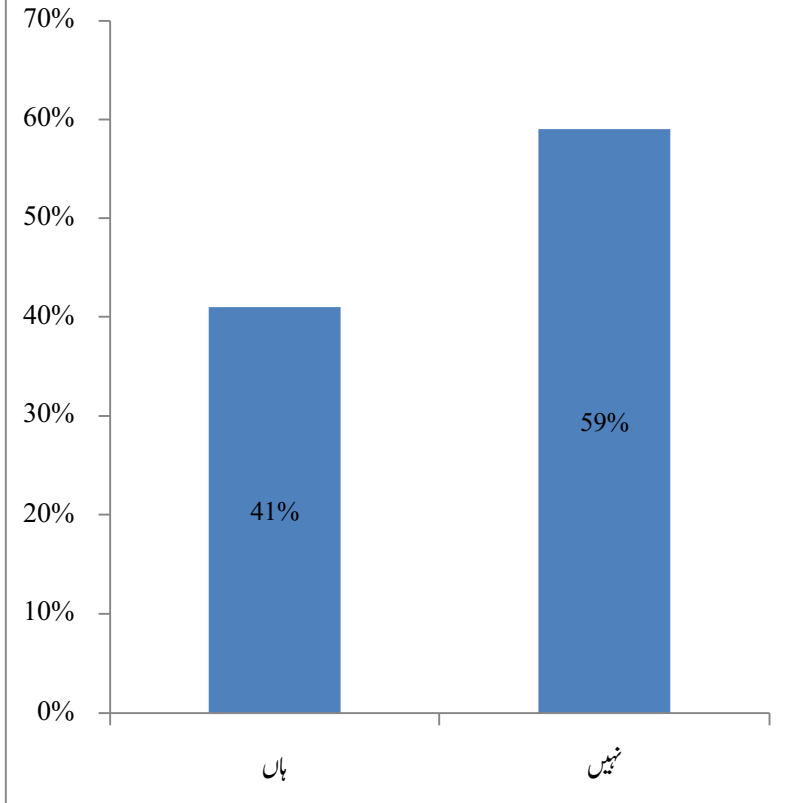
## 2۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے مذہبی و تبلیغی اثرات:

تحصیل گجرات کا خانقاہی نظام اپنی تبلیغی و مذہبی ذمہ داریوں کو احسن انداز سے نبھا رہا ہے اور معاشرے کو دین اسلام کی روشن تعلیمات سے روشناس کروانے کے لئے اپنا فریضہ اچھی طرح سے نبھا رہا ہے۔ اسلام چونکہ ایک تبلیغی مذہب ہے اسی لئے خانقاہوں نے ہر دور میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا ہے۔ اور تبلیغ کے تمام تر محاذوں پر اپنی استعداد، اہلیت اور وسائل کے مطابق پر اپنی مساعی جمیلہ صرف کی ہے جس کے بے شمار فوائد و ثمرات معاشرے کو ملے ہیں۔

1۔ اگر ہم مذہبی و تبلیغی اثرات کا جائزہ لیں تو یہ پہلی خوبصورت حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ تحصیل گجرات کی ہر خانقاہ پر ایک مستقل مسجد ہے اور اکثر مساجد میں امام صاحب کا تقرر بھی کیا گیا ہے۔ ہر خانقاہ کے ساتھ ایک مسجد ایک خوبصورت سلسلہ ہے اور خانقاہی نظام کا حُسن ہے۔

2۔ پھر مساجد میں صبح یا شام ناظرہ قرآن پاک پڑھنے کے لئے بچوں کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر بالکل مفت قرآن پاک کی تعلیم خانقاہی نظام کی بابرکت کاوش ہے۔

3۔ اسی طرح مساجد میں جمعۃ المبارک کا خُطبہ اور کئی مساجد میں روزانہ درس قرآن پاک یا درس حدیث کا سلسلہ بھی ایک اہم اور موثر سرگرمی ہے۔ جس کی یقیناً اپنی جگہ پر اہمیت اور فوائد ہیں۔

4۔ اسی طرح مذہب و تبلیغ اور اشاعتِ دین کے لئے تحصیل گجرات کی خانقاہوں پر تبلیغی و

دینی محافل کا انعقاد ہوتا ہے اور محافل کا یہ سلسلہ قریباً سارا سال ہی جاری و ساری رہتا ہے۔ اس میں گیارھویں شریف کی محفل جو ماہانہ بنیادوں پر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میلاد النبی ﷺ کی محافل، معراج النبی ﷺ کی محافل، یومِ عاشورہ، شبِ برات کی محفل، لیلۃ القدر کی محفل اور سالانہ عرس پاک کی محافل شامل ہیں۔ ان محافل میں بلاشبہ ہزارہا مسلمان ذوق شوق اور عقیدت و احترام کے جذبات سے سرشار ہو کر شرکت کرتے ہیں۔ ان محافل میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو بیان کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو ان کی عملی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا شعور دیا جاتا ہے۔ مذہبی ہم آہنگی، رواداری، مساوات، خدمت خلق اور حسن اخلاق کا پرچار کیا جاتا ہے۔

5۔ ان محافل کی تعداد 915 ہے جو اس وقت تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں باقاعدگی سے منعقد ہوتی ہیں۔ ان محافل میں شرکت کی بدولت لاتعداد لوگوں کی اصلاح کا سامان ہوتا ہے۔ لوگوں کی عملی حالت میں بہتری آتی ہے۔

6۔ افسوس صد افسوس ایسی بابرکت اور روح پرور محافل بایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہو گئی ہیں۔ اب گنتی کی چند خانقاہیں ہیں جہاں یہ دین اسلام کی تعلیمات خالصتاً تبلیغی و مذہبی نقطہ نظر سے بیان کی جاتی ہیں۔ یہ وہی خانقاہیں ہیں جن کا اپنا مذہبی و تبلیغی ماحول ہے اور جن کے سامنے عامۃ الناس کا نفع اور ان کا مقصود اصلاحِ اُمت ہے۔ اس وقت خانقاہی نظام کی اکثر محافل میں ایسے مقررین و واعظ بلائے جاتے ہیں جو صاحبِ سجادہ کے لمبے چوڑے فضائل بیان کریں۔ اس کے لئے کمزور علمی روایات بلکہ موضوع روایات کا سہارا لینے سے بھی نہیں کتراتے۔

وعظ کے خُطبے میں برکت کے لیے قرآن پاک کی ایک آدھ آیت کی تلاوت فرماتے ہیں

،باقی سارا وقت پیر صاحب کی سچی یا جھوٹی کرامتیں بیان کرنے میں صرف کرتے ہیں اسی طرح محفل میں موجود نعت خوان اور نقیب حضرات بھی بلا تکان ایسا کلام پڑھیں گے جس میں پیر صاحب کے فضائل و کمالات زیادہ بیان کئے گئے ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ مادی وسائل سے فیض یاب ہو سکیں۔ حیرت بالائے حیرت ہے کہ سب سے افضل کلام قرآن کی تلاوت کے وقت لوگوں پر وہ کیفیت طاری نہیں ہوتی جو پیر صاحب کی تعریف کرنے پر طاری ہو جاتی ہے قرآن کریم کی تلاوت پہ لوگ اتنا نذرانہ نہیں دیتے جتنا پیر صاحب کی منقبت پہ دیتے ہیں۔ پھر کسی کی تعریف کرتے ہوئے احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور ممدوح کی شان و عظمت میں زمین و آسمان کے قلابے مارے جاتے ہیں اور انتہائی حد تک مبالغہ آرائی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے سنجیدہ اور پڑھا لکھا طبقہ ان محافل سے دور رہنے میں ہی اپنی اور اپنے ایمان کی عافیت سمجھتا ہے۔

7۔اسی طرح بعض محافل میں قرآن سنت کی تعلمات کو بیان کرنے کی بجائے زیادہ تر قصے کرامات بیان کئے جاتے ہیں۔اور مریدوں کے سامنے پیر صاحب کا تعارف سُپر مین ہونے کی حثیت سے کروایا جاتا ہے کہ جیسے سُپر مین ہوا میں اڑتا تھا ایسے ہی فلاں ولی بھی ہوا اُڑتے تھے۔اللہ کے ولی کو مافوق الفطرت مخلوق بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔اور لوگوں کو باور کرایا جاتا ہے کہ ایسا بننا بہت مشکل کام ہے اسلام کی عملی تعلیمات جس سے کسی کے عمل میں بہتری آئے فکرِ آخرت پیدا ہو، توبہ کی توفیق نصیب ہو۔ یہ چیزیں اب خانقاہوں سے مفقود ہو چکی ہیں۔

8۔اگرار بابِ خانقاہ اس طرف توجہ فرمائیں کہ عرس میں ہزاروں کا جمِ غفیر ہوتا ہے اتنے زیادہ لوگوں کو اگر دینِ اسلام کی تبلیغ کی جائے تو نہ جانے کتنے لوگوں کی اصلاح کا سامان پیدا

ہو جائے اور ان کے لئے بھی صدقہ جاریہ کی ایک سبیل نکل آئے۔

9۔اولیائے کاملین کی کرامات برحق ہیں اور انبیائے کرام علیہم اسلام کے معجزات بھی برحق ہیں انکا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے مگر یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام کی اتنے وسیع پیمانے پر ترویج واشاعت و کرامات و معجزات سے نہیں حسنِ کردار، حسن اخلاق اور تبلیغ دین سے ہوئی ہے اسلام ایک عملی مذہب ہے اسلام جمود و تعطل کا نام نہیں میدان عمل میں آکر مردانہ وار سعی کرنے کا نام ہے۔اؤلیائے کاملین کی سیرت کو بیان کرتے وقت مصنفین و مقررین ان کی کرامات و فضائل زیادہ زور دے کر بیان کرتے ہیں مگر ان کی زندگی کے عملی پہلو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ان کا ذریعہ معاش کیا تھا؟ کہاں سے کماتے اور کہاں خرچ کرتے تھے؟ اولاد سے رویہ کیسا تھا؟ بیوی کے ساتھ برتاؤ کیسا تھا؟ پڑوسی اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ معاملات کیسے تھے؟ وغیرہ وغیرہ

10۔اگراؤلیائے کاملین کی تعلیمات اور ان کی سیرت و کردار کے عملی پہلو بیان کئے جائیں تو معاشرے میں واقعتاً عملی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ اور بہتری پیدا ہو گی۔ خانقاہوں پر انقلابی تبدیلیاں برپا ہو سکتی ہیں اگر یہ حضرات اپنی تبلیغی کاوشوں کو عصرِ حاضر کے ذرائع نشر واشاعت سے ہم آہنگ کرلیں اور انٹرنیٹ و ایف ایم ریڈیو کو مذہبی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنالیں۔

11۔اس وقت تحصیل گجرات کی قریباً ٪9 خانقاہیں انٹرنیٹ سے منسلک ہیں اور سوشل میڈیا کا استعمال کرتی ہیں اور ٪91 وہ خانقاہیں ہیں جو انٹرنیٹ سے مربوط اور وابستہ نہیں۔ اس میدان میں خانقاہی نظام کی کارکردگی حوصلہ افزا نہیں ہے انہیں عصرِ حاضر کے تقاضوں کا احساس کرنے کی ضرورت ہے۔اور اس بات کا خیال کرنے کی ضرورت ہے کہ

لوگوں تک رسائی کا آسان اور سستا ذریعہ سوشل میڈیا ہے۔
جہاں پہ فقط ایک کلک Click یا Touch سے آپ پوری دنیا میں اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں اسی طرح ترقی یافتہ ادارے ورکشاپ کا انتظام کرتے ہیں جہاں پر ماہرین فن متعلقہ شعبے کے حضرات کو تربیت دے کر ان کی مہارتوں کو نکھارتے ہیں۔ اور یوں وہ ادارے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہیں۔

12۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں سوال کیا گیا کہ حج کی تربیت کے لئے کوئی پروگرام منعقد ہوا۔ تو قریباً 17٪ خانقاہیں ایسی ہیں جہاں پہ باقاعدہ حج کی تربیت کا انتظام ہوتا ہے۔ اور 83٪ خانقاہوں پر حج کی تربیت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ تربیت والے پروگرامز کا فقدان ہے۔ تربیتی ورکشاپس والے پروگراموں پر مزید محنت اور توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ تربیت سے ہی انمول ہیرے پیدا ہوتے ہیں۔ اور تربیتی پروگرامز دین کی وسیع پیمانے پر تبلیغ واشاعت کے لئے ناگزیر ہیں اور عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر تبلیغی سرگرمیاں بجالانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

13۔ اسی طرح تحصیل گجرات کی خانقاہوں پر منعقد ہونے محافل میں 35٪ فیصد محافل ممنوعات شرعیہ کے ساتھ ہو رہی ہیں ان خانقاہوں پر میلہ لگتا ہے قوالیاں ہوتی ہیں مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے نمازوں کو ضائع کیا جاتا ہے، منشیات فروشوں کی سرگرمیاں ہوتی ہیں شرعی احکام کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں اہل تصوف کو اس کا سد باب کرنے کی ضرورت ہے اور مشائخ کا ایک دفد بنا کر متعلقہ خانقاہ نشینوں سے ملنے کی ضرورت ہے اور انہیں ذہن دیا جائے کہ وہ اپنی سرگرمیاں شریعت کے مطابق سرانجام دیں اور باقی 65٪ خانقاہوں کی سرگرمیاں شریعت کے مطابق ہوتی ہیں اور شریعت کے منافی کوئی کام نہیں کیا جاتا۔

## سجادہ نشینوں کا دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لیے سوشل میڈیا کے استعمال کا جائزہ

دعوتی و تبلیغی مقصد کے لیے سوشل میڈیا کے استعمال کے جائزے کے گراف میں 91٪ خانقاہوں پہ سوشل میڈیا کا استعمال ہوتا ہے۔ اور 9٪ خانقاہوں پہ سوشل میڈیا کا عدمِ استعمال ہے۔
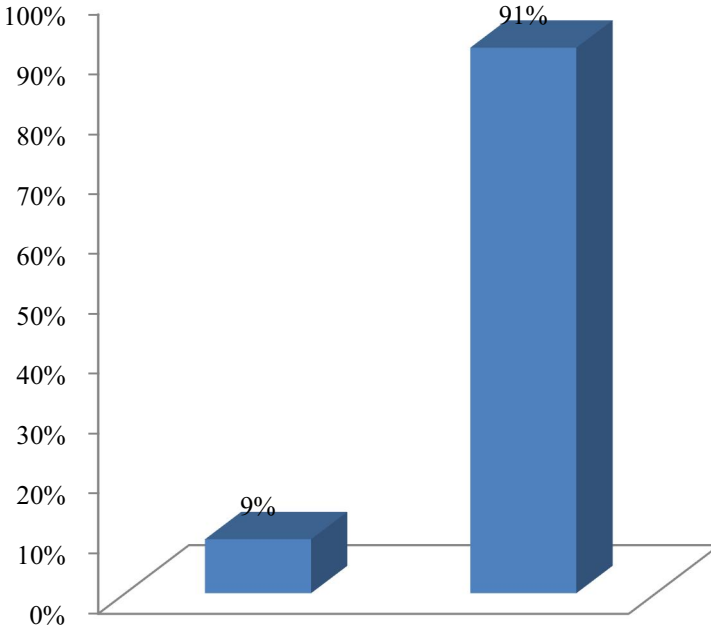
## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے زیرِاہتمام گزشتہ سال تبلیغی و دینی محافل وورکشاپ کا جائزہ

ایک سال کے دوران 915 مذہبی و تبلیغی محافل ہوتی ہیں جب کہ تربیتی پروگرام ورکشاپ ایک بھی نہیں ہوتا۔

| | تبلیغی و دینی محافل | تبلیغی و دینی ورکشاپ |
|---|---|---|
| تعداد | 915 | 0 |

1000
900
800
700
600
500
400
300
200
100
0
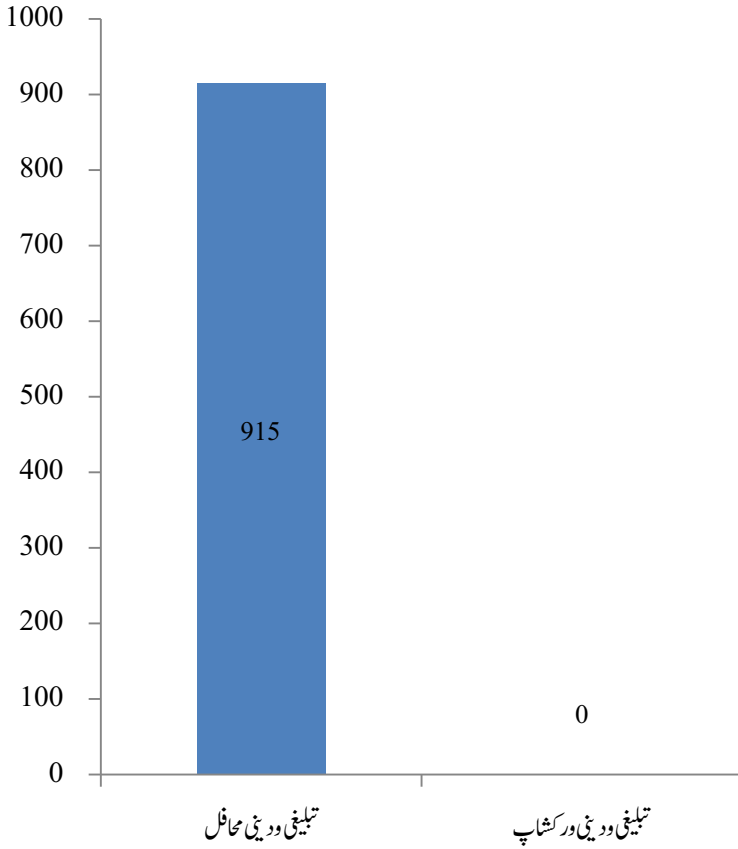
## خانقاہی نظام کی تقریبات کا جائزہ

خانقاہی نظام کی تقریبات عرس پاک، روحانی محافل کا جائزہ لیا گیا ہے ممنوعات شرعیہ کا مطلب وہ امور ہیں جن کے ارتکاب پر شرعاً ناپسندیدگی کا اظہار کیا جاتا ہے جیسے مرد و زن کا اختلاط، گانے باجے اور ڈھو

70%
60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

35%
65%

ممنوعاتِ شرعیہ کے ساتھ
ممنوعاتِ شرعیہ کے بغیر
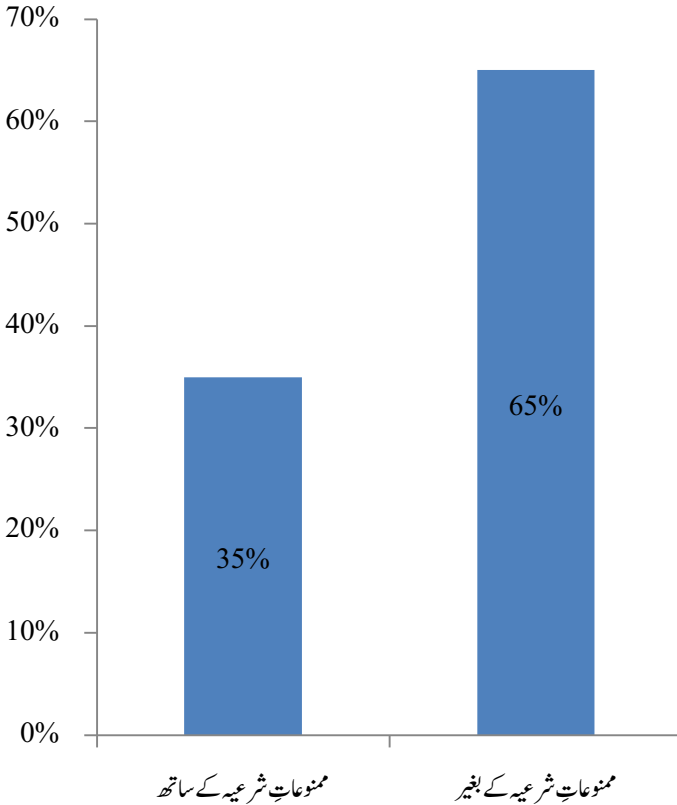
## 3۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے علمی اثرات:

تحریر اپنے افکار و نظریات کو دوسروں تک پہنچانے کا ایک قدیم اور مؤثر ترین ذریعہ ہے ۔بیان و تقریر کے اثرات کچھ دیر تک سامعین کے ذہنوں میں رہتے ہیں ،لیکن تحریر و تصنیف کے اثرات بڑے دیر پا اور پائیدار ہوتے ہیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی عادت کریمہ رہی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنے احکامات انبیائے کرام کے ذریعے کتب وصحائف کی صورت میں عطا فرمائے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کی مراد و کلام سے آگاہی کے لئے ذاتِ انبیاء کرام کے ساتھ ساتھ کتابیں ایک اہم وسیلہ اور ذریعہ رہی ہیں

ہمارے نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ جو جامع ،کامل اور اکمل ہے۔اس کی معرفت بھی سیرت و احادیث کی کتب سے ہوتی ہے۔اگر یہ سب کچھ کتابی صورت میں نہ ہوتا تو شاید موجودہ دور کے انسانوں اور مسلمانوں کو زندگی میں واضح نصب العین اور ضابطہ حیات میسر نہ آتا پھر ان مفسّرین و محدثّین اور اہل علم صوفیہ نے اپنی نگارشات کے ذریعے جو چہار سو ،اسوہ حسنہ کا رنگ بکھیر کر ماحول کو خوبصورت بنانے کی کوشش اور سعی کی ہے۔اور اپنے اپنے ذوق،استعداد اور صلاحیت کے مطابق مقاصد شریعت کو اپنے قلم سے لکھا ہے۔

وہ دین کے بنیادی افکار دین کے عطا کردہ نظامِ حیات، حلال و حرام ،جائز و ناجائز مستحب اور مباح وغیرہ کا ذکر بڑے علمی انداز میں کرتے ہیں۔ ان کی تحریریں ایک قدیم عرصہ گذر جانے کے باوجود نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کو دین کے ایک ایک پہلو پر کئی جہات سے روشناس کروا رہی ہیں۔بلاشبہ یہ لوگ انسانیت کے محسن ہیں،اور قیامت تک ان کے علمی دستر خوان کی خوشہ چینی کرتے کرنے والے لوگ ان کو محبتوں اور عقیدتوں کا

خراج پیش کرتے رہیں گے۔ کسی فکر یا عمل کے درست یا غلط ہونے کے بارے میں محدثین اور فقہاء نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتب میں بیان کر دیا تھا اب ضرورت اس امر کی تھی کہ فکر و عمل میں اخلاص، احسان خشوع و خضوع، تزکیہ، تقویٰ جیسی صفات کیسے پیدا ہوں ؟ان سب کا تعلق چونکہ عملی اظہار چاہتا ہے۔

اس لئے صوفیہ نے فکر کے اظہار اور عمل کی ادائیگی میں وہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ جس سے عام انسانوں پر بھی ان کیفیات کا حصول ناممکن نہ رہے اس کو آسان الفاظ میں یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ علمائے اسلام نے دنیا کو افکار رسول ﷺ سے روشناس کرایا اور صوفیہ نے انسانوں کو کردار رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔ علماء نے بتایا کہ فکر کو استحکام اور رسوخ کیسے حاصل ہو سکتا ہے ؟ جب کہ صوفیہ نے بتایا کہ کردار میں اجلاپن، چمک دمک اور بہتری کیسے پیدا ہو سکتی ہے ؟ مفسّرین اور صوفیہ دونوں کا ہی مقصد کائنات میں نور اسلام کی کرنوں کا اجالا پھیلانا تھا۔ افکار عمل کی بنیاد ہوتے ہیں۔ فکر درست نہ ہو تو عمل کا کوئی رخ اور جہت سیدھی نہیں ہوتی۔ فکر جتنی بھی صالح اور پاکیزہ ہو مگر عمل نہ ہو تو پھر فکر محض تصور اور خیال ہی ہو گا۔ برِّصغیر کے تفسیری ادب میں صوفیانہ تفاسیر لکھنے والے مفسّرین کی یہ بہت بڑی خدمت ہے کہ افکار و اعمال کو درست سمت میں رکھنے کے لیے انہوں نے اپنی نگارشات پیش کی ہیں۔

تصوّف کے ہمہ گیر اور جامع اثرات ہیں کوئی شعبہ ہائے زندگی بھی ان سے خالی نہیں۔۔ خانقاہوں کے علمی اثرات میں تصنیف و تالیف بھی اہم عامل ہے۔ جس کے مستقل اور دیرپا اثرات ہوتے ہیں۔ کتب بینی و کتب دوستی خانقاہوں کی پہچان رہی ہے۔ ویسے بھی تصوّف کا لٹریچر جو خانقاہوں کی زندگی کی عکاسی اور ترجمانی کرتا ہے عموماً 1۔ سیرت یا سوانح حیات

2۔ ملفوظات 3۔ مکتوبات وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے ان کو اکثر اوقات خانقاہ سے وابستہ حضرات ہی لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

1۔ ہم نے تصنیف وتالیف کا جائزہ لیا تو خانقاہ کے بانی حضرات میں تصنیف وتالیف والے 9٪ پائے گئے ہیں اور 91٪ وہ حضرات تھے جنہوں نے کوئی تصنیف نہیں فرمائی۔ ایک صوفی صاحب کا کہنا تھا کہ اکثریت نے کوئی کتاب تو تصنیف ہی نہیں فرمائی انہوں نے آدمی تصنیف کیے ہیں۔ تربیت کے مراحل سے گزار کر انہوں نے ان گنت ذروں کو آفتاب بنایا اور بے شمار بُروں کو اچھا کیا۔ بد کرداروں کی اصلاح کی انسانیت کی تعمیر ہی ان کی سب سے بڑی تصنیف تھی۔

2۔ اسی طرح موجودہ دور کے سجادہ نشین حضرات کی تصنیف وتالیف میں دل چسپی کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا صرف 11٪ حضرات نے کوئی نہ کوئی تصنیف وتالیف کی ہے اور 89٪ وہ حضرات ہیں جنہوں نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ یعنی اکثریت قلم وقرطاس سے دور ہی رہی ہے۔ کتابوں کے مستقل، پائیدار اور دیرپا اثرات ہوتے ہیں۔

3۔ مرورِ زمانہ سے اؤلیائے کاملین کی اصل تعلیمات مسخ ہو جاتی ہیں یا ان کی من مانی تشریح کی جاتی ہے یہ اہل خانقاہ کے اوپر قرض ہے کہ صوفیہ کرام کی تعلیمات کو سادہ، سہل اور آسان زبان میں بیان کر کے عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے کتابی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ اور لوگوں کے اندر کتب بینی اور مطالعہ کا شوق پیدا کریں خود بھی کتابوں سے دوستی کریں اور مریدین اور عوام الناس میں بھی کتب دوستی کا ماحول پیدا کریں اگر اہل خانقاہ نے اس طرف توجہ دی تو تھوڑے عرصے میں علمی ذوق شوق پیدا ہوگا اور علمی وفکری ماحول تعمیر معاشرہ کے لئے سازگار ہوگا۔

4۔ خانقاہ سے شائع ہونیوالے مجلات ورسائل بھی فروغ علم میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس وقت گجرات کی 13٪ خانقاہیں ہیں جہاں سے ماہنامہ مجلہ یا ششماہی یا سالانہ کوئی رسالہ وغیرہ شائع ہورہا ہے۔ 87٪ خانقاہیں سُونی پڑی ہیں وہاں سے ایسی کوئی سرگرمی عملاً نہیں ہو رہی۔

یہ بھی خانقاہی نظام کی کمزوری ہے اور اسکا فوری سدباب کرنے کی ضرورت ہے اور مستقل بنیادوں پر اپنے مجلات ورسائل جو صاحبان علم کی علمی تحریروں سے آراستہ ہوں اور اس میں حالات کی گھتیاں سلجھائی گئی ہوں۔ مارکیٹ میں لانے کی ضرورت ہے تاکہ تعلیم و تربیت کا مرحلہ تحریر کے ذریعے بھی شروع ہو اور عوام الناس کے قلوب و اذہان جِلا پا سکیں اور لوگوں کی فکری وذہنی تطہیر میں خانقاہوں کا حصہ نمایاں ہوسکے۔

5۔ تحصیل گجرات کا خانقاہی نظام مریدین و عوام الناس کی اصلاح کے لئے اپنا علمی کردار ادا کررہا ہے اگرچہ اس کے اثرات محدود ہیں۔ خانقاہیں علم کی ترویج و اشاعت کے لئے ہر میدان مثلاً مدارس، تصانیف، مجلات اور تبلیغی میدان میں سرگرم عمل ہیں۔

خانقاہوں اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ خانقاہوں کا ماضی اس حوالے سے کافی روشن اور تابناک ہے۔ علم کی فنزوں اشاعت خانقاہوں کی مرہون منت رہی ہے۔ مگر امتداد زمانہ سے خانقاہ نشینوں کی توجہ علمی ماحول سے ہٹ گئی۔ جس کی وجہ سے جہالت نے ڈیرے ڈال لئے اور وہ شاندار علمی روایات برقرار نہ رہ سکیں جو خانقاہوں کا طرہ امتیاز تھا۔

حالات مایوس کن ہیں مگران نامساعد حالات میں بھی کچھ خانقاہیں علمی ورثہ آنیوالی نسلوں کو منتقل کررہی ہیں۔ جن کی تعداد خواہ آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی مگر نفس الامر میں انکا وجود پایا جاتا ہے اور وہ اپنے دائرہ عمل میں اپنی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں۔

6۔ یہاں پر ایک اہم بات یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہم خانقاہ کے بانی حضرات کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ لیتے ہیں (بانی خانقاہ سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے اس خانقاہ کی بنیاد رکھی) تو پتہ چلتاہے کہ صرف 9٪ ایسے حضرات تھے جن کے پاس رسمی علم نہیں تھا۔ باقی 52٪ عالم دین تھے اپنے وقت کی تعلیم سے آگاہ تھے اگرچہ اس وقت درسِ نظامی کی اصطلاح علم کے لئے استعمال ہو یا نہ ہو سروے کے اندر نتائج میں ہم میں ہم نے صاحب علم حضرات کے لئے درس نظامی کی اصطلاح استعمال کی ہے، 2٪ ایسے حضرات تھے جو عالم دین ہونے کیساتھ ساتھ حافظِ قرآن بھی تھے۔ 2 فیصد پرائمری پاس اور 7 فیصد وہ حضرات تھے جو عالم دین ہونے کیساتھ ساتھ عالم دین بھی تھے۔ مڈل تک دنیاوی تعلیم بھی رکھتے تھے جبکہ 2٪ صرف پرائمری پاس تھے۔ اور 4٪ صرف میٹرک پاس تھے۔ 19٪ کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو سکا کہ ان کی تعلیمی قابلیت کیا تھی۔ اس کے لئے نہ کوئی کتاب دستیاب تھی اور نہ ہی سجادہ نشین حضرات کے پاس کوئی علم تھا۔ 7٪ صرف حافظِ قرآن تھے اور 2٪ وہ تھے جو ٹرپل ایم اے تھے۔ یعنی ان کی تعلیمی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔ خانقاہ کے بانیوں کی تعلیمی قابلیت تھی اور وہ اصحابِ علم تھے۔ بہت کم ایسے تھے جنکی رسمی تعلیم نہیں تھی۔

7۔ جب ہم خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین اور متولی حضرات کی قابلیت دیکھتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان میں علومِ دینیہ کے حامل حضرات بہت کم ہیں صرف 7٪ حضرات ایسے ہیں جن کے پاس درسِ نظامی کی تعلیم ہے۔ 4٪ صرف حافظِ قرآن ہیں۔ 4٪ وہ ہیں جن کی تعلیم ہی نہیں۔ پرائمری و حافظِ قراں صرف 2٪ حضرات ہیں۔ جن کے پاس صرف پرائمری تعلیم ہے وہ 11٪ ہیں۔ مڈل والے 7٪ ہیں میٹرک تک تعلیم رکھنے والے 28٪

ہیں۔ایف اے کی تعلیم رکھنے والے ٪4ہیں۔بی اے پاس بھی ٪4ہیں۔ایم اے پاس ٪7 ہیں۔اسی طرح بی اے اور درسِ نظامی والے ٪2ہیں۔ایم اے و درسِ نظامی والے ٪2 ہیں۔ایم اے وبی ایڈ والے ٪2ہیں۔ایم ایس سی اکنامکس ٪4ہیں۔بی ایس سی آنرز اور ایم اے پاس صرف ٪2ہیں۔یہ ایک واضح تبدیلی ہے کہ قدیم اور پرانے صوفیہ کی زیادہ تعلیم دینی تعلیم تھی۔اور موجودہ دور میں سجادہ نشین حضرات کی زیادہ تر تعلیم دنیاوی تعلیم ہے کل ملا کر صرف ٪16حضرات ایسے ہیں جن کے پاس درسِ نظامی کی تعلیم ہے۔

8۔موجودہ دور کے سجادہ نشین حضرات کی تعلیمی قابلیت کا اگر خانقاہ کے بانیان کی تعلیم کے ساتھ تقابل کریں۔تو پتہ چلتا ہے کل ملا کر ٪16 حضرات درس نظامی کے فاضل ہیں( موجودہ سجادہ نشین حضرات)۔اور پہلے کے بزرگ (خانقاہ کے بانی حضرات) میں درس نظامی کے فضلاء حضرات کی تعداد ٪63تک تھی جواب صرف ٪16تک رہ گئی ہے۔علومِ دینیہ کی قدر و منزلت بھی وہی جان سکتا ہے جو خود علم کی دولت سے مالا مال ہو جیسے ہیرے کی قدر و قیمت جوہری ہی جان سکتا ہے علوم دینیہ سے پہلو تہی اربابِ خانقاہ کے لئے تازیانہء عبرت ہے اور انہیں اس طرف توجہ دینے اور سنجیدہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔البتہ یہ امر خوش آئند ہے کہ موجودہ دور کے سجادہ نشین حضرات میں اکثریت پڑھی لکھی ہے۔ صرف ٪4ایسے ہیں جن کے پاس کوئی تعلیم نہیں باقی حضرات رسمی تعلیم یا ضروری تعلیم کے حامل حضرات ہیں۔

9۔ہم نے تعلیم کا دینی و دنیاوی نقطہء نظر سے جائزہ لیا تو پتہ چلا موجودہ سجادہ نشین حضرات میں ٪29 کی دینی تعلیم ہے۔اور ٪67 کے پاس دنیاوی تعلیم ہے اور ٪4 کے پاس تعلیم ہی نہیں ہے

10۔قرآن وسنت کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے مدارس کی اہم خدمات ہیں اور تاریخِ اسلام میں مدارس کا کردار ایک روشن، جاندار اور پائیدار کردار رہا ہے۔ مدارس نے ہر دور میں اُجالے بانٹے ہیں خانقاہ ایک لحاظ سے مکتب و مدرسہ کے ہم معنیٰ مفہوم میں استعمال ہوتی رہی ہے۔ خانقاہیں ہی دانش گاہیں اور مکتب گاہیں کہلاتی رہی ہیں۔ اسی تناظر میں ہم نے اس وقت گجرات کی خانقاہوں پر مدارس کا علمی جائزہ لیا تو پتہ چلا ٪43 خانقاہوں کے پاس مدرسہ ہے اور ٪57 کے پاس مدرسہ سسٹم نہیں ہے۔

11۔ پھر مدرسہ کی نوعیت دیکھی گئی کہ شعبہ حفظ ہے یا درس نظامی ہے؟۔ رہائشی ہے یا غیر رہائشی ہے؟ تو یہ نتائج سامنے آئے ہیں۔ ٪7 مدارس شعبہ حفظ کے ہیں اور طلباء رہائشی ہیں۔ ٪13 مدارس شعبہ حفظ کے ہیں اور غیر رہائشی ہیں۔ ٪2 شعبہ درس نظامی کے ہیں اور رہائشی ہیں۔ ٪2 درس نظامی کے ہیں اور غیر رہائشی ہیں۔ ٪20 مدارس شعبہ حفظ و درس نظامی کے ہیں اور رہائشی ہیں۔ ٪57 آستانوں پر کسی مدرسہ کا وجود نہیں ہے۔

12۔ پھر ہم اس بات کا جائزہ لیا کہ آیا تعلیم مفت یا اس کی فیس وغیر لی جاتی ہے؟۔ تو پتہ چلا کہ قریباً ٪43 آستانوں پر جہاں مدارس کا قیام پایا جاتا ہے تعلیم بالکل مفت ہے۔ اور ٪57 خانقاہوں پر مدارس کا وجود ہی نہیں۔ اس کمر توڑ مہنگائی میں اگر ٪43 خانقاہیں بچوں کو مفت تعلیم سے آراستہ کر رہی ہیں تو یہ ایک قابلِ قدر اور قابلِ تحسین کام ہے۔ مگر تعلیم چاہے مگر تعلیم چاہے حفظ ہی کی کیوں نہ ہو۔ معیاری اور پائیدار ہونی چاہیے اور اہم بات یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت ضرور ہونی چاہیے۔

13۔ مدارس کے مدرسین کی تعداد کا جائزہ لیا گیا تو واضح ہوا کہ ٪57 پر کوئی مدارس نہیں ہے۔ ٪37 مدارس ایسے جہاں پر 20 سے کم مدرسین ہیں اور ٪3 مدارس وہ ہیں جہاں پر

30یا30سے زائد مدرسین موجود ہیں۔ پھر ہم نے مدرسین کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ 2٪ حافظ قرآن ہیں، 4٪ درس نظامی والے ہیں َ9٪ درس نظامی کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن ہیں َ2٪ درس نظامی حفظ قرآن اور بی اے پاس ہیں۔ ایم اے و درس نظامی والے 11٪ ہیں۔ جبکہ 4٪ درس نظامی وایم فل ہیں اور 4٪ ایم اے پاس ہیں۔

14۔ پھر ہم نے مدارس کے طلباء کی تعداد کا جائزہ لیا تو یہ رزلٹ سامنے آیا کہ 57٪ مدرس ہی نہیں ہیں۔ 21٪ مدارس میں 100 یا اس سے کم بچے پڑھ رہے ہیں۔ 13 فیصد مدارس میں 100 زائد اور 250 سے کم بچے زیر تعلیم ہیں۔ اور 9٪ مدارس وہ ہیں جہاں پر 1000 یا اس سے زائد بچے زیر تعلیم ہیں۔

15۔ پھر ہم نے مدارس سے فارغ التحصیل حفاظ کرام اور علماء کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ ایک سال میں قریباً 1570 بچے شعبہ حفظ سے فارغ ہو رہے ہیں۔ اور قریباً 24 بچے عالم دین بن کر فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔

16۔ ہم نے خانقاہوں پر عصری تعلیم کا جائزہ لیا یعنی موجودہ انگلش میڈیم، کمپیوٹر کلاسز وغیرہ تو پتہ چلا 72٪ مدارس میں عصری تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ صرف 28٪ مدارس میں عصری علوم کا انتظام ہے۔ اس وقت عصری علوم کی ضرورت واہمیت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ 17۔ عصری علوم اور دینی علوم کا مرکب بنا کر قوم کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ خوف خدا رکھنے والے اور عشقِ رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال علماء و فضلاء پیدا ہوں جو محض نماز عصر کے امام ہی نہ ہوں بلکہ عصر کے بھی امام ہوں۔ اس وقت خانقاہوں پر ایسے جدید اسکولز و کالجز کا قیام وقت کیا ضرورت بن گیا ہے۔ جس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ مروجہ علوم بھی پڑھائے جاتے ہوں۔

قوم کی نظریں اب اربابِ خانقاہ کی جانب لگی ہوئی ہیں اگرچہ حضرات چاہیں تو قوم کو اچھے تعلیمی اداروں کا تحفہ دیکر نہ صرف اپنے صدقہ جاریہ کی صورت بنا سکتے ہیں بلکہ بے شمار لوگوں کی پر خلوص دعائیں لے سکتے ہیں۔اس وقت تعلیم ایک انڈسٹری کا روپ دھار چکی ہے اور دن بدن تعلیم مہنگی ہوتی جارہی ہے عام آدمی اور غریب آدمی کا بھی خواب ہوتا ہے کہ اس کا بچہ بھی پڑھ لکھ کر معاشرے کا باعزت شہری بنے۔اس لیے اہل خانقاہ کو اس اہم علمی، سماجی مسئلے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اچھے تعلیم ادارے بناکر اپنی خانقاہوں کو دائماً آباد کرنے کی شدید ضرورت ہے

## خانقاہوں کے بانیان کی تعلیمی قابلیت%

اس گراف میں خانقاہوں کے بانیاں کی تعلیمی قابلیت فیصد میں بیان کی گئی ہے درس نظامی کی اصطلاح صاحبِ علم حضرات کے لیے استعمال کی گئ ہے جن حضرات کی تعلیم کا پتہ نہ چل سکا اسے علم نہیں کے عنوان سے بیان کیا

| تعلیمی قابلیت | % |
|---|---|
| پرائمری | 2 |
| پرائمری و درس نظامی | 2 |
| تعلیم نہیں | 9 |
| ڈبل ایم اے | 2 |
| حافظ قرآن | 7 |
| درس نظامی | 52 |
| درس نظامی و حافظ قرآن | 2 |
| علم نہیں | 13 |
| مڈل اور درس نظامی | 7 |
| میٹرک | 4 |
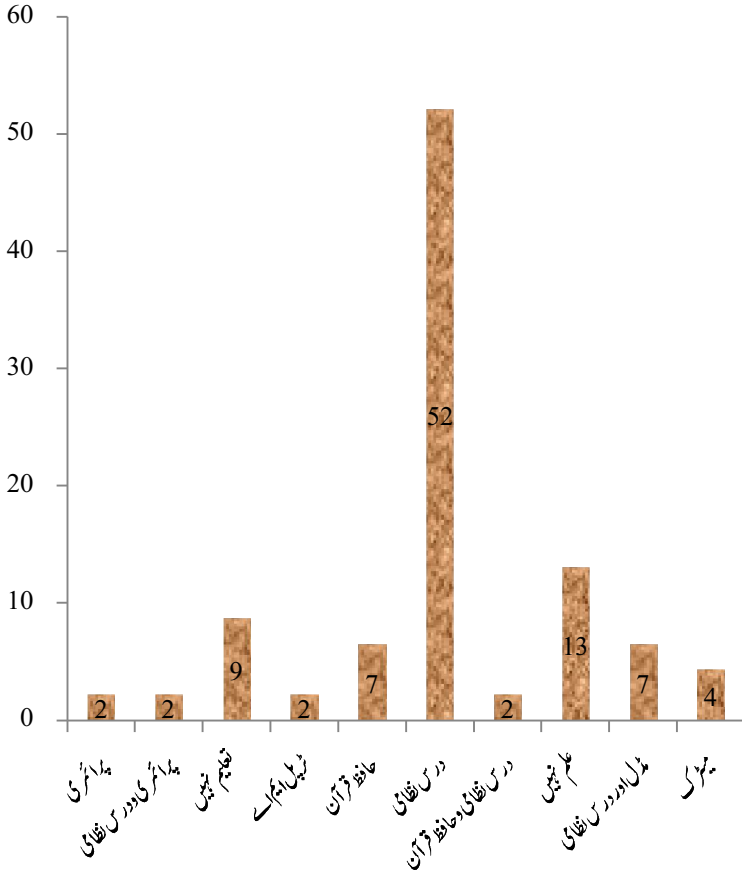
## خانقاہوں کے بانیان کی تصنیفات کا جائزہ

اس گراف میں نہیں سے مراد تصنیف و تالیف نہیں
ہے اور ہاں سے مراد تصنیف و تالیف کا موجود ہونا ہے

100%
90%
80%
70%
60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

9%
91%

ہاں
نہیں
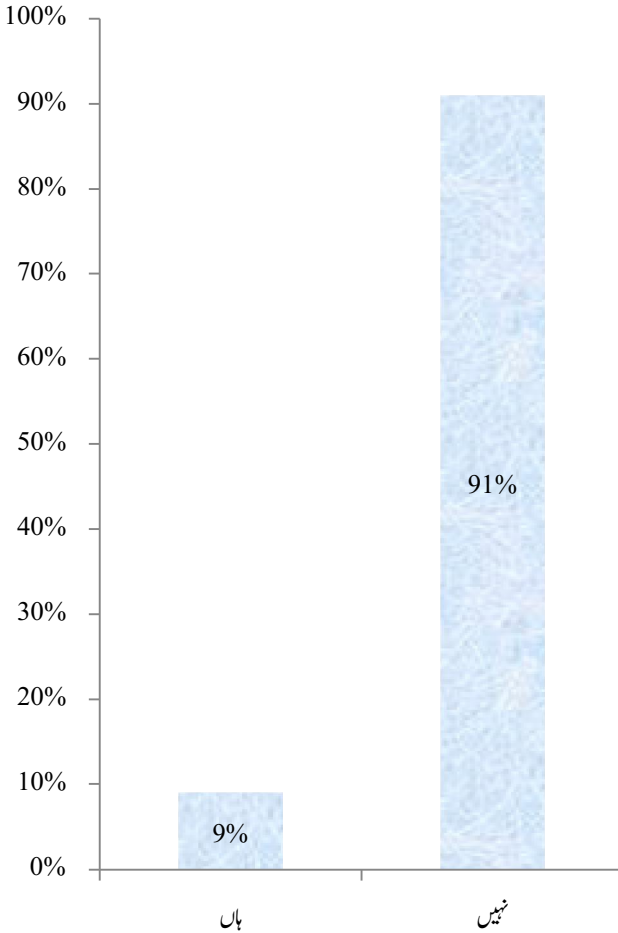
## خانقاہوں کے سجادہ نشینوں کی تعلیمی قابلیت

اس گراف میں سجادہ نشین حضرات کی دینی و دنیاوی تعلیم کی نوعیت درجہ بندی کر کے الگ الگ حصوں میں بیان کی گئی ہے جن حضرات کے پاس دینی تعلیم کے علاوہ دنیاوی علوم کی ڈگری تھی اسے بھی بیان کر دیا ہے
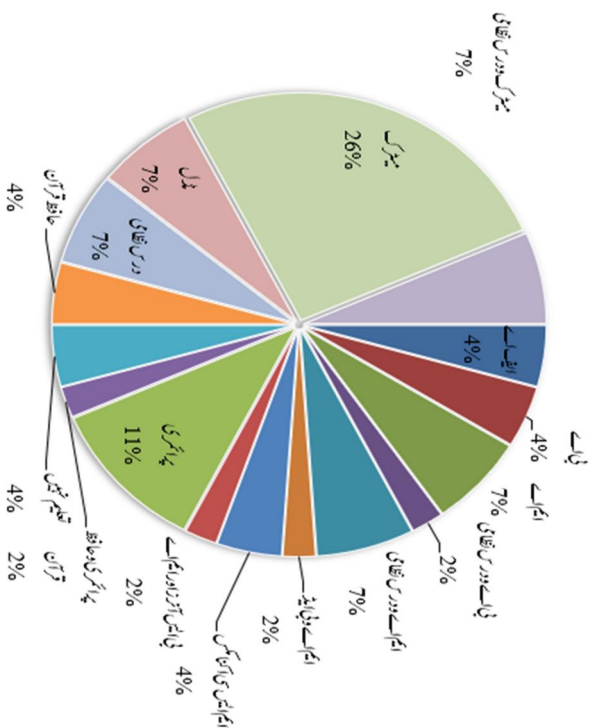
## خانقاہوں کے سجادہ نشینوں کی تعلیمی قابلیت

سجادہ نشین حضرات کی تعلیمی قابلیت دینی و دنیاوی لحاظ سے بیان کی گئی ہے اور جن کے پاس کوئی علم نہیں ہے، ان کو تعلیم نہیں کے نام سے بیان کیا گیا ہے

80%
70%
60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

29%
67%
4%

دینی تعلیم
دنیاوی تعلیم
تعلیم نہیں
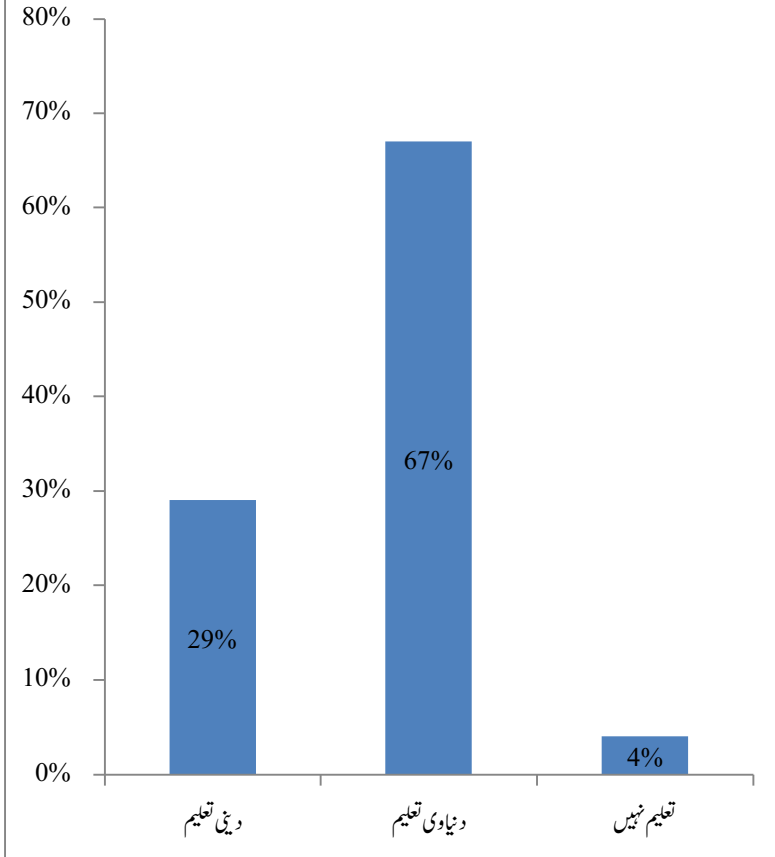
## خانقاہوں کے سجادہ نشین کی تصنیفات کا جائزہ

سجادہ نشین حضرات کے اس گراف میں فیصد کے لحاظ سے تصنیف وتالیف کا جائزہ لیا گیا ہے۔

نہیں سے مراد تصنیف وتالیف نہیں ہے اور ہاں سے مراد تصنیف و تالیف کا موجود ہونا ہے۔
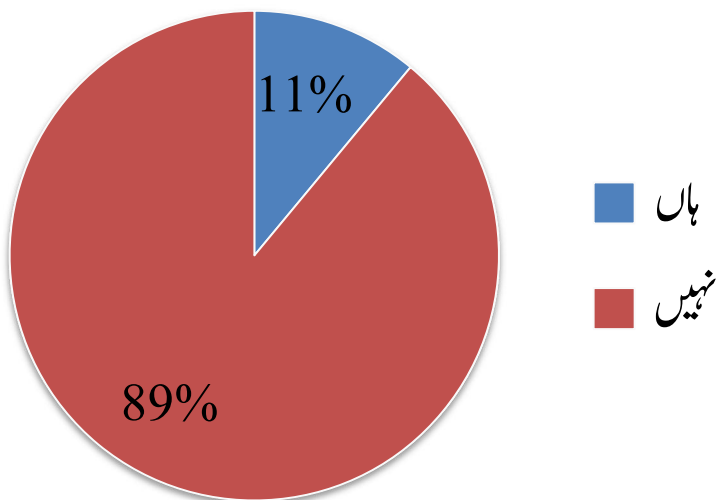
# تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے مدارس کی تعداد کا جائزہ

مدارس کے وجود اور عدمِ وجود کے لحاظ سے جائزہ لیا گیا ہے ہاں سے مراد خانقاہ پر مدرسہ کا وجود ہے اور نہیں سے مراد مدرسہ کا وجود نہیں ہے
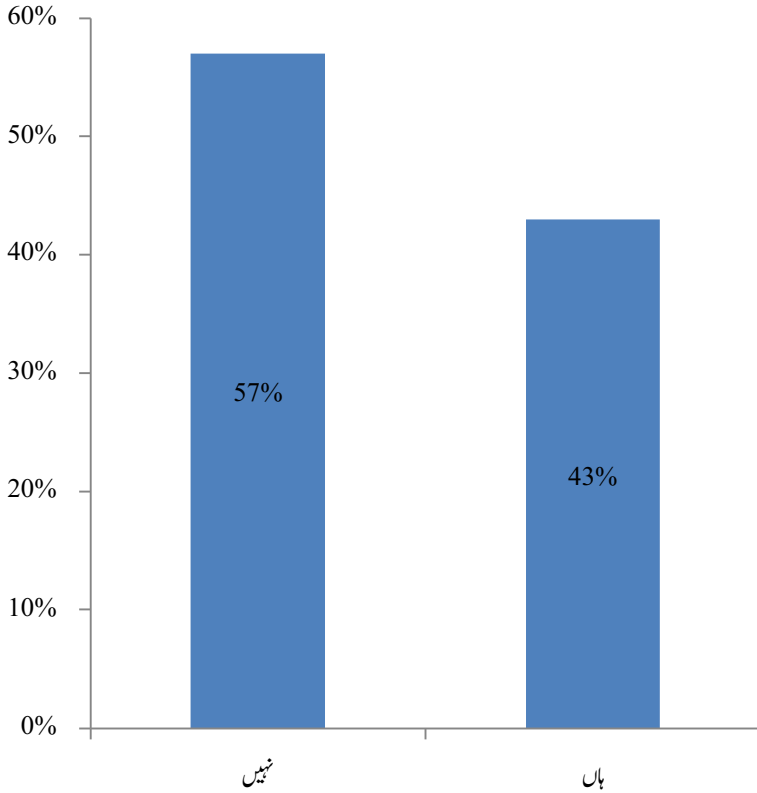
## تعلیم کی مفت فراہمی کے حوالے سے خانقاہی نظام کی کاوشوں کا جائزہ
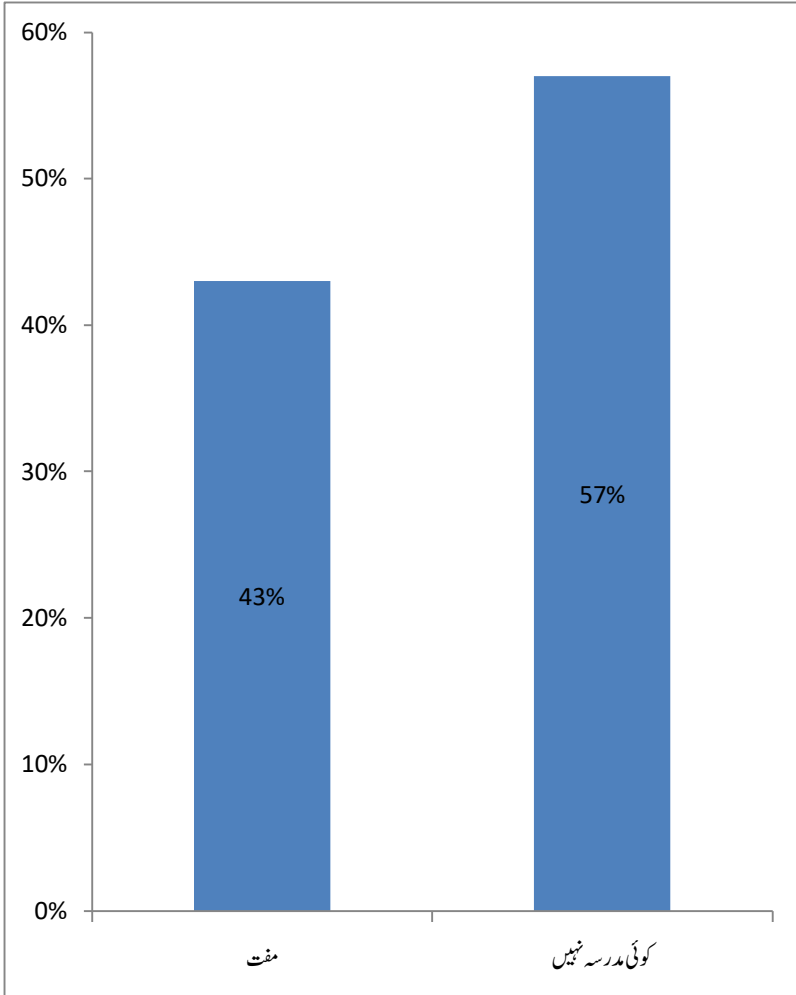
خانقاہی نظام میں تعلیم کے مفت ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے جائزہ لیا گیا ہے 57٪ خانقاہوں پر تو کوئی مدرسہ ہی نہیں ہے جبکہ 43٪ خانقاہوں پر مدارس موجود ہیں وہاں تعلیم مفت ہے۔

## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے مدارس کے مدرسین کی تعداد

اس گراف میں مدارس کے مدرسین کی عددی تعداد بیان کی گئی ہے 57٪ خانقاہوں پر مدرسہ کا وجود نہیں پایا جاتا جب کہ 37٪ مدارس میں 20 سے زیادہ مدرسین ہیں اور 6٪ مدارس میں 30 سے کم مدرسین ہ
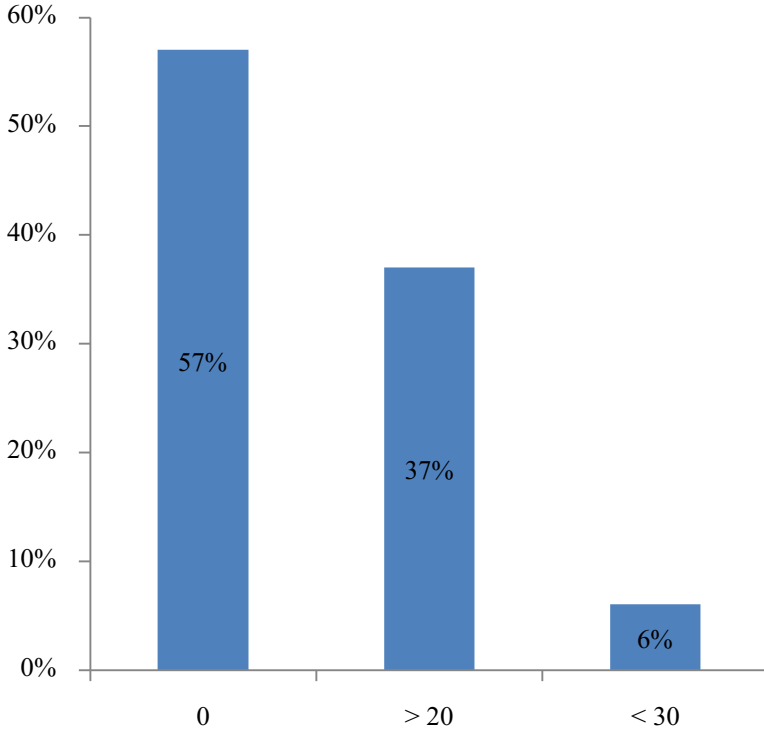
## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے مدارس کے طلباء کی تعداد

٪57 خانقاہوں پر مدارس ہی نہیں ٪21 خانقاہوں پر 100 سے کم طلباء موجود ہیں۔ ٪13 خانقاہوں پر 250 تک طلباء موجود ہیں اور ٪9 خانقاہوں پر 1000 سے زائد طلباء موجود ہیں۔
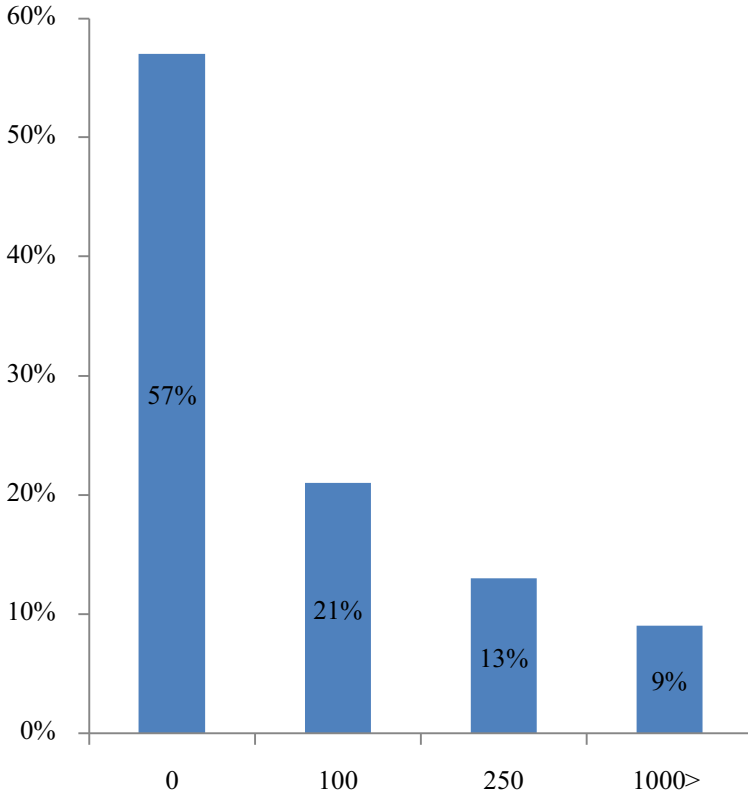
# تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے مدارس کے مدرسین کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ

59٪ خانقاہوں پر مدارس ہی نہیں جس کو کوئی نہیں کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ 4٪ مدرسین ایم اے پاس ہیں 4٪ درس نظامی اور ایم فل ہیں 11٪ درس نظامی کے ساتھ ایم اے کی ڈگری
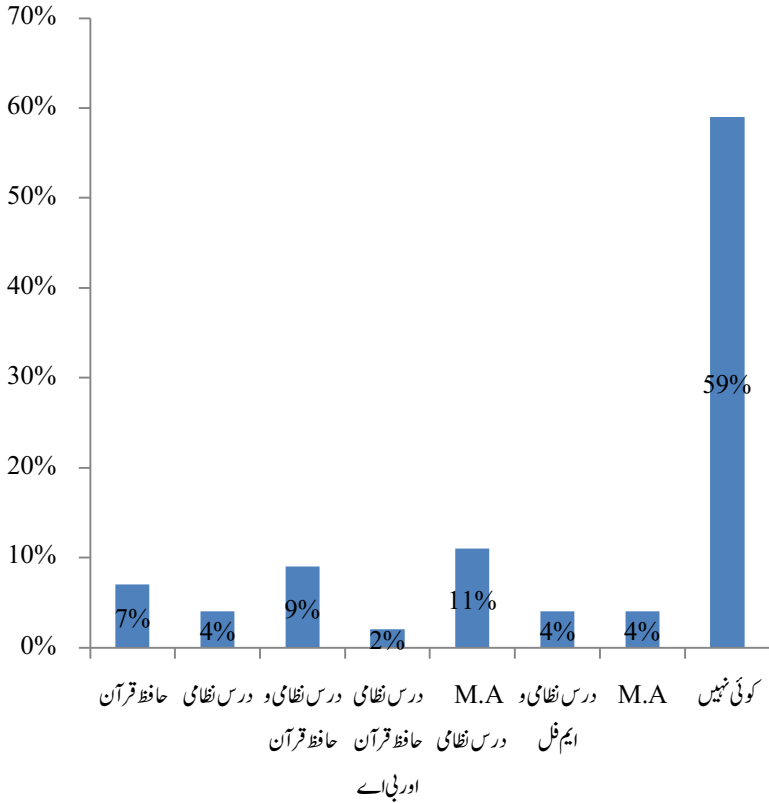
# تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے مدارس کے فارغ التحصیل حفاظ و علماء کا جائزہ

شعبہ حفظ سے 1570 طلباء سالانہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور شعبہ درس نظامی سے سالانہ 24 علماء فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔

1800
1600
1400
1200
1000
800
600
400
200
0

1570
24

حافظ
عالم
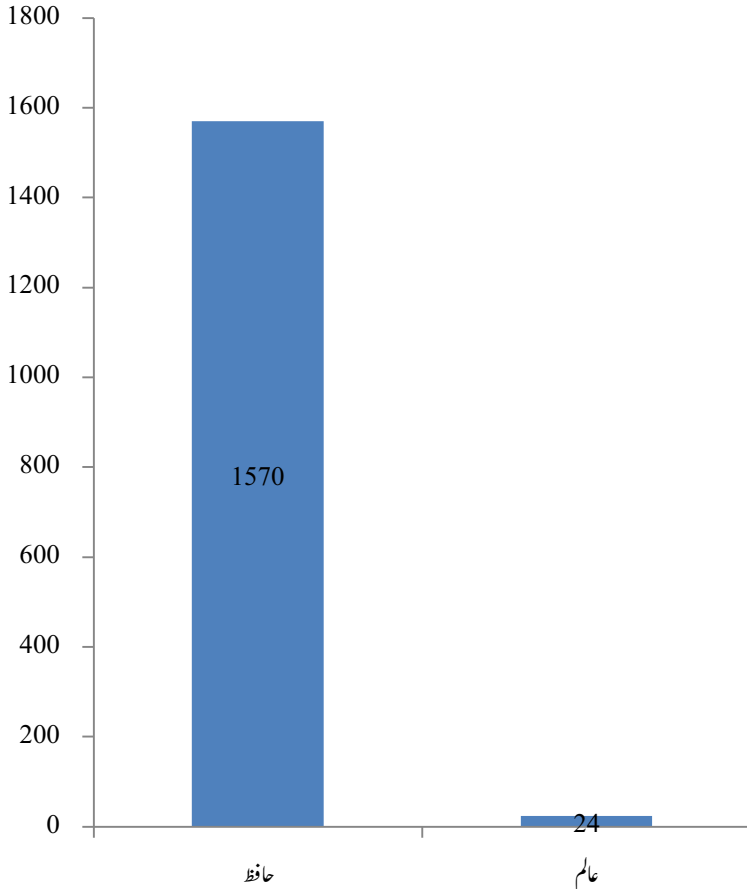
## خانقاہی نظام کے زیر انتظام شائع ہونے والے مجلات ورسائل کا جائزہ

نہیں سے مراد مجلات اور رسائل و جرائد کا شائع نہ ہونا ہے اور ہاں سے مراد مجلات و رسائل کا شائع ہونا ہے۔
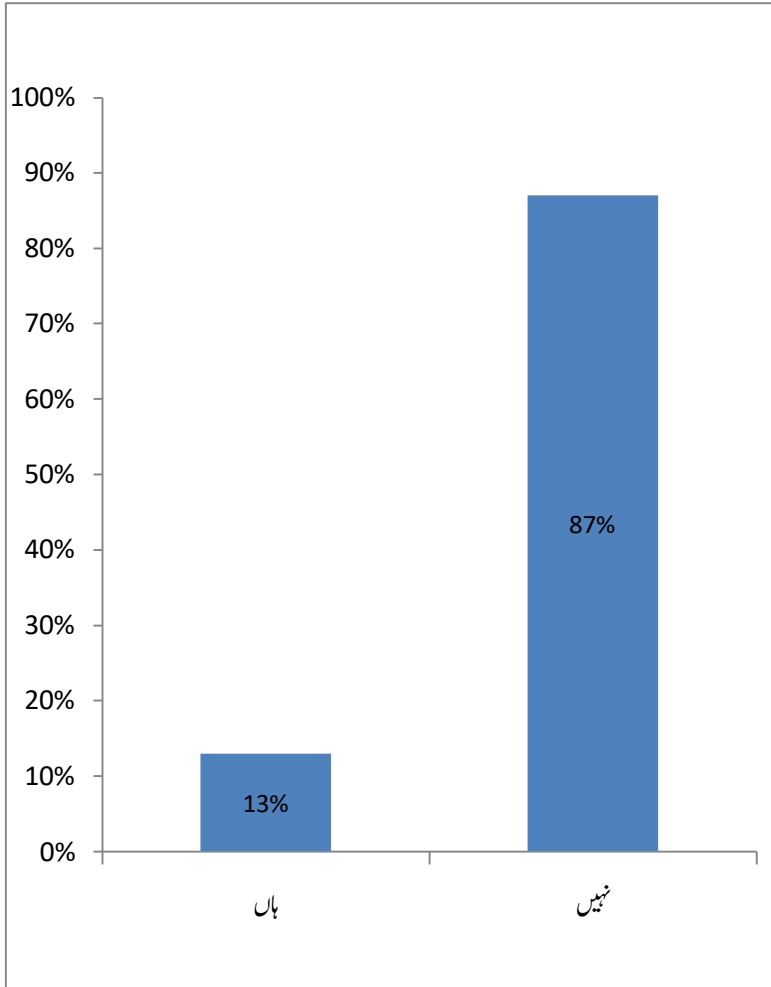
## خانقاہوں پر عصری تعلیم کے انتظام کا جائزہ

ہاں سے مراد خانقاہوں پر مروجہ عصری تعلیم اسکول و کالجز اور کمپیوٹر کی تعلیم کے ادارہ کا وجود ہے اور نہیں سے مراد مروجہ عصری تعلیم اسکول و کالجز اور کمپیوٹر کی تعلیم کے ادارہ کا نہ ہونا ہے۔

80%
70%
60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

72%
28%

ہاں
نہیں
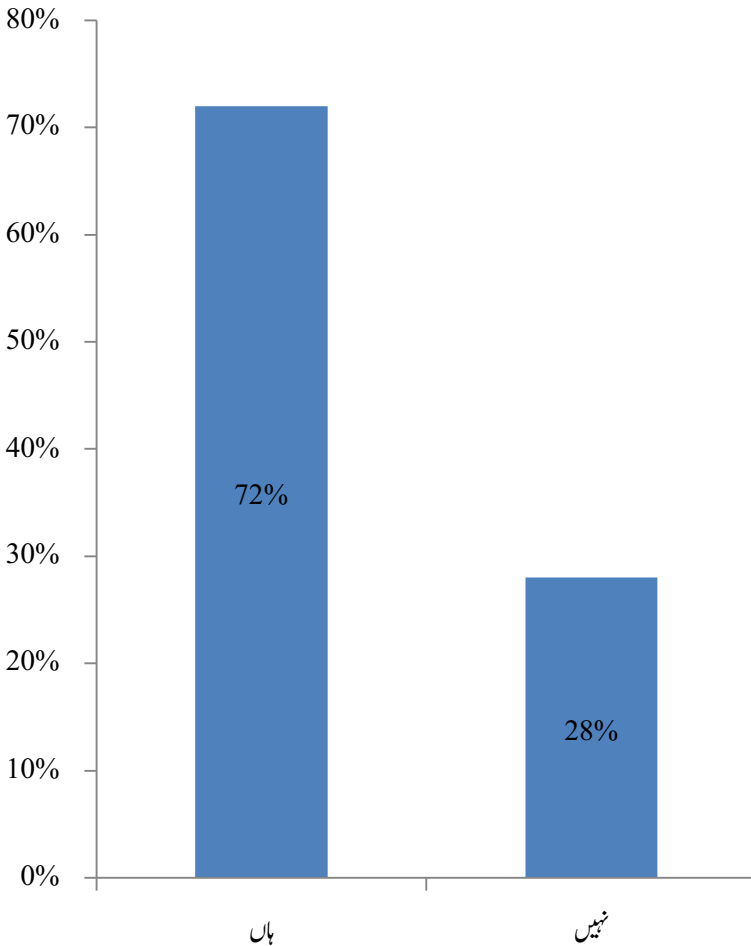
## 4۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے معاشی اثرات:

تحصیل گجرات کی ساری خانقاہیں یہاں کی معیشت پر اثرانداز ہیں اور کچھ معاشی سرگرمیوں کا اہم مرکز بھی ہیں۔ خانقاہوں نے ہر دور میں ایسے اقدامات کئے ہیں کہ معیشت کو فروغ ملے لوگوں کو روزگار میسر آسکے اور دولت کا ارتکاز فقط چند خاندانوں تک محدود نہ رہے بلکہ دولت کی گردش ہوتی رہے، ہدایا تحفے تحائف، نذرو نیاز خانقاہی زندگی کی اہم سرگرمیاں ہیں۔

1۔ تحفہ دینے سے جہاں محبت بڑھتی ہے وہاں معیشت کو بھی سہارا ملتا ہے۔ اسی طرح ہر خانقاہ پر سالانہ عرس مبارک یا میلہ پر کثیر تعداد میں دوکانیں لگتی ہیں تجارت ہوتی ہے، اجناس کا لین دین ہوتا ہے۔ بے شمار لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ کئی گھرانوں کی گزر بسر ان موبائل دوکانوں پر ہوتی ہے۔ جو ہر عرس اور میلہ پر لگتی ہیں۔ اسی طرح عرس کی آمد و رفت میں استعمال ہونے والی ٹرانسپورٹ، ساؤنڈ، لائٹنگ، جنریٹر وغیرہ ان لوگوں کی روزی کا ذریعہ بھی بظاہر یہ خانقاہیں بنتی ہیں علاوہ ازیں کچھ بڑی خانقاہیں ایسی بھی ہیں جہاں مستقل دوکانیں موجود ہیں جہاں پہ بچوں کے کھلونے، شو پیس، چادریں، گُلے، پھولوں کے ہار، مالائیں وغیرہ بیچی جاتی ہیں اس طرح خانقاہ روحانیت کے ساتھ ساتھ معیشت کا بھی مرکز بنتی چلی جارہی ہیں اور اہم معاشی سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔

2۔ اگر ان خانقاہوں کے اعداد و شمار و کوائف جمع کئے جائیں کہ کتنی دوکانیں ہیں اور سالانہ کتنی سیل وغیرہ ہوتی ہے؟ نیز کتنے گھرانوں کی گزر بسر ان دوکانوں سے ہو رہی ہے؟ تو یہ ایک مستقل تصنیف بن سکتی ہے۔ اور ایک اچھی خاصی تحقیق بن سکتی ہے۔

3۔ تحصیل گجرات کے اندر کئی بڑی خانقاہیں ہیں جہاں پہ مستقل ملازم/اجیر رکھے گئے ہیں جن کو انکے کام کی نوعیت کے مطابق مستقل تنخواہ دی جاتی ہے یہ ملازم مختلف شعبہ جات میں اپنی کارکردگی دکھاتے ہیں جن میں ڈرائیور، چوکیدار، خاکروب، باورچی اسی طرح تعلیمی اداروں کے اساتذہ کرام اور آئمہ مساجد وغیرہ شامل ہیں۔اس وقت تحصیل گجرات کی خانقاہوں پر 883 افراد تنخواہ پر کام کررہے ہیں اتنے افراد کی گزربسر خانقاہوں سے ملنے والی تنخواہوں پر ہے اور اگر خانقاہوں کی کارکردگی دیکھی جائے کہ لوگوں کو کتنی تنخواہ یا مشاہرہ دے رہے ہیں تو قریباً %15 ملازمین 5000 روپے سے زائد مگر 15000 روپے سے کم تنخواہ وصول کر رہے ہیں۔اور %43 ملازمین ایسے ہیں جو 15000 روپے یا اس سے زائد تنخواہ وصول کر رہے ہیں۔ %54 ملازمین بالکل مفت اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

4۔اکثر خانقاہوں پر خدمت کا رواج ہے۔وہ تنخواہ یا مشاہرے کو وصول کرنا خانقاہی اقدار کے منافی سمجھتے ہیں۔ مگر ان جگہوں پر بھی خادمین کی جُملہ ضروریات و حاجات خانقاہیں ہی پورا کرتی ہیں ان کے علاج معالجے، شادی بیاہ، گھریلو ضروریات، سوداسلف وغیرہ صاحبِ سجادہ بزرگ پوری کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کو معاشی جھنجٹوں سے آزاد کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کی خدمات کے عوض ان کو حج و عمرہ بھی کروادیتے ہیں اور ان کو کوئی پلاٹ وغیرہ بھی دے دیتے ہیں۔یوُں ہر خانقاہ ہی قریباً معاشی طور پر مؤثر اور فعال ہے۔ اپنے خدمتگاروں، ملازمین کی معیشت کا بہترین انتظام کرتے ہیں۔

5۔اسی طرح ہم نے خانقاہ پر تنخواہ وصول کرنے والوں کی افرادی قوت کا جائزہ لیا تو یہ نتائج سامنے آئے۔قریباً %54 خانقاہیں ایسی ہیں جہاں پر کوئی تنخواہ دار ملازم نہیں ہیں۔ %28

خانقاہیں ایسی ہیں جہاں 110 افراد تک کام کر رہے ہیں۔ ٪11 خانقاہیں ایسی ہیں جہاں پہ 50 افراد یا اس سے کم لوگ کام کر رہے ہیں اور صرف ٪7 خانقاہیں ایسی ہیں جہاں پہ 100 یا اس سے زیادہ لوگ تنخواہ وصول کرنیوالے کام کر رہے ہیں۔ 6۔ خانقاہی نظام کا لوگوں کو روزگار مہیا کرنے کے حوالے سے کردار کا جائزہ لینے کے لئے سجادہ نشین حضرات سے یہ سوال کیا گیا کہ خانقاہ نے پچھلے ایک سال میں کتنے لوگوں کو روزگار مہیا کیا؟ تو اس کا جواب قریباً ٪30 حضرات نے یہ دیا کہ ہم نے لاتعداد لوگوں کو روزگار دلوایا، سفارشیں کیں۔ کسی کو کوئی نوکری دلوائی، اب لاتعداد کہنے سے ان کی مراد کیا تھی اس کا علم نہ ہو سکا اور ٪9 نے جواب دیا کہ سو سے کم افراد کو روزگار مہیا کیا یا اسباب مہیا کیے۔ اور ٪61 نے جواب دیا کہ ہم نے کسی کو روزگار مہیا نہیں کیا۔

7۔ جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ خانقاہی نظام میں گنتی، واعداد و شمار کا تصور نہیں وہ روٹیاں گن کر نہیں پکاتے اور نہ ہی اس بات کا حساب رکھتے ہیں کہ کتنے لوگوں کو روزگار دیا۔ ان کے بقول اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتیں لامحدود ہیں۔ گننے سے اور جوڑ جوڑ کر رکھنے سے برکات سلب ہو جاتی ہیں۔ فیض کے ثمرات ختم ہو جاتے ہیں اس لئے گننا اور جوڑ کر رکھنا خانقاہی روایات کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

8۔ معاشی اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ایک افسوس ناک اور تشویس ناک پہلو بھی بیان کرنا پڑ رہا ہے وہ ہے خانقاہ پر قائم شدہ مدارس کے مدرسین کی معاشی حالتِ زار۔ بہت ہی کم ایسی خانقاہیں ہیں جہاں پر معلم، استاذ کو اعزاز و اکرام کے ساتھ قیام و طعام اور مشاہرہ کی سہولت میسر ہے۔ اساتذہ کرام اکثر جگہوں پر قلیل مشاہروں کے عوض بڑی محنت طلب ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ ان کی معاشی حالت دگرگوں ہے۔ بیمار ہو جائیں تو علاج معالجے کا

انتظام نہیں۔اولاد کی شادی کے لئے قرض کے بوجھ تلے دبناپڑتا ہے۔

دوسری طرف عین ممکن ہے کہ خانقاہ پر آنیوالے قوال یا نعت خوان پر اتنا سرمایہ لٹادیا جائے کہ اس جیسے کئی اساتذہ کی کئی سالوں کی تنخواہیں بھی اتنے پیسوں تک نہ پہنچ پاتی ہوں۔ آنیوالی نسلوں کو سنوارنے والے اساتذہ کرام کے ساتھ خانقاہوں کا ناروا سلوک اور چادر، گھڑولی پر زرِ کثیر خرچ کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ بلکہ کئی خانقاہوں پر یہ بھی مناظر دیکھنے کو ملے کہ اساتزہ کرام کو پینے کے لئے دودھ نہیں ملتا، کھانے کو گوشت نہیں ملتا مگر پیر صاحب کے کتے بھی دودھ پی رہے ہیں اور گوشت بھی کھا رہے ہیں۔

پیر صاحب کے گھوڑے وہ نعمتیں کھا رہے ہیں جو شائد انسانوں کو میسر نہیں ہیں۔ ارباب خانقاہ کو اس مسئلے کو سنجیدہ لینا چاہیے اور اساتذہ کرام کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان کی خدمت پر کمربستہ رہنا چاہیے۔ اسکاہر گز یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ سارے ہی ایسے ہیں الا ماشاءاللہ علم اور علماء کے قدردان مشائخ کرام بھی موجود ہیں جو علماء کی خدمت کو سعادت سمجھتے ہیں اور اپنے علماء کی مالی و معاشی خدمت کرکے ان کی دعائیں لیتے ہیں ایسے لوگ ہدیہ بتریک کے لائق ہیں۔ مگر ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ ضرور اس امر کی ہے کہ تعمیری سوچ رکھنے والے اور باکردار حضرات کی کثرت ہوتا کہ معاشرہ میں خیر و برکت زیادہ سے زیادہ ہو۔

9۔ معاشی سرگرمیوں میں ایک اہم سرگرمی سُود کا لین دین ہے۔ ہمارے ملک کا اکثر بینکنگ نظام سُودی ہے۔ علاوہ ازیں گجرات میں بالخصوص دیہاتوں میں سُود کے لین دین کا کافی مضبوط نظام ہے۔ مختلف خانقاہوں پر سجادہ نشین حضرات سے یہ سوال کیا گیا سودی نظام سے معاشرے کو بچانے کے لئے آپ کی طرف سے اقدامات ؟۔ اکثر نے یہ جواب دیا

کہ ہمارا ذاتی کوئی سُودی اکاؤنٹ نہیں ہے اور ہم اپنے مریدین کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں کہ زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزارو سُود خوری چھوڑو وغیرہ۔ پتہ نہیں تبلیغ بے اثر ہو گئی ہے یا مریدین اپنی اصلاح نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے باوجود کہ سارا سال ہی وعظ و نصیحت اور تبلیغی محافل منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ سُودی ادارے دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور سود کا کاروبار پروان چڑھ رہا ہے۔ ایک پیر صاحب کا فرمانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ ایک ڈنڈا بھی اُتارا ہے اس قوم کو سیدھا رکھنے کے لئے وہ ڈنڈا اہلِ اقتدار کے پاس ہے اگر حکمران چاہیں تو قوم کو سودی شکنجے سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ان کے پاس وسائل ہیں۔ اسباب ہیں۔ ہمارے پاس دعاؤں کے علاوہ اور انفرادی کوشش کے علاوہ اور کیا ہے۔ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو پیر صاحبان بھی اپنے علاقے میں حاکم ہی ہوتے ہیں لوگ ان کا بہت احترام کرتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مشائخ کرام اگر سود کے خلاف مہم چلائیں تو کوئی بعید نہیں کہ سودی اثرات سے معاشرے کو بالکل نہیں تو کم از کم ممکنہ حد تک حدِ ضرر سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور سودی نظام سے معاشرے کو بچانے کے لئے ہر محاذ، وعظ و نصیحت، تبلیغ تقریر، تحریر اور تدریس کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کرنی ہو گی۔

## لوگوں کو روزگار مہیا کرنے میں خانقاہ کے کردار کا جائزہ

9٪ خانقاہوں نے سو سے کم افراد کو روزگار دلوایا ہے۔ 30٪ فیصد خانقاہوں نے لاتعداد لوگوں کو روزگار دلایا جب کہ لاتعداد کا مطلب بے اندازہ اور غیر متناہی ہے یعنی بے شمار لوگوں کو روزگار دلوای

70%
60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

| سو سے کم افراد | لاتعداد | کوئی نہیں |
|---|---|---|
| 9% | 30% | 61% |
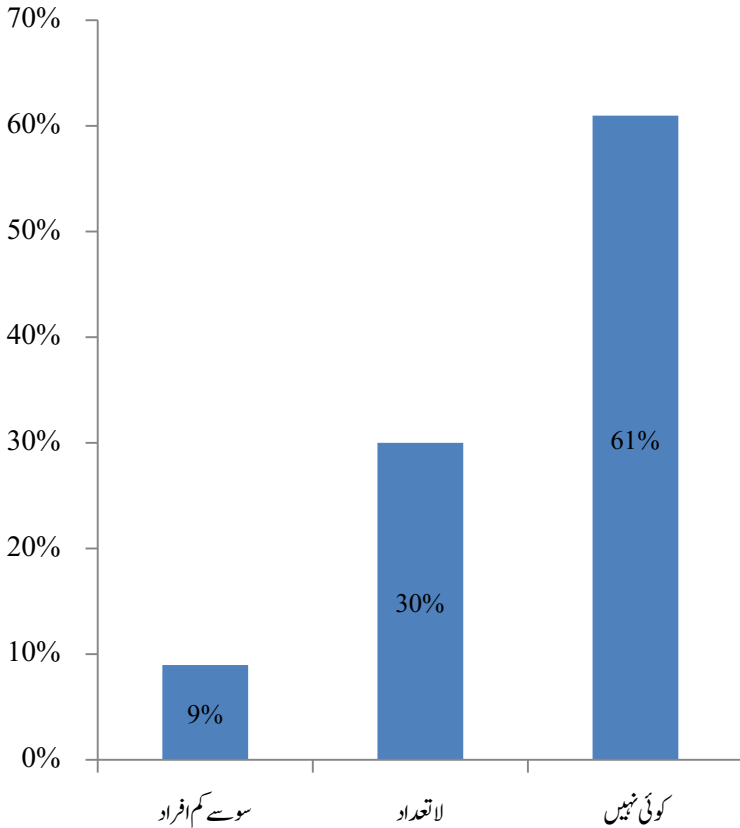
## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں تنخواہ وصول کرنے والے ملازمین کی افرادی تعداد کا جائزہ

54٪ خانقاہوں پر کوئی تنخواہ دار ملازم نہیں ہے سب خدمت گار ہیں 28٪
خانقاہوں پر 10 سے زائد افراد تنخواہ وصول کرتے ہیں 11٪ خانقاہوں پر
50 سے زائد افراد تنخو

60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

54%
28%
11%
7%

0افراد
افراد 10<
افراد 50<
افراد 100>
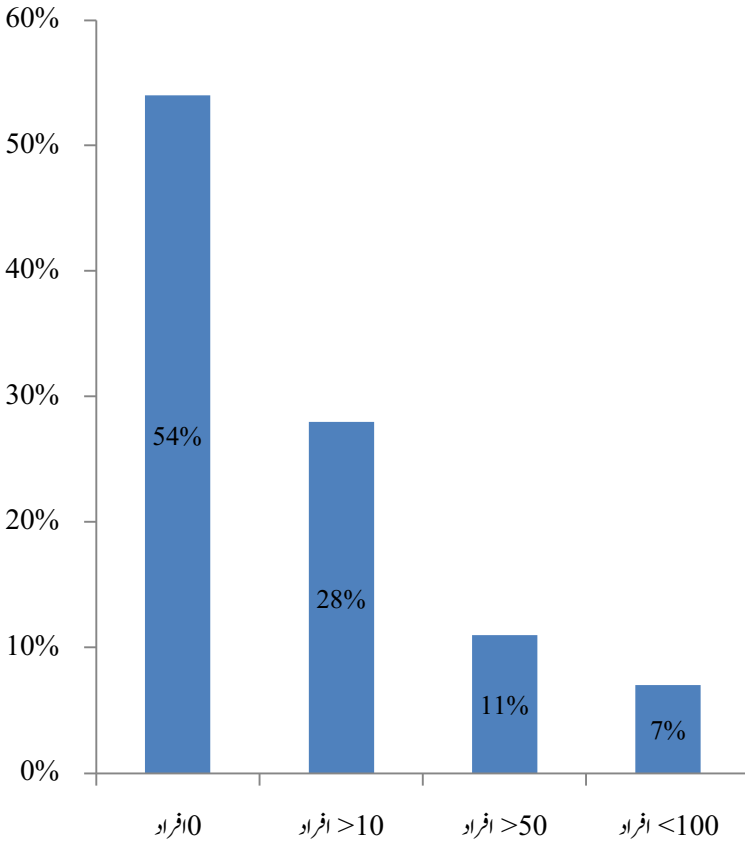
## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں تنخواہ وصول کرنے والے ملازمین کی تنخواہ کا جائزہ

٪54 خانقاہوں پر کوئی تنخواہ دار ملازم نہیں ہے سب خدمت گار ہیں اور ٪15 خانقاہوں پر 5000 روپے سے کم تنخواہ دی جاتی ہے جبکہ ٪43 خانقاہوں پر 15000 روپے سے زائد تنخواہ

60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

54%
15%
43%

Rs. 0
Rs. 5000 <
Rs. 15000 >
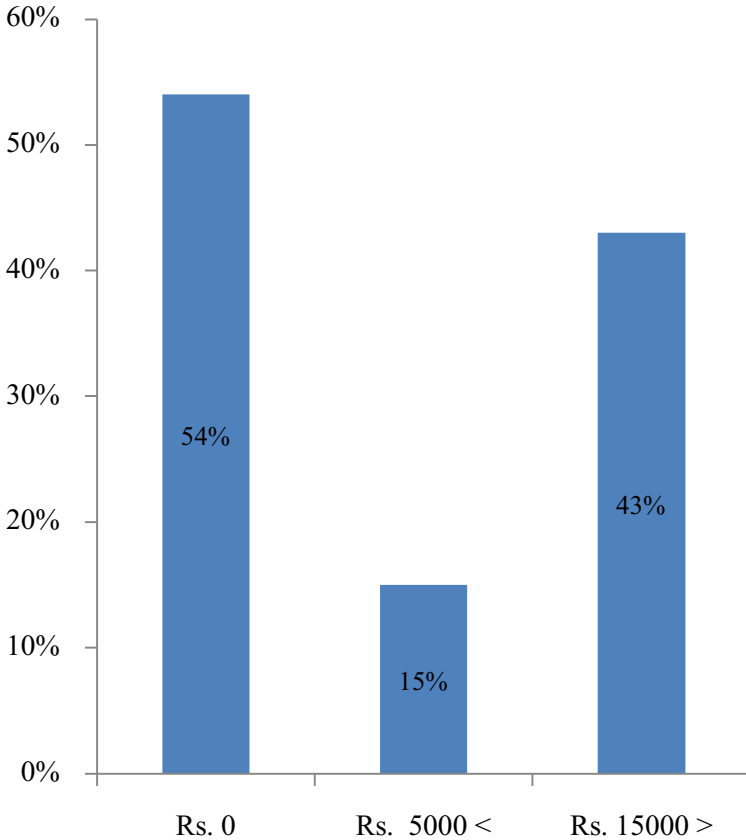
## 5۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے معاشرتی اثرات:

خانقاہیں بنیادی طور پر معاشرے کا حصہ ہیں اور معاشرے پر اثر انداز ہیں اور تحصیل گجرات کے معاشرے کی اصلاح و فلاح میں حتی المقدور اپنا کردار اپنی حثییت کے مطابق ادا کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی اصلاح کے لئے انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ آسمانی صحائف و کتب کا نزول اصلاحِ معاشرہ کے لئے ہی تھا۔ نبوت کا دروازاہ بند ہو جانے کے بعد خانقاہی نظام ہی تھا جس نے معاشرے کی اصلاح، معاشرتی امن و سکون سماجی برائیوں کے سدباب کے لئے سب سے موثر کردار ادا کیا ہے۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام بھی اسی سلسلۃ الذہب (سونے کی کڑی) ہے۔

1۔ تحصیل گجرات کا معاشرہ خیر و شر، نیکی و بدی کا مرکب معاشرہ ہے۔اس معاشرے میں اچھی، مثبت اور پاکیزہ اقدار بھی ہیں اور سماجی برائیاں اور معاشرتی خرابیاں بھی ہیں۔ مگر معاشرتی اقدار میں خیر کی نسب شر اور نیکی کی نسبت بدی کی اثر پذیری زیادہ ہے۔ معاشرے میں بے شمار گناہ مثلاً چوری، بدکاری، شراب نوشی، غریبوں پر ظُلم، زمینوں پر ناجائز قبضہ وغیرہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں بے شمار توھمات اور بدشگونیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

2۔ توھمات اور بدشگونی سے مراد وہ خود ساختہ نظریات پر مبنی ذہنی سوچ ہے جس کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو مثلاً سورج گرہن یا چاند گرہن سے حاملہ عورت کو کوئی نفع یا نقصان ہوتا ہے۔ تین بچوں یا بچیوں کی اکٹھے شادی کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو یہ تصور کر لینا کہ یہ کام نہ ہو گا۔ کوا گھر میں کائیں کائیں کر رہا ہو تو مہمان کے

آنے کی نشانی ہوتا ہے وغیرہ۔خانقاہوں پہ سجادہ نشین حضرات کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ معاشرے میں پائے جانیوالے توہمات اور بدشگونیوں کو ختم کرنے میں خانقاہ کا کیا کردار رہا؟ تو قریباً 100٪ حضرات نے یہ جواب دیا کہ ہم لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں ان کو تلقین کرتے ہیں کہ بدشگونی اور توہمات سے بچ کر رہو۔شریعت کی صاف ستھری اور پاکیزہ تعلیمات پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرو۔

بدشگونی اور توہمات سے خود بھی بچو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔اور اس مقصد کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے جاتے ہیں انفرادی نصیحت ، وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے میدان شامل ہیں۔اس بات میں کوئی شک نہیں باعلم و باعمل اور مقاصدِ دین کا ادراک رکھنے والے مشائخ کرام اپنے مریدین کی اس نہج پر تربیت کرتے ہیں کہ وہ توہمات اور بدشگونی کا شکار نہ ہو جائیں اور خالصتاً وحی الٰہی کے صافی چشموں سے سیراب ہوں۔مگر کم علم، ناخواندہ اور جاہل پیروں کا کردار توہمات اور بدشگونیاں پھیلانے میں کچھ کم نہیں۔اور ایسے افراد کی معاشرے میں کثرت ہے

تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام میں کچھ توہمات اور بدشگونیاں خانقاہی نظام کی وجہ سے پھیلی ہوئی ہیں۔مثلاً شاہ دولہ کے چوہے مرنے کے بعد دیوار میں سما جاتے ہیں یا غائب ہو جاتے ہیں۔بچے کے سر پر لِٹ رکھی جاتی ہے اور اسکو کسی بزرگ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے پھر پورے سر کے بال منڈوائے جاتے ہیں اور لِٹ نہیں منڈوائی جاتی۔اسی طرح کسی درخت کو مقدس سمجھ کر اس پر چادریں چڑھانا اور اس پر کسی بزرگ یا شہید کی روح کی آمد کا تصور رکھنا۔

3۔ایصالِ ثواب جیسے مستحسن امور میں بہت سی غلط چیزیں رواج پا گئی ہیں مثلاً گیارھویں کا

دودھ نہ دیا تو بھینس بیمار ہو جائے گی یا مر جائے گی۔ خانقاہوں پر مخصوص رنگوں کے دھاگے باندھنے یا تالے باندھنے، ان سے امیدیں اور عقائد وابستہ کرنے۔ اسی طرح مخصوص انگوٹھیاں، چھلے اور کڑے وغیرہ پہننا ان کو موثر سمجھنا جیسے امور ہیں۔ایسے ہی شاہدولہ دربار پر بت چڑھائے جاتے ہیں۔

جو اس نظام کا ایک طرح کا حصہ بن چکے ہیں ان کے سدباب کے لئے کوئی ٹھوس اور پختہ تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے اربابِ خانقاہ کا یہ فرضِ منصبی بنتا ہے کہ اس طرح کی بدشگونیوں اور توھمات کے خاتمے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں تاکہ اس مقدس اور پاکیزہ شعبے کی تطہیر ہو اور اس پر کوئی بدخواہ انگشت نمائی نہ کرسکے۔ نیز قرآن وسنت کی تعلیمات کا سادہ، سہل اور آسان ابلاغ ہو قرآن وسنت کے دلائل سے مزین گفتگو، تحریر اور انفرادی کوشش سے یہ توھمات اور بدشگونیاں ممکنہ حد تک ختم ہو سکتی ہیں۔

4۔ تحصیل گجرات کا معاشرہ برادری، ذات اور قبائل میں بٹا ہوا معاشرہ ہے۔ معاشرے میں برادری ازم کی بناپر بے شمار لڑائیاں اور خاندانی ویر ہیں اَن کی بنیاد پر قتل وغارت بھی عام ہے۔ تعصب کی بناپر یہ رنجشیں اور لڑائیاں سالہا سال چلتی ہیں۔ معاشرہ اس سُلگتے ہوئے شعلوں میں جھُلس رہا ہے۔ خاندانوں کے خاندان اُجڑ گئے ہیں۔ اسی طرح کچھ خاندانی تنازعات شادی بیاہ کے مسائل کی وجہ پیدا ہوتے ہیں۔ کئی بچیاں رُوٹھ کر میکے جا بیٹھتی ہیں َان خاندانی گھتیوں کو سلجھانے کے لئے اور علاقائی وخاندانی دشمنیوں کی صُلح کروانے کے لئے خانقاہ کا کردار کچھ کم نہیں۔ اربابِ خانقاہ سے یہ سوال کیا گیا کہ علاقائی تعصب اور خاندانی دشمنیاں ختم کروانے میں خانقاہ کا کیا کردار رہا ہے؟

توجواب میں یہ خوشگوار اور خوش آئند بات سامنے آئی کہ 100٪ خانقاہیں لڑائی جھگڑے

نمٹانے اور خاندانی ویر ختم کرنے میں نیز عائلی زندگی کے امن و سکون کے فروغ میں بھرپور اور اہم کردار ادا کر رہی ہیں یہ خوش آئند بات ہے کہ وہ پیچیدہ اور گھمبیر مسائل جو کسی طرح حل ہونے میں نہیں آ رہے تھے وہ خانقاہ پر آکر تھوڑے عرصے میں احسن انداز سے حل ہو گئے۔ قریباً ہر خانقاہ اپنے متعلقین و مریدین کے ذاتی معاملات میں براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔

5۔لوگ اپنے پیر صاحب کی اجازت سے ہی بچے کا نام رکھتے ہیں۔ بچے، بچیوں کی شادیاں، کاروباری الجھنیں، گھریلو مسائل، خاندانی تنازعات وغیرہ براہِ راست متعلقہ پیر صاحب کے نوٹس میں ہوتے ہیں اور پیر صاحب دونوں فریقین کو بُلا کر صُلح صفائی کروا دیتے ہیں۔ لڑائی جھگڑوں کے فیصلے نمٹادیتے ہیں کئی روٹھی ہوئی بچیاں اپنے سُسرال چلی جاتی ہیں۔ گھروں کا سکون اور محبت و پیار لوٹ آتی ہے۔ یہ ساری برکات و ثمرات خانقاہی نظام کے ہی ہیں۔ پھر وہ مسائل جو عدالتوں سے بھی حل ہونے میں نہیں آ رہے یا فرسودہ عدالتی نظام جس سے انصاف لینے کے لئے عمرِ نوح اصبر ایوب، اور خزانۂ قارون چاہیے۔

6۔اب لوگوں کی ایک تعداد ہے جسکا موجودہ عدالتی نظام پہ اعتماد نہیں ہے اور ملک میں انصاف سستے داموں ملتا نہیں ہے۔ پھر مقدمات کے فیصلے کے لئے سالوں انتظار کی سولی پر لٹکنا پڑتا ہے۔ وکیلوں، کچہریوں کی فیسیں اس پہ مستزاد۔ ایسے میں خانقاہوں پہ مفت انصاف مل رہا ہے اور مظلوم کی دادرسی ہو تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ اسی طرح بے شمار بچیاں جو گھریلو تنازعات کے باعث روٹھ کر میکے آجاتی ہیں۔ پیر صاحب کی کوششوں سے ان کی صُلح ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے گھروں میں جاکر آباد و شاد زندگی بسر کر رہی ہیں۔

اگر اسی بات کے اعداد و شمار اکٹھے کیے جائیں اور وہ داستانیں اور واقعات مرتب کئے جائیں جو

قتل تک کی دشمنیاں بلکہ سزائے موت کے قیدی سزائے موت سے بچ گئے۔ دشمنیاں دوستیوں میں بدل گئیں۔ تو بلاشبہ ایک ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ یہ ساری برکتیں خانقاہی نظام کی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شعبے میں مزید نکھار لایا جائے اور گھریلو تنازعات اور لڑائی جھگڑوں کی صُلح اور عائلی پریشانیوں کے مستقل حل کے لئے صاحب علم و عمل مشائخ توجہ فرمائیں۔

7۔ خانقاہی نظام کی محنت و کارکردگی کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔ اور ان کی خدمات کو اس سلسلے میں ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہیے دوسری طرف یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابھی بھی فیملی کورٹس میں خلع و طلاق کے سینکڑوں کیسز زیرِ سماعت ہیں بے شمار خاندان اذیت و ابتلاء کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر خانقاہی نظام لوگوں کی صُلح کروانے اور گھریلو تنازعات کو ختم کروانے کو اپنی اولین ترجیح بنالے اور غیر جانبدار ہو کر فیصلہ کیا جائے دکھی دلوں پر مرہم رکھا جائے مظلوموں کو ظالموں کے چنگل سے چھڑایا جائے تو معاشرے کی اکثریت اپنے مسائل کے حل کے لئے خانقاہی نظام کا رجوع کرے گی،

اور خانقاہی نظام پر لوگوں کا اعتماد بحال ہو جائے گا اور معاشرے کو سکون و محبت کی دولت نصیب ہو گی۔

8۔ خانقاہوں کا ایک اہم کارنامہ معاشرے کو غیر ضروری رسومات کے چنگل سے آزاد کرانا بھی ہے۔ تحصیل گجرات کے معاشرے میں شادی بیاہ، مرگ پر ایسی رسومات پائی جاتی ہیں جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور لوگ محض اپنی انا کی خاطر، برادری کی خاطر یا ناک اونچی رکھنے کی خاطر ان رسومات کو ادا کرتے ہیں۔ چونکہ لوگوں کی اکثریت تو غریب ہے ان رسومات کا زیادہ تر اثر غریب طبقے پر پڑتا ہے اور انکا احساس محرومی اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً

فوتیدگی / مرگ پر پوری برادری کی دعوت کرنا، مرغن غذاؤں سے ان کی ضیافت کرنا، شادی پر بھاری بھر کم جہیز دینا، جہیز کی نمائش کرنا۔ جہیز کی نمائش سے مفلس اور غریب لوگوں کا دل بھر آتا ہے۔ مہندی مایوں پر فضول خرچی اور بے جا اسراف وغیرہ شامل ہیں۔ خانقاہی نظام کی مسلسل کوششوں اور حکمت بھری تبلیغ کی برکت سے اب مرگ اور فوتگی پر لوگ گوشت پکانا چھوڑ گئے ہیں۔ اس کی بجائے دال و سبزی پکاتے ہیں اور اس میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ اسی طرح پہلے سوگ ہفتہ ہفتہ چلتا تھا مگر اب صرف تین دن سوگ رہتا ہے اور لوگ فاتحہ خوانی کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اس طرح یہ بہت بڑی تعمیری اور مثبت کوشش ہے لوگوں کو غیر ضروری رسومات سے آزاد کروانے کے لئے

9۔ البتہ شادیوں کی محافل دھوم دھڑکے سے اسی نہج پر جاری ہیں یہاں پر خانقاہی نظام کی کوشش کے باوجود کوئی واضح تبدیلی نظر نہیں آرہی کوئی مذہبی سوچ رکھنے والا اِکاڈُکا فرد اپنی شادی سادگی سے کرے ایسی مثالیں موجود ہیں۔ مگر مجموعی طور پر معاشرہ شادی کے موقع پر علاقائی رسم و رواج کو ہی اپنا رہا ہے۔ خانقاہ نشینوں کو شادی کے موقع پر ہونیوالی فضول رسموں کی اصلاح کے لئے مزید ہمت و کارکردگی دکھانے کی ضرورت ہے اپنی حکمت عملی اور طریق کار کو موثر کرنے کی ضرورت ہے۔

10۔ اگر معاشرے میں فقراء و غرباء و یتامیٰ و مساکین کی مدد کے حوالے سے خانقاہ کے کردار کو دیکھا جائے تو اس معاملے میں بھی خانقاہی کردار کافی حوصلہ افزاء ہے۔ ہر خانقاہ پر یہ سوال کیا گیا کہ کتنے غرباء و یتامیٰ و مساکین کی مدد کی گئی؟ تو جواب 97٪ مثبت ہے۔ ہر خانقاہ پر معاشرے کے پسے ہوئے حالات سے مجبور، غرباء، فقراء و مساکین اور یتامیٰ کی مدد کی جاتی ہے۔ مدد کا انداز اپنا اپنا ہے۔ کوئی غریب بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہا ہے۔

کوئی آستانہ یتیم بچوں کی کفالت کر رہا ہے۔ تو کوئی بیوہ اور غریب عورتوں کو ماہانہ راشن کے ذریعے مدد کر رہا ہے۔ کسی نے ان لوگوں کو ملازمت دے کر انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔

11۔ اسی طرح ہر خانقاہ کا سماجی خدمت میں اپنی استعداد و حثییت کے مطابق حصہ ہے۔ اور رمضان المبارک میں خدمت خلق کا یہ کام مزید بڑھ جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب کسی خانقاہ کے سجادہ نشین نے نہیں دیا کہ کتنے غرباء و یتامیٰ کی مدد کی گئی۔ یعنی ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا اور ہمارے رب تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ ہم اپنی نیکی کی تشہیر نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ ہی لوگوں سے کوئی طمع ہے اور نہ ہم کوئی دنیاوی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں فقط اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔

البتہ 7٪ ایسی خانقاہیں موجود ہیں جو خدمت خلق کے معاملے میں کمزور ہیں ان کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اسلام تو نام ہی خدمتِ خلق کا ہے۔ بلکہ ایک پیر صاحب کا یہ کہنا تھا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی سے اگر امورِ نبوت کو نکال دیا جائے تو پیچھے فقط خدمتِ خلق باقی رہ جاتی ہے۔ ایک اور صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا شارٹ کٹ طریقہ خدمتِ خلق ہے۔

12۔ خدمتِ خلق کی ایک صورت لنگر خانہ بھی ہے۔ خانقاہی نظام کی ایک خوبصورت روایت ہے۔ بلا امتیاز ہر آنیوالے کو کھانا کھلانا ہے۔ اس سلسلے میں تحصیل گجرات کا خانقاہی نظام ماشاءاللہ کافی فعال ہے۔ 43٪ خانقاہوں پر باقاعدہ اور مستقل لنگر خانہ موجود ہے۔ اور 57٪ خانقاہوں پر باقاعدہ اور مستقل لنگر خانہ تو موجود نہیں مگر اسکا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ وہاں جا کر مہمان بھوکا رہتا ہے۔ بلکہ ہر آنیوالے کو چائے، پانی اور کھانا وغیرہ پیش

کیا جاتا ہے۔ کھانے کا اتنا بڑا اہتمام پورے ملک میں سرکاری سطح تو کیا پرائیویٹ سیکٹر میں بھی نہیں ہے۔ خانقاہی نظام کے بڑے بڑے لنگر خانوں کا خرچہ جو لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے میں ہے۔ مریدین کے وسائل سے عام الناس کو کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں کی دعائیں لی جاتی ہیں۔

13۔ وہ خانقاہیں جہاں پہ مدارس بھی ہیں ان کے یہاں مستقل تین ٹائم لنگر شریف پکتا ہے اور کھانے کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے دوسری طرف وہ خانقاہیں جن پر مستقل مدرسہ نہیں ہے ان کے ہاں کھانے کا کم انتظام ہوتا ہے اس معاملے میں خانقاہی نظام کا کردار ان فرضی این جی اوز سے کہیں اچھا اور بہتر ہے جو باہر کے ممالک سے کروڑوں روپے کے فنڈز منگوا رہے ہیں مگر اسکا عوام الناس کو کوئی فائدہ اور نفع نہیں ہو رہا اتنے بڑے پیمانے پر بلا امتیاز، بلا رنگ و نسل آنیوالے زائرین کو پیٹ بھر کھانا کھلانا ایک اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، اور خانقاہیں اس کام پر خراجِ تحسین کی مستحق ہیں۔

14۔ معاشرتی رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کے فروغ میں اور قیامِ امن کے سلسلہ میں بھی خانقاہی نظام کی کارگردگی متاثر کن ہے۔ اس سلسلے میں اکثریت خانقاہیں اپنے مذہب و مسلک کو نہ چھوڑو اور دوسرے مذہب و مسلک کو نہ چھیڑو کی پالیسی پر کاربند ہیں۔ خانقاہیں امن و آشتی کا اور محبت و پیار کا درس دیتی ہیں۔ یہاں پر انسانیت کی قدر کی جاتی ہے۔ عصر حاضر میں جتنی بھی دہشت گردی اور خونریزی ہوئی ہے۔ خانقاہوں نے کھل کر ان کی مذمت کی ہے اور ہمیشہ اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ تحصیل گجرات تو کُجا پورے ملک کی خانقاہ کا کسی کالعدم اور دہشت گرد تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خیر و برکت اور رشد و ہدایت

کے ان مراکز میں ہمیشہ پاک فوج کے لئے دعا کی جاتی ہے۔1965ء،1971ء کی جنگوں میں پاک فوج کے شانہ بشانہ ان بوریہ نشیوں نے جہاد میں حصہ لیااور عملاً ملک کی خدمت و مدد کی۔ بہر صورت دوسرے فرقے کے لوگوں سے حسنِ سلوک اور برداشت و عفوو درگزر خانقاہی نظام کا امتیازی وصف ہے۔ جو اس سلگتے ہوئے معاشرے میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ہے۔

**فرقہ واریت واشتعال انگیزی کے تدارک کے لیے خانقاہوں کا کردار**

فرقہ واریت اوراشتعال انگیزی کے خاتمے کے لیے خانقاہوں کا جائزہ لیا گیا ہے مثبت سے مراد خانقاہوں کا فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے فعال ہونا ہے اور منفی سے مراد فرقہ واریت اوراشت

| | مثبت | منفی |
|---|---|---|
| % | 100% | 0% |
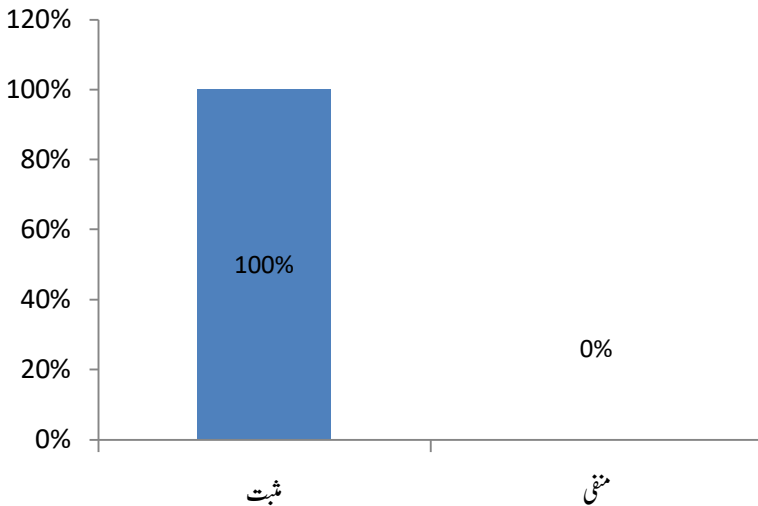
## مذہبی ہم آہنگی، بدشگونی اور معاشرتی غیر ضروری رسومات کے خاتمے میں خانقاہوں کا کردار

اس گراف میں مثبت سے مراد مذہبی ہم آہنگی کے لیے خدمات اور بدشگونی کے خاتمے کے لیے سنجیدہ اقدامات اور معاشرتی غیر ضروری رسومات کے خاتمے کے لیے خانقاہوں کے اقد
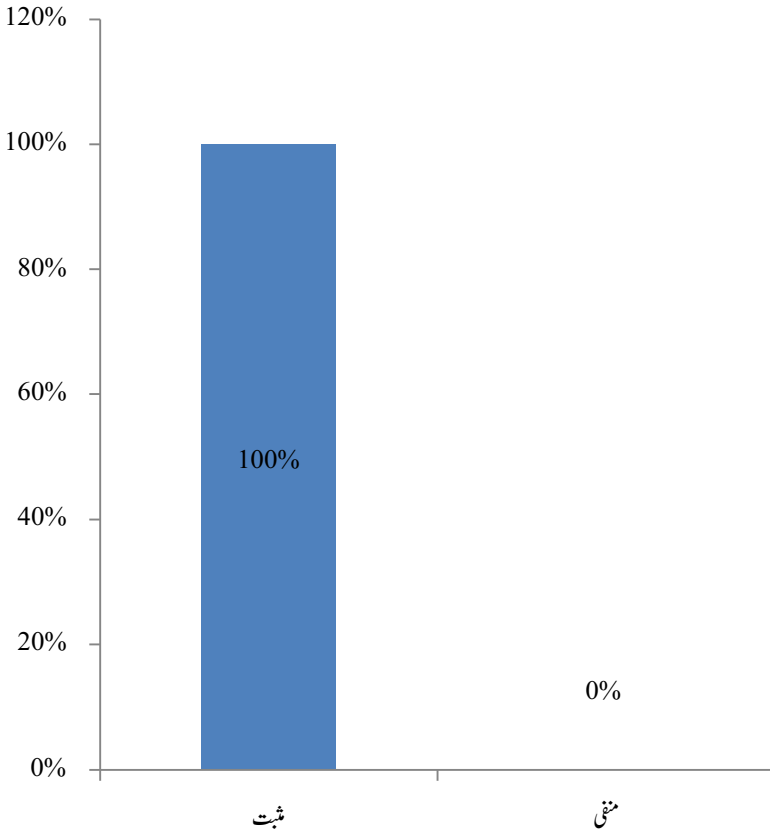
## خانقاہوں پر لنگر/ کھانے کے انتظامات کا جائزہ

لنگر خانہ موجود ہے کا مطلب کھانے پینے کا مستقل اہتمام اور انتظام وانصرام ہے جب کہ لنگر خانہ موجود نہیں کا مطلب کھانے پینے کا مستقل اہتمام اور انتظام وانصرام نہ ہونا ہے۔

60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

لنگر خانہ موجود ہے: 43%

لنگر خانہ موجود نہیں: 57%
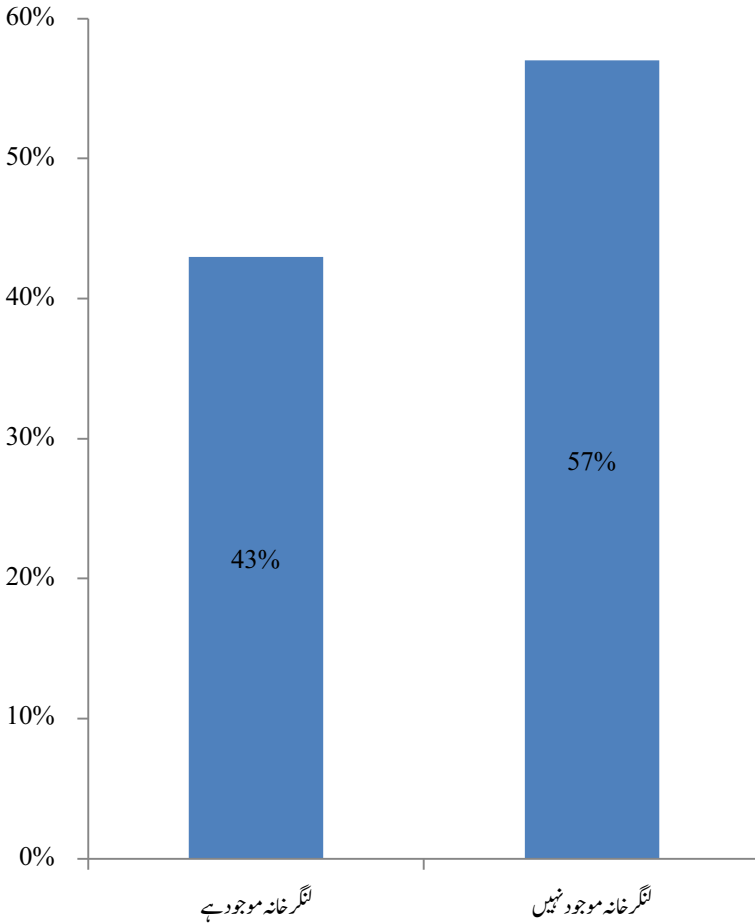
## فقراء، یتامیٰ، مساکین اور غرباء کی مدد کے حوالے سے خانقاہوں کے کردار کا جائزہ

فقراء، یتامیٰ، مساکین کی مدد کے حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے تحصیل گجرات کی ترانوے فیصد خانقاہیں لاتعداد اور بے شمار مستحقین و غرباء و مساکین کی مدد کرتی ہیں ا

| | لاتعداد | کسی کی نہیں |
|---|---|---|
| | 93% | 7% |
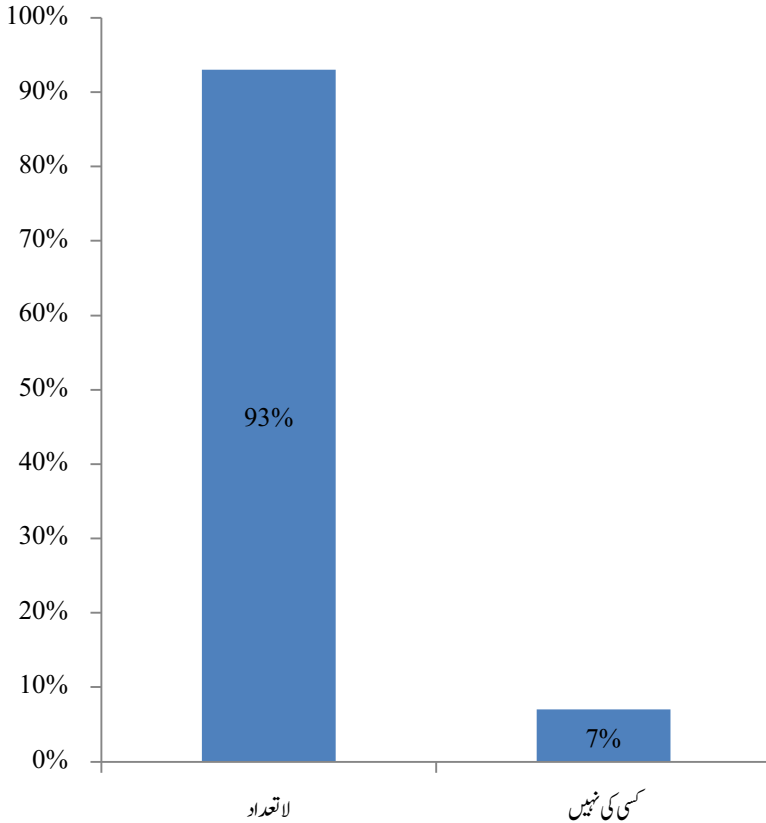
## 6۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے سیاسی اثرات:

تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے سیاسی اثرات کا جائزہ لینے کے لئے یہ ہم نے ہر خانقاہ پر یہ سوال دہرایا کہ

1۔ کیا خانقاہ کے متولی وسجادہ نشین سیاست میں کردار ادا کرے ہیں؟ تو قریباً ٪89 جواب ناں میں آیا۔ علاقائی سیاست میں خانقاہ کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ ارباب خانقاہ کے بقول اگر سیاست نام ہے مکر کو ہنر کہنے کا اور عیاری کو فنکاری کہنے کا اور کھوٹے پن کو فن کہنے کا اور استقامت کو حماقت کہنے کا تو اہل خانقاہ فی الواقع اس سیاست کے قابل نہیں ہیں۔ مروّجہ سیاست میں اخلاقی وسیاسی اقدار روبہ زوال ہیں۔ نظریات ختم ہو چکے ہیں ان کی جگہ مفادات آگئے ہیں۔ یہ عبادت سے تجارت بن چکی ہے۔

2۔اس لئے کثیر بلکہ اکثر خانوادے سیاسی بکھیڑوں سے دور ہیں اور اپنی دنیا میں مست ہیں سیاسی عمل سے دوری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر خانقاہ کے مریدوں کی سیاسی وابستگی مختلف جماعتوں کے ساتھ ہے۔ اپنے ہی مرید کو جو دوسری سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہیں ان کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ یوں ان کے مفادات پہ زد پڑے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ سیاست خود غرضی، منافقت، بے مروتی، کرپشن، لوٹ مار اور وسائل کا ناجائز استعمال جیسی قباحتوں سے پاک نہیں ہے۔

3۔اب کوئی بندہ فقط اس لئے سیاست سے مُنہ موڑ لے کہ یہ گناہوں کا بازار ہے اور شیطان کی یلغار ہے۔ میں اپنا دین و ایمان بچا کر گوشہ نشینی اختیار کر لوں تو اس کا یہ طرز عمل نا مناسب اور نادرست ہے۔ اگر صالحین، صوفیہ سیاست سے لاتعلقی اختیار کریں تو اس کا ایک

مطلب یہ بھی ہے کہ اب ظالم کو ظلم کی کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ بدکار کو بدی کا پروانہ مل گیا ہے۔ لٹیرے کو روکنے والا اب کوئی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ظالموں کے سپرد کر دینا قرینِ انصاف نہیں ہے۔ بلکہ حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ (61ھ) اور امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (1034ھ) کی طرح میدانِ عمل میں آکر حکمرانوں کی اصلاح کے لئے تگ و تاز کی جائے اس سعی کا ماحصل ذاتی مفادات کا حصول نہ ہو بلکہ خدمت خلق کا مقدس جذبہ ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سیاست کی غلاظت کون صاف کرے گا؟ اس کی گندگی کون دھوئے گا اس کے اندر ہونے والی خرابیوں کو دور کرنے کیلئے کیا آسمان سے فرشتوں کا نزول ہوگا۔

اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کی اصلاح انسان ہی کریں گے مگر اصلاح و فلاح کا سارا کام وحی الٰہی کی تعلیمات کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ جیسے استنجا کرتے وقت ہاتھ پہ نجاست لگتی ہے مگر مسلسل بہنے والا پانی نجاست کو بہا کر لے جاتا ہے اور ہاتھ کو بھی صاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح اچھے، سُتھرے اور صاف لوگ باکردار صوفیہ اگر سیاسی عمل کا حصہ بنیں اور تسلسل کیساتھ اس نظام کی تطہیر میں لگ جائیں تو انشاء اللہ ایک وقت آئے گا جب ہماری سیاست آلائشوں سے صاف ستھری ہو جائے گی اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔ جہاں پر عدل و احسان اور امن و سکون اور خیر و برکت جیسی سعادتیں ہوں گی۔ علاوہ بریں مریدوں کی ناراضگی کی وجہ سے کارِ خیر اور سیاسی عمل میں شرکت سے رُک جانا توکل و یقین کے منافی ہے۔ ایسے مریدوں کی اصلاح کرنی چاہیے اور لوگوں کے ڈر سے کسی اچھائی کو نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنا چاہیے۔

4۔ کچھ حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ دین اسلام کے اندر جامع الصفات اور کامل الصفات

ہستیاں بہت تھوڑی پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م 505ھ)، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 561ھ) اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1174ھ) جیسے لوگ معدود یعنی گنتی کے ہی ہیں۔ ہر محاذ کو سنبھالنا اور ہر شعبے میں کام کرنا فردِ واحد کے لئے ممکن ہی نہیں۔

شروع اسلام سے یہ یہ طرزِ عمل دیکھنے کو مل رہا ہے کہ اپنے فطری میلان اور طبعی رغبت کی بنا پر فرد کسی شعبے کو اپناتا ہے اور اسی شعبے میں کمال اور مہارت پیدا کرتا ہے۔ علم تفسیر کا شعبہ، علم حدیث کا شعبہ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں اسی لئے علم تصوّف یا خانقاہ کا شعبہ ایک مستقل اور جداگانہ انفرادیت کا حامل شعبہ ہے کہ اس کے افراد اپنے میدانِ عمل میں کارِ خیر میں مصروف اور مشغول ہیں ان کے لئے عملاً ممکن ہی نہیں کہ معاشرے کے ہر شعبے اور ہر ادارے میں کام کریں وہ بس اپنے شعبے میں کام کر سکتے ہیں

یہ توجیہہ عقلی طور پر قابل قبول ہے کہ اپنے شعبے میں توانائی اور کوشش صرف کی جائے دو کشتیوں کا سوار بننے کی بجائے اپنے کام سے انصاف کیا جائے۔ اگر واقعتاً اپنے کام سے انصاف کیا جائے اور احساسِ ذمہ داری پیدا کی جائے تو یہ بہت اچھی بات ہو گی اور تصوّف کا شعبہ نکھرے گا۔ تحصیل گجرات کی خانقاہوں پر ایک اور چیز دیکھنے میں آ رہی ہے کہ خانقاہ کی سالانہ محافل میں قد آور سیاستدان اپنے لاؤ شکر سمیت آتے ہیں۔ اسٹیج کی زینت بنتے ہیں۔ پیر صاحب کو نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور دربار شریف کی انتظامیہ انکو چادریں پہناتی ہے۔ اگلے دن اخبارات میں ان کی نمایاں تصویریں چھپتی ہیں اور کوریج ملتی ہے۔ ان کا یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کی نفی کرتا ہے۔ اسلام میں عزت و مرتبے کا معیار تقویٰ ہے اور علم

ہے ارشادِ باری تعالیٰ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم "[116]

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا" یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت "[117]

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے۔

اسلام میں عزت کا معیار علم و تقویٰ ہے نہ کہ سیاسی خانوادے اور دنیاوی و مادی نعمتیں ارباب خانقاہ کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ خانقاہ ہی تو مسجد کے بعد وہ جگہ ہے۔ جہاں محمود و ایاز کو ایک نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر یہاں پر بھی حاکم و محکوم اور امیر و غریب کی تفریق روا رکھی جائے گی تو اس دنیا میں اور کونسی جگہ ہو گی جو غریبوں، بے کسوں اور دکھیاروں کی جائے پناہ بنے گی۔ خانقاہوں کی تاریخی شہرت سیاسی گھرانوں سے تعلقات اور عہدے و مناصب نہیں بلکہ غریب و مُفلس اور لاچار لوگوں کی دل جوئی و دل گیری کرنا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حفظِ مراتب کا خیال رکھنا چاہیے مگر حفظِ مراتب میں اور وی آئی پی پروٹوکول میں فرق رکھنا چاہیے۔ حُسنِ اخلاق اور خوشامد و چاپلوسی میں فرق ہے۔اس طرق کو ضرور ملحوظِ خاطر کر رکھنا چاہیے۔

5۔وہ خانقاہیں جو سیاست کا حصہ ہیں اور سیاسی عمل میں شریک ہیں چاہے ان کی شرکت بلا واسطہ ہے یا بالواسطہ ہے ان کی تعداد ٪11 ہے۔وہ سیاست کو دین کا شعبہ سمجھتے ہیں اور دین سے جُدا نہیں سمجھتے۔دین کا تعلق ہر شعبے مثلاً معیشت و معاشرت، اخلاقیات، صُلح و جنگ، بین الاقوامی تعلقات اور سیاست سے ہے۔سابقہ انبیائے کرام کی تعلیمات بھی دین ہی کا

---

1سورۃ الحجرات:13:49

(117)سورۃ المجادلہ:11:58

حصہ ہیں۔ لھٰذا سیاست بھی دین کا شعبہ ہے۔ سیاست میں آ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی دادرسی اور انہیں عدل و انصاف پہنچانا اور ان کا بھلا کرنا اور بھلا چاہنا جیسے امور آسانی سے نبھائے جا سکتے ہیں۔ اگر اقتدار صالح، دیندار اور باکردار لوگوں کے پاس آجائے تو لوگوں کی زندگیاں بدل جاتی ہیں اور مثالی معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔ اسی لئے چند خانقاہیں سیاسی عمل میں شریک ہیں اگر حسنِ نیت کے ساتھ وہ لوگوں کو نفع پہنچا رہے ہیں تو یہ یقیناً ایک تعمیر اور مثبت سرگرمی ہے۔ اور ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

6۔ سیاست میں فعال کردار ادا کرنیوالوں کو ایک بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ اقتدار و اختیارات کو ذاتی مفادات کے لئے استعمال نہ کریں اور نہ ہی کرپشن و اقربا پروری جیسے کاموں میں ملوث ہوں کہ روحانیت اور تصوّف کا شعبہ اتنا پاک و صاف ستھرا ہے وہ تھوڑی سی میل اور گندگی کا مُتحمل نہی ہو سکتا۔ جیسے آنکھ تھوڑی سی گرد و غبار تو جا ایک ذرہ بھی برداشت نہیں کرتی آنکھ میں اگر ایک ذرہ پڑھ جائے تو آنکھ کو سُرخ کر دیتا ہے اسی طرح روحانیت کے میدان میں تھوڑی سی آلائش اور گندگی بھی آلودگی و سیاہی کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ اربابِ خانقاہ کو اپنے مقام و مرتبے کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

## علاقائی سیاست میں خانقاہوں کے کردار کا جائزہ

خانقاہوں کے علاقائی سیاست میں حصہ لینے یا نہ لینے کا جائزہ لیا گیا ہے سیاسی سے مراد خانقاہوں کا علاقے کی سیاست میں فعال ہونا ہے جب کہ غیر سیاسی سے مراد علاقائی سیاست میں کردار ادا نہ کرنا ہے

100%
90%
80%
70%
60%
50%
40%
30%
20%
10%
0%

89%
11%

غیر سیاسی
سیاسی
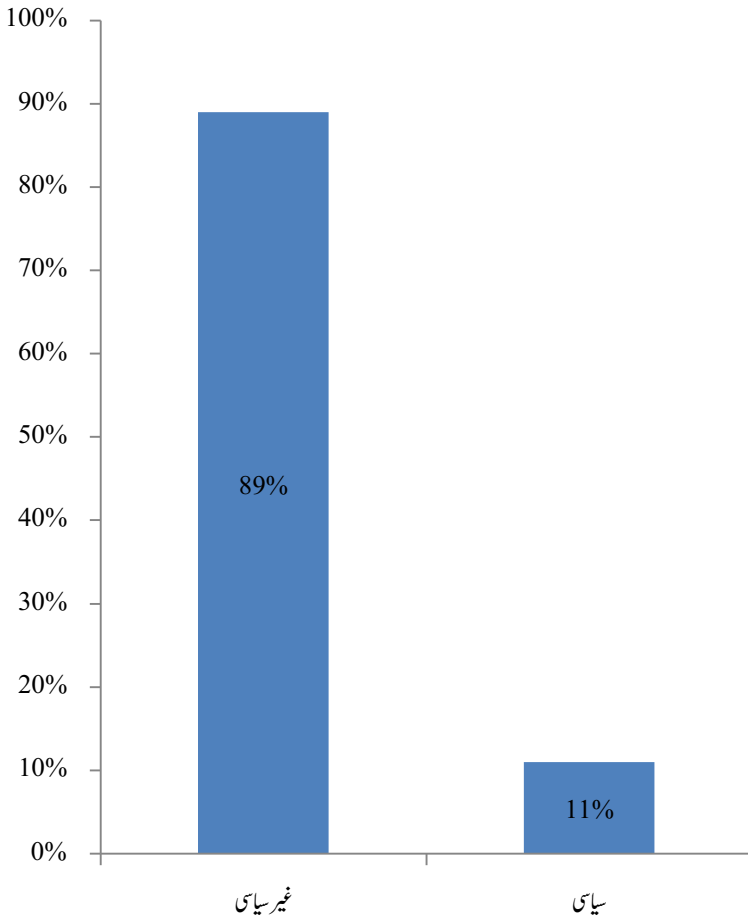
## خلاصہ بحث

تحصیل گجرات کا خانقاہی نظام اسوقت عوام الناس اور مریدین کی روحانی تربیت میں اپنا کردار ادا کر رہاہے۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے ہمہ جہت اثرات ہیں اور معاشرے کے تمام شعبے خانقاہی نظام کے اثرات سے بلاواسطہ یابالواسطہ متاثرہیں۔

خانقاہی نظام انسانوں کا بنایاہوا نظام ہے اور اسکا بنیادی مقصد انسانیت کی بھلائی، رواداری، مساوات اور حُسنِ خلق جیسے اخلاقی امور کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ صفائے باطن، تزکیہ نفس، قلب وذہن کی پاکیزگی روحانی بالیدگی ہے۔ انبیائے کرام علیھم السلام کو چھوڑ کر جس طرح انسانوں کے اندر بشری کمزوریاں ہوتی ہیں ایسے ہی خانقاہی نظام میں بھی بشری کمزوریاں ہیں۔ کئی خانقاہوں کی خوبیاں ان کی خامیوں پر غالب ہیں جبکہ کئی خانقاہوں کی خامیاں انکی خوبیوں پر حاوی ہیں۔ جبکہ بعض جگھوں پر خیر ورشر کاء تناسب یکساں ہے۔ خانقاہی نظام سے معاشرے کو اس وقت بھی بے شمار فوائد ثمرات اور برکات پہنچ رہی ہیں۔ جن کی تفصیل اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

1۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سُنت بیعت اور بے شمار سُنتیں ان کے عملی مظاہر مثلاً داڑھی شریف، عمامہ شریف وغیرہ خانقاہوں پر دیکھنے کو ملتے ہیں اور معاشرے میں نفاذِ سُنت میں خانقاہوں نے اپنا اہم کردار ادا کیاہے۔

2۔ خانقاہیں اس وقت روحانی تربیت سے معاشرے کو بے پناہ فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ تعمیرِ سیرت و کردار سازی خانقاہی نظام کی وجہ شہرت ہے اور آج بھی خانقاہیں اپنے اسلاف مشن پر عمل پیرا ہیں۔ سالکین و مریدین کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔ ان کو انسانیت

کے لئے نفع بخش اور مفید بنایا جاتا ہے۔افراد کی اخلاقی حالت کو نکھارا جاتا ہے۔اگرچہ تربیت کرنے والے خانقاہی ادارے قلیل ہیں مگر ان کا حقیقت میں وجود ہے اور وہ اپنے مشن کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہیں۔

3۔خانقاہوں پر مختلف اوراد و ظائف تعلیم کئے جاتے ہیں۔ان اوراد و وظائف کو پڑھنے کی برکت سے عوام الناس اور مریدین کے بے شمار دیرینہ مسائل حل ہوتے ہیں۔ لا علاج امراض سے شفا نصیب ہوتی ہے۔روحانی ترقی ملتی ہے۔ نفس و شیطان کی شر انگیزیوں سے حفاظت رہتی ہے۔ الغرض بے شمار ظاہری و باطنی جسمانی و رحانی و فوائد ملتے ہیں اور ایک طرح سے غریب اور وسائل سے محروم لوگوں کے لئے مفت یا سستا طریقہ علاج بھی ہے۔

4۔خانقاہی نظام نے تصوّف کی کتابوں کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ آج بھی تصوّف کی امہات الکتب مثلاً کشف المحجوب ،احیاء العلوم ،رسالہ قشیریہ وغیرہ خانقاہی نصاب کا حصہ ہے۔ اسطرح سے صوفیاء کی تعلیمات کا ابلاغ اور صوفیانہ فکر کی ترویج و اشاعت خانقاہوں کی بدولت ہو رہی ہے۔

5۔خانقاہی نظام کی برکت سے بے شمار لوگوں کو روزگار میسر آیا ہے۔لوگوں کو معیشت کا انتظام ہوا ہے۔ان کے گھر کے جُملہ اخراجات خانقاہوں کی بدولت پورے ہوتے ہیں۔ان افراد کے لئے روزی کا بندوبست خانقاہیں کرتی ہیں۔ان مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کو ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔اور یہ تنخواہ ان کے کام کی نوعیت کے مطابق دی جاتی ہے۔ جبکہ اکثر جگہوں پر خدمت کا انتظام ہے۔یعنی کوئی مشاہرہ یا تنخواہ وغیرہ نہیں لی جاتی سارا کام مفت اور بلا اُجرت کیا جاتا ہے۔ مگر ایسے خدام کی ہر ضرورت بھی خانقاہیں پوری کرتی ہیں۔

6۔اسی طرح ایک اچھی خاصی تعداد وہ بھی ہے جو خانقاہ پر ملازم تو نہیں مگر ان کی ملازمت / نوکری خانقاہ نشیوں کی بدولت ہے۔ جیسے کسی کو کسی پیر صاحب کی سفارش یا انکے تعلقات کے بل بوتے پر ملازمت مل جاتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو معاشرے کے اندر بے شمار گھرانوں کا چولہا خانقاہوں کی بدولت جل رہا ہے۔ جو اپنی جگہ ایک تعمیری اور فلاحی کاوش ہے۔

7۔ معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی و رواداری کے فروغ میں اور اشتعال انگیزی کے خاتمے میں خانقاہوں نے ہمیشہ ہر دور میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔ خانقاہوں نے مساوات، عدل وانصاف اور بھائی چارے کو فروغ دینے والی اقدار کا پرچار کیا اور عملی طور پر معاشرے میں تصویر پیش کی ہے۔ خانقاہیں مذہبی اور تبلیغی انداز کے ساتھ دین اسلام کی تعلیمات کا پرچار کر رہی ہیں۔ خانقاہوں پر منعقد ہونے والی روحانی و مذہبی محافل کے ذریعے قرآن و سُنت کے پیغام کا ابلاغ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کی عملی حالت بہتر ہوتی ہے۔ اس وقت خانقاہوں پر سالانہ 915 دینی و مذہبی محافل ہوتی ہیں۔ نیز پیر صاحب کی انفرادی نصیحت اور تبلیغی دوروں کے خاطر خواہ تبلیغی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کئی بے نمازی نمازی بن جاتے ہیں۔ شراب نوش شراب نوشی چھوڑ جاتے ہیں۔ سُود خور سود خوری سے توبہ کر جاتے ہیں وغیرہ۔ اگرچہ اسطرح کے بااثر اور باعمل حضرات کم ہیں مگر خانقاہیں ایسے حضرات سے خالی نہیں ہیں۔

8۔ خانقاہوں پر قرآن و سنت کی ترویج و اشاعت کے لئے مدارس دینیہ قائم ہیں جہاں بے شمار بچے روز و شب حفظ قرآن و درس نظامی کے علوم پڑھ رہے ہیں۔ اور بالکل مفت تعلیم کی سہولت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ ان طلباء و طالبات کے لئے رہائش و خوراک کا انتظام بھی

خانقاہیں کرتی ہیں۔ حکومتی سرپرستی کے بغیر اتنی کثیر تعداد کا حافظ قرآن و عالم دین ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس وقت تحصیل گجرات کی خانقاہوں پر قائم مدارس سے سالانہ 1570 حافظ قران اور قریباً 24 علماء درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ خانقاہوں نے سماجی خدمت کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں۔اس وقت تحصیل گجرات کی خانقاہیں خدمتِ خلق کے شعبے میں ٪100 فعال ہیں جہاں پر بلا امتیاز غرباء، فقراء و مساکین اور نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے۔ صوفیاء نیکیوں کا پرچار کرنا پسند نہیں کرتے اور نمود و نمائش سے احتراز کرتے ہیں۔ اس وقت خانقاہوں پر لنگر خانے جاری ہیں۔ ٪43 خانقاہوں پر لنگر خانہ موجود ہے۔ ٪57 خانقاہوں پر مستقل لنگر خانہ موجود نہیں ہے مگر آنیوالے ہر فرد کی مہمان نوازی، خدمت کی جاتی ہے۔ نیز صدقہ وخیرات کی مختلف صورتیں، نقدی، راشن وغیرہ بھی رائج ہیں۔

9۔ معاشرتی رسومات کے جکڑے ہوئے معاشہ میں لوگوں کی راحت اور تسکین کا ایک ذریعہ انہیں غیر ضروری رسومات کے چنگل سے آزاد کرانا بھی ہے۔ گجرات کا خانقاہی نظام نے اس معاملے میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ شادی بیاہ اور مرگ پر رسومات کا جال بچھا ہوا ہے۔ لوگ ان رسومات کو پورا کرنے کے لئے قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ مشائخ عظام کی کوششوں سے مرگ پر لوگوں نے رسومات کی پیروی چھوڑ دی ہے۔ اور سادگی کے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بلا شبہ خانقاہی نظام کی برکت ہے۔ اگرچہ شادی بیاہ کی رسومات میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی واقع نہیں ہو سکی۔

10۔ تحصیل گجرات کا معاشرہ علاقائی تعصب اور برادری ازم کی دشمنیوں کی آگ میں سُلگ رہا ہے۔ اور کچھ لڑائی جھگڑے عائلی زندگی سے متعلقہ ہیں۔ خانقاہی نظام نے قتل و

غارت اور لڑائی جھگڑے نمٹانے میں اپنا موثراور اہم کردار ادا کیا ہے۔ کوئی خانقاہ ایسی نہیں ہے جو صُلح اور امن وآشتی میں اپنا کردار ادانہ کررہی ہو۔ اگر ایسے واقعات مرتب کئے جائیں تو بلا شبہ ایک ضخیم کتاب بن جائے نیز ان بچیوں کے اعداد وشمار جمع کئے جائیں جو روٹھ کر میکے بیٹھ گئی تھیں اور متولی/سجاد نشین صاحب کے کہنے پر اپنے گھروں میں آباد ہوئیں اور اس وقت ہنسی خوشی زندگی بسر کررہی ہیں۔ الحمد للہ یہ ساری برکت خانقاہوں کی بدولت معاشرے کو میسر ہے۔ اور مفت وسستا انصاف بھی خانقاہوں سے مل جاتاہے۔ وہ تنازعات اور لڑائی جھگڑے جو سالہا سال سے عدالتوں میں زیر التواء ہیں خانقاہوں پر تھوڑی مدت میں احسن انداز سے حل ہو جاتے ہیں۔ خانقاہوں کے اس کردار کی اہمیت سے معاشرے کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔

ان خصائص کے ساتھ ساتھ مرور زمانہ سے خانقاہی نظام میں کچھ کمزوریاں اور نقص پیدا ہوگئے ہیں جنکی طرف توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

1۔ دیکھا گیا ہے کہ خانقاہ نشین اپنے مرید بڑھانے میں اور افرادی قوت میں اضافے کے لئے کوشاں ہیں اور انکی جملہ مساعی اپنے آستانہ کی شان وشوکت بڑھانے کے لئے ہے۔ یہ کوشش دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہونی چاہیے۔

2۔ مرید اپنے پیر ومرشد کے اوراد ووظائف کو تو پابندی سے پڑھتا مگر فرائض سے غافل ہے۔ یعنی نوافل ومستحبات کے اہتمام اور فرائض سے غفلت برتی جاتی ہے۔ اگرچہ سارے لوگ ایسے نہیں مگر مشاہدہ یہی ہے کہ صلوۃ التسبیح اور شب برات کی شب بیداری کی پابندی ہوتی ہے۔ عرس پر باقاعدہ حاضری ہوتی ہے۔ مگر فرض نمازوں کی ادائیگی میں غفلت ہوتی ہے۔ نذر و نیاز اور گیارہویں شریف یاد سے دینی ہے۔ مگر زکوۃ وعُشر ادا کرنے میں کوتاہی کا

اظہار خانقاہی معمولات میں پابندی سے شرکت اور حج فرض ہو جانے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لینا اس خامی کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ فرض کو فرض کی جگہ اور نفل کو نفل کی جگہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

3۔ خانقاہوں کو انٹرنیٹ اور جدید سمعی و بصری آلات فروغ تعلیماتِ صوفیہ کے لئے استعمال کرنے چاہیے اور ہر محاذ پر دین متین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے کی ضرورت ہے۔

4۔ خانقاہوں پر عصری تعلیم کے اداروں کی قلت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے دین و دنیا کی تعلیم اور جسم و روح کی غذا ایک ہی چھت تلے میسر آئے۔

5۔ خانقاہوں پر لائبریریوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ مطالعہ و کتب بینی جیسی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو اور ان کتب خانوں میں صوفیہ کی تعلیمات کی کُتب لازماً رکھی جائیں۔

6۔ صوفیہ کرام کی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے پیش کرنے میں خانقاہیں کمزور ہیں۔ ضرور اس امر کی ہے کہ عقلی و منطقی انداز سے صوفیاء کرام کی تعلیمات بیان ہوں تا کہ نوجوان نسل کی تشکیل اور اوھام پرستی کا ازالہ ہو سکے۔

7۔ خانقاہوں پر قرآن و سنت کے منافی امور اور غیر شرعی سرگرمیوں کو سختی سے روکا جائے تا کہ ان آستانوں کی تقدیس و حرمت پر حرف نہ آئے۔

8۔ سیاست کو شجرِ ممنوعہ نہ سمجھا جائے بلکہ گجرات کی ہر خانقاہ کو سیاست میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ اور عوام الناس کی خدمت سیاست و اقتدار کے ذریعے بھی کرنی چاہیے۔

خانقاہی نظام میں جس چیز کا سب سے زیادہ فقدان پایا جاتا ہے وہ ہے تربیت کی کمی اور تربیت یافتہ افراد کا نہ ہونا کثیر خانقاہیں تربیت کے عمل سے کنارہ کش ہیں۔ روایتی اور رسمی انداز

میں رسوماتِ تصوّف کی ادائیگی ہورہی ہے مگر حقیقت تصوّف کاوجود کم یاب ہے اور نایاب ہے۔

ارباب خانقاہ کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ تربیتی عمل سے گزر کر فرد کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔اور وہ نفس کی آلودگیوں اور رزائل سے پاک ہوکر تزکیہ نفس کے مراحل طے کرتا ہے۔اور معاشرے کے لئے قابل قدر خدمات سرانجام دیتا ہے۔

# نتائجِ بحث

خانقاہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد ایسی عمارت ہے جو صوفیہ اور درویش لوگوں کی عبادت وریاضت اور ذکر وفکر کے لئے مخصوص ہو یہ خانقاہیں پوری اسلامی دُنیا میں پائی جاتی ہیں۔ عرب مالک میں خانقاہ کو زاویہ اور تکیہ کہتے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں خانقاہ اور درگاہ کے الفاظ معروف ہیں۔ خانقاہوں کا بنیادی مقصد رُشد وہدایت، اصلاح احوال تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن ہے۔

اسلام میں خانقاہی زندگی (تصوّف) کا آغاز روزِ اول سے ہی ہو گیا تھا حضور نبی کریم ﷺ کی غارِ حرا میں خلوت نشینی، صدقِ مقال، اکلِ حلال، قلتِ منام، تقلیل الطعام، قلیل الکلام تصوّف کے سارے اُصولوں کی اصلی مصداق ذاتِ رسول ﷺ ہے۔ رمضان شریف میں اعتکاف اور خلوت نشینی، ذکر و فکر، شب بیداریاں، جُود سخا، عفوو عطا، شرم و حیا سب تصوّف کے اصول ہیں جن پر نبی کریم ﷺ عمل پیرا رہے۔

دارِ ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی تربیت گاہ جہاں حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں مسجد نبوی شریف سے متصل صُفہ کا چبوترہ وہ مدنی دور کی تربیت گاہ تھی۔

اس تربیت گاہ میں مُعلّم کائنات اپنے اصحاب کی تربیت فرماتے، تزکیہ نفس فرماتے، زبان نبوت نے احسان کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جس سے مراد یقین واستحضار کی خاص کیفیت ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان تربیتِ مصطفوی ﷺ کی بدولت احسان کے بلند مراتب پر فائز تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی تربیت کی بدولت وہ تزکیہ نفس کر کے ضبطِ نفس اور تطہیر

نفس کے ذریعے مقصدِ زندگی کو پا چکے تھے۔ وہ ذہنی پاکیزگی اور روحانی بالیدگی کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی بلا مشروط اور کمال درجے کی اطاعت کرتے، شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے، دن کے روزہ دار اور شب بیدار حضرات تھے۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی صحبتِ بابرکت اور انکی والہانہ اطاعت و صحبت نے ان پر روحانی ترقی اور تزکیہ و تطہیر کے دروازے کھول دیئے۔

تعلیمات نبوی ﷺ سے مسلمانوں کے دل پاکیزہ ہو چکے تھے لہٰذا ان کا ہر عمل قرآن و سُنت کا آئینہ دار تھا۔ اصحابِ رسول ﷺ کی صحبت میں رہنے والوں کو تابعین کہا جاتا ہے۔ جو اپنی جگہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ تاہم عہدِ نبوت سے دُوری کی بنا پر انفرادی و اجتماعی زندگیوں پر تقویٰ کے اثرات بتدریج کم ہوتے چلے گئے۔ پھر خلافت سے ملوکیت کی تبدیلی نے بڑے دُوررساں اثرات پیدا کئے

۔ نو مسلموں کی کثرت اور ان کے غیر اسلامی عقائد کا مسلم معاشرے پر اثر، روم و ایران کی فتوحات، فتنہ عیسائیت اور دیگر تہذیبی و معاشرتی اثرات نے مسلمانوں کا مزاج بدل دیا، بیت المال کا ذاتی استعمال، حکمرانوں کی عیاشیاں اور شاہ خرچیاں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (متوفی 62ھ) اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (متوفی 61ھ) کی شہادتیں اور کعبہ پر سنگ باری جیسے واقعات نے دین دار طبقے کو حکمرانوں سے بد ظن اور متنفر کر دیا ان حالات میں کچھ علماء و صُلحا جو زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے مسلمانوں میں تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ نفس صفائے باطن کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ یہ لوگ عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے لوگ جلد ہی ان کی طرف مائل ہوئے اور اپنی عقیدتوں کا محور ان کو بنالیا۔

پھر تبع تابعین اور تبع تبع تابعین اور بعد کے زمانوں میں یونانی فلسفہ کی یلغار نے تشکیل اور عقل پرستی کو جنم دیا، جس سے اعتزال اور خلق قرآن کے فتنے پیدا ہوئے، معتزلہ اور متکلمین کے شریعت سے متصادم نظریات سامنے آئے، گمراہ فرقے، قرامطہ، اسماعیلیہ، جبریہ، قدریہ نے اپنی تحقیقات و نظریات سے مسلم معاشرے کی تقدیس کو آلودہ کیا۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اصطلاحات وضع ہوئیں، علوم کی تدوین و ترویج اور اشاعت زوروں پر ہوئی، اپنے فطری اور طبعی میلان کی بناپر مختلف علوم میں مہارتیں پیدا کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ علم تصوّف کو باقاعدہ علم اور ادارے کی شکل میں متعارف کروایا گیا، کُتب تصانیف کی گئیں۔ صوفیہ نے خانقاہوں میں باقاعدہ شاگرد تیار کئے ان کی تربیت کی اور انسانیت کا جوہرِ قابل بنا کر پیش کیا۔ اس زمانے میں بھی ایسے جامع الصفات اور باکمال داعی و مربی کثیر تعداد میں رہے ہیں جو بندگان خُدا کو نفس و شیطان کے دجل وفریب سے بچاتے رہے روحانی واخلاقی برائیوں کی نشاندہی اور اسکا علاج کرتے رہے۔

ان کی پُرخلوص مساعی جمیلہ سے اللہ تعالیٰ نے قلوب کی مردہ کھیتیوں کو زندہ فرمایااور روح کے مریضوں کو شفاعطافرمائی۔ ان مخلص علماء ور بانیین نے بعد میں آنیولوں کے سینوں کو منور کیا۔ ان کے لئے روشنی کا ھالہ بنے، ان کے تربیت یافتہ اشخاص کی بدولت دنیا کے دُور دراز گوشوں اور طویل و عریض ممالک میں مثلاً ہندوستان، جزائر شرق وہند اور برا عظم افریقہ میں وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت ہوئی۔ لاکھوں انسانوں نے ہدایت پائی اور ان کی تربیت نے ایسے مردان کار پیدا کئے، جنہوں نے اپنے عہد میں مسلم معاشرے میں ایمان و یقین اور عمل صالح کی رُوح پھونکی۔

تاریخ کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے قرن ثانی سے لیکر آج تک بلاانقطاع و بلا استثناء

ہر دور اور ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے مخلص اور برگزیدہ لوگ اتنی کثیر تعداد میں اسلام کی ترویج و اشاعت میں رہے ہیں کہ حدیث متواتر کی طرح ان کی خدمات قطعی الثبوت کے مرتبے تک پہنچ چکی ہیں۔ یہ لوگ اپنے ماحول و معاشرے کا عطر اور اپنے معاصرین میں فائق و ممتاز تھے۔ یہ اپنی راست بازی، پاک نفسی اور نیک باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک دور کا یا پانچ دس کا کسی غلط فہمی یا سازش کا شکار ہو جانا ممکن ہے اور بعید از قیاس نہیں۔ لیکن لاکھوں لوگوں کا اپنے علم و عمل کی بدولت امت کی صفِ اول میں نظر آنا اور پورے عزم و استقامت سے قائم رہنا۔ اسلام کا اعجاز ہے اور امر واقعہ ہے جس معاشروں میں ایسے مُعلم اور مربی رہے ہیں وہ معاشرے زندہ رہے ہیں اور ان کے اندر ایمان کی حرارت موجود رہی ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس علم کو زوال آیا اور امتداد زمانہ سے اصل صوفیہ کی تعلیمات مسخ ہو گئیں اور ان کی جگہ کئی کمزور اور ایسے نظریات علم تصوّف میں داخل ہو گئے جو بظاہر شریعت سے ٹکراتے ہیں۔ اس سلسلہ میں علماء نے بیان فرمایا ہے کہ تصوّف کی تشریحات و توضیحات کا اختیار ارباب تصوّف کو ہے جو اس علم کے آئمہ اور اس فن کے واضعین شمار ہوتے ہیں اصل اتھارٹی قرآن و سُنت کو ہے اور علم تصوّف کی وہ روایات جو قرآن و سُنت سے ٹکراتی ہیں بالاتفاق حُجت اور دلیل نہیں بن سکیں۔

علاوہ ازیں کمزور روایات ہر علم میں پائی جاتی ہیں۔ اس بنیاد پر کسی علم کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں اقوالِ شاذہ اور کمزور روایات ہیں و گرنہ بہت سے علوم و فنون سے ہاتھ دھونا پڑ جائے گا۔ خانقاہی نظام کی ترویج و اشاعت اور وسیع پیمانے پر فروغ سلاسل طریقت کا مرہون منت ہے۔ جن کا آغاز دور تابعین سے ہی ہو گیا تھا۔ اسلامی تاریخ میں بہت سے

سلاسل معروف رہے۔ مثلاً سلسلہ نوریہ، سلسلہ عیاضیہ، سلسلہ عجمیہ، سلسلہ کرضیہ وغیرہ۔ بعدازاں یہ چار سلاسل میں مدغم ہوگئے۔

1۔ سلسلہ قادریہ ازحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561ھ)

2۔ سلسلہ سہروردیہ از شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 632ھ)

3۔ سلسلہ نقشبندیہ از شیخ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 791ھ)

4۔ سلسلہ چشتیہ از شیخ ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 329ھ)

اوران کی حثییت بھی فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی کی سی ہوگئی۔ مسلمانوں میں ان سلاسل کا رواج ہے۔اوران سلاسل کی تصانیف اور تعلیمات عام ہیں۔دیگر سلاسل مرورِزمانہ سے ختم ہوگئے یاان کو فروغ نہ مل سکا۔ بہر صورت یہ چاروں سلاسل اسی وقت تصوّف کے نمائندوں اور ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔ خانقاہی نظام میں اصل اہمیت تو تعلیمات کو ہے۔ صوفیائے کرام کی تعلیمات جو قرآن وسنت کی آئینہ دار تھیں۔ان کا مطالعہ اورانکی ترویج ا اشاعت آج بھی اسلام کے خزاں رسیدہ چمن میں بہار لانے کا سبب بن سکتا ہے۔

جب تک صوفیہ کے مریدین انکی تعلیمات کے عامل رہے۔ کامیابیاں وکامرانیاں ان کے قدم چومتی رہیں صوفیہ کی تعلیمات سے روگردانی نے اس شعبے کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا۔اب عملاً یہ صورتحال ہے کہ علم تصوّف رسومات کا گورکھ دھندہ بن کے رہ گیا۔ رُوحِ تصوّف رخصت ہوگئی ہے۔ خانقاہوں میں بھی میراچ جاری ہوگئی ہے خانقاہ نشینوں نے وسائل کا رُخ اپنی کی طرف موڑلیا۔ خدمت خلق سے بے نیازی برتی گئی۔اوراپنے بڑوں کی بزرگی اور حسب ونسب پر فخر برتا یا گیا۔ یہ سب صُوفیائے کرام کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ صُوفیائے کرام کی اصل تعلیمات تصوّف کی امہات الکتب میں آج بھی

موجود ہیں۔

خانقاہی نظام میں مختلف اوقات میں مختلف امور سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ جن کے مستقل عنوانات اور نام ہیں مگر مقصود ایک ہی ہے یعنی تزکیہ نفس، صفائے قلب، باطنی تطہیر، فکر و نظر کی پاکیزگی اور روحانی بالیدگی کا حصول۔ یہ سرگرمیاں ایک مربوط اور منظم انداز میں سرانجام دی جاتی ہیں۔ اولاً ظاہری تعلیم و تربیت کی جاتی ہے۔ عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں عقائد پھر انبیائے کرام علیہم السلام و مرسلین عظام نیز ملائکہ، احوالِ آخرت، حشر نشر، جنت و دوزخ کے بارے میں عقائد سکھلائے جاتے ہیں۔ پھر عبادات کی تعلیم دی جاتی ہے۔

قلبی، بدنی، مالی عبادات ان کی شرائط و فرائض، واجبات انکی ادائیگی کا درست طریقِ کار اور ان کے فساد سے کیسے بچا جا سکتا ہے پھر معاملات کا علم سکھایا جاتا ہے بیع و شراء لین دین، نکاح، طلاق وغیرہ کے معاملات بعد ازاں اخلاقیات کا علم سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً صبر و توکل، عفو و در گزر، حِلم، جود و سخا، عفو و عطا اور برے رزائل سے دل کو پاک و صاف رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ مثلاً دل میں بُغض و کینہ نہ ہو حسد ور قابت نہ ہو۔ غیض و غضب، تکبر و ریاکاری، حُبِ جاہ اور شماتت سے دل کا پاک ہونا ضروری ہے۔ تاکہ دل کو طہارت اور پاکیزگی نصیب ہو بیعت کرتے وقت ظاہری و باطنی گناہوں سے توبہ کروائی جاتی ہے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کا پختہ وعدہ لیا جاتا ہے۔

۔ بیعت چونکہ ایک مرید و شیخ کے پختہ عہد کا نام ہے اس کو نبھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بیعت کوئی فرض و واجب نہیں اور نہ ہی کوئی دین کا اصول ہے فقط صالحین اور صوفیہ کی ایک اچھی رسم ہے جو قرنِ اول سے لیکر اب تک ہر جگہ جاری و ساری ہے اور مسلمانوں میں

اسے قبولیتِ عامہ حاصل ہے۔ بیعت و ظاہری تعلیم کے بعد روحانی صلاحیتوں کو جِلا بخشنے کے لئے اور سالک و مرید کی روحانی تربیت کیلئے مجالس ذکر و فکر ہوتی ہے۔ان میں شرکت سے سالک اعلیٰ روحانی مدارج طے کرتا چلا جاتا ہے اور اپنے شیخ کی تربیت سے مجاہدات و مراقبات، خلوت نشینی و چلہ کشی جیسے امور کی بدولت عرفان کی منازل طے کرتا جاتا ہے۔

اور ان تمام اُمور میں شریعت کا دامن نہیں چھوڑتا شریعت اور طریقت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی موقع پر بھی شریعت کو چھوڑنے سے ساری روحانی ترقی غارت ہو جاتی ہے۔ شریعت مطہر کے اصولوں کی پابندی اور امر و نواہی کے احکامات کو استقامت و عزیمت سے بجالانے پر ہی قلبی نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔اور روحانی کمالات نصیب ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور کسی شیخِ کامل کی تربیت اور سرپرستی میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ شیخ کی راہنمائی کی بدولت مرید میں روحانی کمالات اور باطنی خوبیاں؛ پیدا ہوتی ہیں پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بھی لازم سے متعدی بن جاتا ہے۔

اسکے زُہدو تقویٰ، اخلاص، للہیت اور باطنی طہارت کے اثرات سے دوسرے لوگ بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔ گمراہوں کو ہدایت ملتی ہے۔ فاسقوں اور بدکاروں کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ان کی سرکشی اور تکبر دور ہو جاتا ہے۔ان کے اندر عجز و انکسار کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ غفلت ان کے قریب سے بھی نہیں گزرتی۔ وہ ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کو یاد کرتے ہیں۔یہ حضرات نفس و شیطان کی سرکشی اور چالوں سے آگاہ اور

باخبر ہوتے ہیں۔ان کے اعمال اخلاص کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں۔ یہی لوگ دین و مذہب کے سچے پیروکار اور انسانیت کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔

تصوّف کی کتب اور صوفیہ کی آراء پڑھ کر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ولایت کے لیے کسی

مخصوص خاندان میں پیدا ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی مخصوص وضع قطع، جبہ قبہ، مریدوں کا جھرمٹ، عقیدت مندی کا مخصوص ماحول اور مخصوص القابات سابقے اور لاحقے لگا کر کوئی بندہ اللہ کا ولی بن سکتا ہے بلکہ یہ ہر مسلمان کا میدان ہے جو بھی قرآن و سنت کے احکامات کے مطابق عمل کرے کسبِ حلال، اکلِ حلال، صدقِ مقال کا اہتمام کرے وہ بلاشبہ اللہ کا ولی ہے۔

صوفیانہ افکار سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے۔ تزکیۂ نفس کے لیے اور روحانی طہارت کے حصول کے لیے اور سر پہ ولایت کا تاج سجانے کے لیے فرد کا عملی زندگی سے راہ فرار اختیار کرنا بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگلوں بیابانوں میں بھاگ جانا اور روح کی طہارت کے لئے جسم کو عذاب دینا قطعاً ضروری نہیں۔

یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ تصوّف عمل کا میدان ہے۔ جب سے نظری تصوّف کا رجحان شروع ہوا ہے تصوّف جو اپنی تعلیمات و افکار کے لحاظ سے کھرا سادہ، پر مغز، سہل اور قرآن و سنت کا خلاصہ تھا اس میں فلسفیانہ ادق اصطلاحات منطق کے پیچیدہ گنجلک قواعد اور علم کلام کی موشگافیاں اور نقطہ آرائیاں شامل کر دی گئیں جس سے تصوّف عمل کی دنیا سے نکل کر قیل و قال کے حلقہ میں داخل ہو گیا دل سے جلاوطن ہو کر دماغ کو اپنا مسکن بنا بیٹھا پھر اصلاح کی جگہ مناظرہ تعلیم کی جگہ مباحثہ تلقین کی جگہ مجادلہ اور روح کی تڑپ کی جگہ معقولیوں اور فلسفیوں کے جامد اور معطل، محبت الٰہی سے خالی سوز سے عاری نظریات نے لے لی جس اس کی وجہ سے نہ روح بلالی رہی مگر رسم اذان موجود ہے فلسفہ رہ گیا ہے تلقین غزالی مفقود ہے حق یہ ہے تصوّف نام ہی عمل کا ہے اس کا بحث و نظر سے کوئی تعلق

نہیں بحث و نظر مکتب اہل مکتب کا مشغلہ ہے تصوّف کا آغاز عمل سے ہوتا ہے اور انجام بھی عمل پر ہوتا ہے۔

خانقاہ حقیقتاً ایک متحرک، فعال اور سر گرم ادارہ ہے۔ بد قسمتی سے آج کل ملمع ساز اور بناوٹی صوفیہ کی وارداتوں سے جمود اور تعطّل کا شکار ہو گیا ہے۔ خانقاہی نظام میں بناوٹی اور ملمع ساز صوفیہ کے افکار و نظریات اور اعمال کی وجہ سے بد عملی اور بے راہ روی عام ہو رہی ہے۔ یہ لوگ شریعت کی خلاف ورزیوں کو طریقت کا نام دیتے ہیں۔ اور جہالت کو استقامت سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس مقدس اور پاکیزہ شعبہ کو بد نام کر رہے ہیں۔ ان کی اصلاح کی سنجیدہ اور موثر کوشش ہونی چاہیے۔

آج دنیا کو ایسے تصوّف و طریقت کی ضرورت ہے جو ظاہر سے بالکل قطع تعلق نہ کرے سالک روحانیت میں کتنا ہی عروج حاصل کر لے مخلوق میں رہنے سے تنفر نہ ہو، وہ زندگی کے جس دائرے میں بھی رہے اس کا باطن نہ صرف اس کے اپنے ظاہر کو متاثر کرتا رہے بلکہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا رہے۔ یہ نمونے صرف اسلام کا شعبہ تصوّف ہی فراہم کر سکتا ہے۔

شب بیداری، نماز، تلاوت، ذکر دعا استغفار صوفیہ کا معمول رہا ہے۔ اور ان کی پوری پوری راتیں عبادت الٰہی میں گزرتی رہی ہیں اور ان کی زندگی کے ایام روزے سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قربت اور تعلق کا غیر معمولی اہتمام ہو سکتا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن ایک مسلمان کے لئے زندگی گزارنے کے لیے کسی صوفی کا اسوہ اختیار کرنے کا قران حکم نہیں دیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی اتباع کی دعوت دی ہے۔ اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ صوفی کا دین میں کیا مقام ہے؟ اس کا دارومدار اس کے مجموعی عمل اور

اس کی صحت اور اس کے اخلاص وللہیت پر ہے نہ کہ اس کی فکری خطاؤں اور علمی انحرافات پر اس لئے کہ اس کی لغزشوں میں سے بہت کچھ ایسا بھی ہو گا جو قابل معافی ہے جس کا حقیقی علم رب العالمین کی ذات کو ہے۔

## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے محاسن:

تحصیل گجرات کا خانقاہی نظام اسوقت عوام الناس اور مریدین کی روحانی تربیت میں اپنا کردار ادا کر رہاہے۔ تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے ہمہ جہت اثرات ہیں اور معاشرے کے تمام شعبے خانقاہی نظام کے اثرات سے بلاواسطہ یا بالواسطہ متاثر ہیں۔ خانقاہی نظام انسانوں کا بنایاہوا نظام ہے اور اس کا بنیادی مقصد انسانیت کی بھلائی، رواداری، مساوات اور حُسنِ خلق جیسے اخلاقی امور کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ صفائے باطن، تزکیہ نفس، قلب وذہن کی پاکیزگی روحانی بالیدگی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو چھوڑ کر جس طرح انسانوں کے اندر بشری کمزوریاں ہوتی ہیں ایسے ہی خانقاہی نظام میں بھی بشری کمزوریاں ہیں۔ کئی خانقاہوں کی خوبیاں ان کی خامیوں پر غالب ہیں جبکہ کئی خانقاہوں کی خامیاں ان کی خوبیوں پر حاوی ہیں۔ جبکہ بعض جگہوں پر خیر ور شر کا ء تناسب یکساں ہے۔ خانقاہی نظام سے معاشرے کو اس وقت بھی بے شمار فوائد و ثمرات اور برکات پہنچ رہی ہیں۔ جن کی تفصیل اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

1۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سُنت بیعت اور بے شمار سُنتیں ان کے عملی مظاہر مثلاً داڑھی شریف، عمامہ شریف وغیرہ خانقاہوں پر دیکھنے کو ملتے ہیں اور معاشرے میں نفاذِ سُنت میں خانقاہوں نے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ خانقاہیں اس وقت روحانی تربیت سے معاشرے کو

بے پناہ فائدہ پہنچا رہی ہیں۔

2 تعمیرِ سیرت و کردار سازی خانقاہی نظام کی وجہ شہرت ہے۔اور آج بھی خانقاہیں اپنے اسلاف مشن پر عمل پیرا ہیں۔ سالکین و مریدین کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔ ان کو انسانیت کے لئے نفع بخش اور مفید بنایا جاتا ہے۔ افراد کی اخلاقی حالت کو نکھارا جاتا ہے۔ اگرچہ تربیت کرنے والے خانقاہی ادارے قلیل ہیں مگر ان کا حقیقت میں وجود ہے اور وہ اپنے مشن کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہیں۔

3۔خانقاہوں پر مختلف اوراد و وظائف تعلیم کئے جاتے ہیں۔ان اوراد و وظائف کو پڑھنے کی برکت سے عوام الناس اور مریدین کے بے شمار دیرینہ مسائل حل ہوتے ہیں۔ لا علاج امراض سے شفا نصیب ہوتی ہے۔روحانی ترقی ملتی ہے۔ نفس و شیطان کی شر انگیزیوں سے حفاظت رہتی ہے۔ الغرض بے شمار ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی و فوائد ملتے ہیں اور ایک طرح سے غریب اور وسائل سے محروم لوگوں کے لئے مفت یا سستا طریقہ علاج بھی ہے۔

4۔خانقاہی نظام نے تصوّف کی کتابوں کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ آج بھی تصوّف کی امہات الکتب مثلاً کشف المحجوب ،احیاء العلوم ،رسالہ قشیریہ وغیرہ خانقاہی نصاب کا حصہ ہے۔ اس طرح سے صوفیہ کی تعلیمات کا ابلاغ اور صوفیانہ فکر کی ترویج و اشاعت خانقاہوں کی بدولت ہو رہی ہے۔ 5۔خانقاہی نظام کی برکت سے بے شمار لوگوں کو روزگار میسر آیا ہے۔ لوگوں کو معیشت کا انتظام ہوا ہے۔ ان کے گھر کے جُملہ اخراجات خانقاہوں کی بدولت پورے ہوتے ہیں۔ان افراد کے لئے روزی کا بندوبست خانقاہیں کرتی ہیں۔ان مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کو ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ اور یہ تنخواہ ان کے کام کی نوعیت کے مطابق دی جاتی ہے۔ جبکہ اکثر جگھوں پر خدمت کا انتظام ہے۔یعنی کوئی مشاہرہ

یا تنخواہ وغیرہ نہیں لی جاتی سارا کام مفت اور بلا اُجرت کیا جاتا ہے۔ مگر ایسے خدام کی ہر ضرورت بھی خانقاہیں پوری کرتی ہیں۔

6۔اسی طرح ایک اچھی خاصی تعداد وہ بھی ہے جو خانقاہ پر ملازم تو نہیں مگر ان کی ملازمت / نوکری خانقاہ نشیوں کی بدولت ہے۔ جیسے کسی کو کسی پیر صاحب کی سفارش یا ان کے تعلقات کے بل بوتے پر ملازمت مل جاتی ہے۔یوں دیکھا جائے تو معاشرے کے اندر بے شمار گھرانوں کا چولہا خانقاہوں کی بدولت جل رہا ہے۔ جو اپنی جگہ ایک تعمیری اور فلاحی کاوش ہے۔

7۔ معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی ورواداری کے فروغ میں اور اشتعال انگیزی کے خاتمے میں خانقاہوں نے ہمیشہ ہر دور میں مثبت کردار ادار کیا ہے۔ خانقاہوں نے مساوات، عدل وانصاف اور بھائی چارے کو فروغ دینے والی اقدار کا پرچار کیا اور عملی طور پر معاشرے میں تصویر پیش کی ہے۔ خانقاہیں مذہبی اور تبلیغی انداز کے ساتھ دین اسلام کی تعلیمات کا پرچار کر رہی ہیں۔ خانقاہوں پر منعقد ہونے والی روحانی و مذہبی محافل کے ذریعے قرآن و سُنت کے پیغام کا ابلاغ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کی عملی حالت بہتر ہوتی ہے۔ اس وقت خانقاہوں پر سالانہ 915 دینی و مذہبی محافل ہوتی ہیں۔ نیز پیر صاحب کی انفرادی نصیحت اور تبلیغی دوروں کے خاطر خواہ تبلیغی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کئی بے نمازی نمازی بن جاتے ہیں۔ شراب نوش شراب نوشی چھوڑ جاتے ہیں۔ سُود خور سود خوری سے توبہ کر جاتے ہیں وغیرہ۔ اگرچہ اسطرح کے بااثر اور باعمل حضرات کم ہیں مگر خانقاہیں ایسے حضرات سے خالی نہیں ہیں۔

8۔ خانقاہوں پر قرآن وسنت کی ترویج واشاعت کے لئے مدارس دینیہ قائم ہیں جہاں بے

شمار بچے روز و شب حفظ قرآن و درس نظامی کے علوم پڑھ رہے ہیں۔اور بالکل مفت تعلیم کی سہولت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ان طلباء و طالبات کے لئے رہائش و خوراک کا انتظام بھی خانقاہیں کرتی ہیں۔ حکومتی سرپرستی کے بغیر اتنی کثیر تعداد کا حافظ قرآن و عالم دین ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس وقت تحصیل گجرات کی خانقاہوں پر قائم مدارس سے سالانہ 1570 حافظ قران اور قریباً 24 علماء درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ خانقاہوں نے سماجی خدمت کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں۔اس وقت تحصیل گجرات کی خانقاہیں خدمتِ خلق کے شعبے میں 100٪ فعال ہیں جہاں پر بلا امتیاز غرباء، فقراء و مساکین اور نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے۔ صوفیاء نیکیوں کا پرچار کرنا پسند نہیں کرتے اور نمود و نمائش سے احتراز کرتے ہیں۔ اس وقت خانقاہوں پر لنگر خانے جاری ہیں۔ 43٪ خانقاہوں پر لنگر خانہ موجود ہے۔ 57٪ خانقاہوں پر مستقل لنگر خانہ موجود نہیں ہے مگر آنیوالے ہر فرد کی مہمان نوازی، خدمت کی جاتی ہے۔ نیز صدقہ وخیرات کی مختلف صورتیں، نقدی، راشن وغیرہ بھی رائج ہیں۔

9۔ معاشرتی رسومات کے جکڑے ہوئے معاشرے میں لوگوں کی راحت اور تسکین کا ایک ذریعہ انہیں غیر ضروری رسومات کے چنگل سے آزاد کرانا بھی ہے۔ گجرات کا خانقاہی نظام نے اس معاملے میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ شادی بیاہ اور مرگ پر رسومات کا جال بچھا ہوا ہے۔ لوگ ان رسومات کو پورا کرنے کے لئے قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ مشائخ عظام کی کوششوں سے مرگ پر لوگوں نے رسومات کی پیروی چھوڑ دی ہے۔ اور سادگی کے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بلا شبہ خانقاہی نظام کی برکت ہے۔ اگرچہ شادی بیاہ کی رسومات میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی واقع نہیں ہو سکی۔

10۔ تحصیل گجرات کا معاشرہ علاقائی تعصب اور برادری ازم کی دشمنیوں کی آگ میں سُلگ رہاہے۔اور کچھ لڑائی جھگڑے عائلی زندگی سے متعلقہ ہیں۔خانقاہی نظام نے قتل و غارت اور لڑائی جھگڑے نمٹانے میں اتنامو ثراور اہم کردار ادا کیاہے۔کوئی خانقاہ ایسی نہیں ہے جو صُلح اور امن و آشتی میں اپنا کردار ادانہ کررہی ہو۔اگر ایسے واقعات مرتب کئے جائیں تو بلاشبہ ایک ضخیم کتاب بن جائے نیز ان بچیوں کے اعداد و شمار جمع کئے جائیں جو روٹھ کر میکے بیٹھ گئی تھیں اور متولی/سجادہ نشین صاحب کے کہنے پر اپنے گھروں میں آباد ہوئیں اور اس وقت ہنسی خوشی زندگی بسر کررہی ہیں۔الحمد للہ یہ ساری برکت خانقاہوں کی بدولت معاشرے کو میسر ہے۔اور مفت و سستا انصاف بھی خانقاہوں سے مل جاتاہے۔وہ تنازعات اور لڑائی جھگڑے جو سالہا سال سے عدالتوں میں زیر التواء ہیں خانقاہوں پر تھوڑی مدت میں احسن انداز سے حل ہو جاتے ہیں۔خانقاہوں کے اس کردار کی اہمیت سے معاشرے کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔

11۔جو لوگ صوفیہ سے وابستہ ہیں ان میں امید ،حوصلہ اور رجاء پائی جاتی ہے ،بدترین حالات میں بھی وہ جینا جانتے ہیں اور ناامیدی سے بچے رہتے ہیں۔ان کو امید ہوتی ہے کہ حالات بہتر ہو جائیں گے وہ خودکشی سے بھی بچے رہتے ہیں۔یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ان خصائص کے ساتھ ساتھ مرور زمانہ سے خانقاہی نظام میں کچھ کمزوریاں اور نقص پیدا ہو گئے ہیں جنکی طرف توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

## تحصیل گجرات کے خانقاہی نظام کے اصلاح طلب پہلو:

1۔۔اکثر و بیشتر خانقاہوں پر صوفی ازم نے پدرم سلطان بود کا لباس پہن لیاہے کہ عقابوں

کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آچکے ہیں۔خانقاہوں پہ موروثیت جاری ہوگئی ہے۔ مسند نشین بننے کے لئے اہلیت علم و قابلیت کی بجائے فقط ان کے خاندان میں پیدا ہونا لازم ہے۔صوفیہ کرام کی قائم کی گئیں آج کا پیر، شیخ یا مرشد صوفی کی بجائے روحانی جاگیر داری کے مسند پر جلوہ افروز ہو چکا ہے۔وارثان صوفیہ نے علوم ظاہری و باطنی سے مکمل طور پر منہ موڑ لیا ہے۔آج بد قسمتی سے مزارات پر غیر شرعی حرکات و سکنات کی حوصلہ افزائی ہونا شروع ہوگئی ہے اس طرح زیادہ تر مسند نشین روح کی بجائے ''بدن ''کی ضروریات پر توجہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ صورتحال عمومی طور پر ہے ورنہ آج بھی ایسی درگاہیں موجود ہیں جہاں تصوّف کا اصل نظام اپنی اصل حالت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

2۔۔دیکھا گیا ہے کہ خانقاہ نشین اپنے مرید بڑھانے میں اور افرادی قوت میں اضافے کے لئے کوشاں ہیں اور انکی جملہ مساعی اپنے آستانہ کی شان و شوکت بڑھانے کے لئے ہے تحفظ ناموس رسالت ﷺ، ختم نبوت کے لئے یہ لوگ نہیں بولتے الا ماشاءاللہ چند ایک کو چھوڑ کر اکثریت خاموش تماشائی بن کر بیٹھ جاتی ہے علماء کرام کو جیلوں مین ڈالا گیا، بدترین ریاستی تشدد کا نشانہ بنایا گیا، فورتھ شیڈول مین نام ڈالا گیا،،چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کیا گیا مگر اس ظلم عظیم پہ خانقاہوں سے کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔ جتنی کوشش مرید بڑھانے کی ہوتی ہے اتنی کوشش دین اسلام کی سربلندی کے لئے بھی ہونی چاہیے۔

3۔۔فرائض سے غفلت اور لاپرواہی عام ہے۔ مرید اپنے پیر و مرشد کے اوراد و وظائف کو تو پابندی سے پڑھتا ہے، مگر فرائض سے غافل ہے۔یعنی نوافل و مستحبات کے اہتمام اور فرائض سے غفلت برتی جاتی ہے۔اگرچہ سارے لوگ ایسے نہیں مگر مشاہدہ یہی ہے کہ صلوۃ التسبیح اور شب برات کی شب بیداری کی پابندی ہوتی ہے۔ عرس پر باقاعدہ حاضری

ہوتی ہے قوالی کی محفل میں سو فیصد حاضری۔ مگر فرض نمازوں کی ادائیگی میں غفلت ہوتی ہے۔ نذر و نیاز اور گیارہویں شریف یاد سے دینی ہے۔ مگر زکوٰۃ و عُشر ادا کرنے میں کوتاہی کا اظہار خانقاہی معمولات میں پابندی سے شرکت اور حج فرض ہو جانے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لینا اس خامی کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ فرض کو فرض کی جگہ اور نفل کو نفل کی جگہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

4۔۔ خانقاہوں کو انٹرنیٹ اور جدید سمعی و بصری آلات فروغ تعلیماتِ صوفیہ کے لئے استعمال کرنے چاہیے نا کہ اپنی ذاتی شہرت و نمائش کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ ہر محاذ پر دین متین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے کی ضرورت ہے۔

5۔۔ ہر خانقاہ، آستانے اور مزار پر قرآن و سنت اور فقہ کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے جائیں۔

6۔۔ قبروں کو سجدے اور دیگر خرافات کو سختی سے روکا جائے اور مزارات پر حاضری کے آداب اور غیر شرعی کام کے روکنے کے لئے احکامات تحریری بھی لکھے جائیں۔ اور لوگوں کی تربیت بھی کی جائے۔ کئی مزارات پر عرس عوامی میلوں میں بدل رہے ہیں جنہیں فوری طور پر حکماً روکا جائے۔

7۔۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جائے کیونکہ خواتین آبادی کا 55% ہیں اور ان کے ذریعے بھی معاشرے میں بد عقیدگی تیزی سے پھیل رہی ہے ان کی بھی تعلیم و تربیت انہی خطوط پر کی جائے۔ بالخصوص مزارات عالیہ پہ حاضری کے وقت خواتین کی حاضری کا الگ سے اور باپردہ انتظام کیا جائے۔

8۔۔ اکثر شہروں وہ خانقاہوں پر بزرگان دین کے تبرّکات کی زیارات کروائی جاتی ہیں۔ اور

باقاعدہ اعلانات اور تشہیر کے ذریعے لوگوں کو اس بات پر بلایا جاتا ہے جس میں شریعت کے امور کا بہت کم لحاظ رکھا جاتا ہے اکثر جگہوں پر مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہے پردے کی شرعی پابندیاں نہیں ہوتیں اور لوگ زیارات پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں نماز روزے کی پابندی کو قطعاً ضروری خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح لوگوں کے عقیدت اور جذبات کا ناجائز فائدہ اٹھانے والا ایک گروہ بھی میدان میں آگیا ہے اور وہ اپنی طرف سے من گھڑت اور موضوع تبرّکات لے کر لوگوں کے جذبات سے کھیلتا ہے جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا گناہ کبیرہ اور بہت بڑی جرات اور توہین ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ سے منسوب کر کے آپ کے تبرّکات لوگوں کو دکھانا بھی ذات اقدس کی بے ادبی ہے نیز ان تبرّکات کو دنیا کے سرمائے کے حصول کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے نیز علماء شریعت کو اس بات کی سختی سے تاکید کرنی چاہیے کہ سب سے بڑا تبرّک قرآن و سنت کا تبرّک ہے قرآن اور سنت کو اپنی عملی زندگی میں شامل کرنا چاہیے نہیں تو آئے روز اس طرح کے ملمع ساز لوگ لوگوں کی سادہ لوحی سے کھیلتے رہیں گے۔

کبھی یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کی شکل چاند پر نظر آگئی ہے اور کبھی اس بات کو لوگوں میں پھیلایا جاتا ہے کہ فلاں گھر میں حضور نبی کریم ﷺ کے نعلین شریفین کے نشانات بن گئے ہیں اور بعدازاں تحقیق یہ خبریں جھوٹی اور بہتان معلوم ہوتی ہیں اس معاملے میں خانقاہوں کے متولیان کو بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔

9۔۔ کعبۃ اللہ شریف کے علاوہ کسی مقام یا قبر کا طوافِ تعظیمی منع ہے اور حرام ہے تبرّک اور برکت کے نام پر ناجائز امور کے ارتکاب سے صاحب مزار کی روح کو بھی تکلیف پہنچتی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح لوگوں نے تبرّکات کے متعلق ایسی من گھڑت حکایتیں اور کہانیاں گھر رکھی ہوتی ہیں کہ وہ اس جگہ کا

کھانا یا اس مزار کا لنگر بہت زیادہ شفا آمیز ہے ۔اس جگہ کا لنگر ہر گناہ اور معصیت سے چھٹکارے کا سبب ہے اسی طرح بعض مقامات اور مزارات پر کھانا کھلانے اور نیک عمل کو بے جا پابندیوں سے مشروط کیا جاتا ہے مثلا کھانے کے ساتھ مختلف تحریریں لکھ دی جاتی ہیں جس کے ذریعے زائرین پر نفسیاتی طور پر ترغیب و ترہیب سے اثرانداز ہونے کی کوشش بھی کی جاتی ہے یہ کھانے سے اتنے پھیرے اور اس طرح کی نیاز کی مزید تقسیم ضروری ہے یہ سب رسم رواج جہالت اور تبرّکات کے غلط استعمال کی صورتیں ہیں ایسے امور سے بچنے کی ضرورت ہے اور دوسرے لوگوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ انبیاء و صالحین کے آثار و تبرّکات سے برکت حاصل کرنا جائز ہے مگر یہ جواز کی حد تک ہے کوئی فرض و واجب نہیں ہے ۔ اس بارے میں غلو اور انتہائی مبالغہ کرنا قطعاً درست نہیں ہے صوفیہ کا اس بارے میں عمل اگر جواز پر رہتا تو بات درست رہتی فی زمانہ لوگوں نے رسومات تصوّف کی آڑ میں تبرّکات کو مادی منفعت اور سیم و زر کے حصول کا ذریعہ بنالیا ہے ہر شہر وہ خانقاہ پر بزرگان دین کے تبرّکات کی زیارات کروائی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے بے شمار خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

10 ۔۔عوامی واعظین اور خطباء اولیاء اللہ کی کرامات بیان کرنے میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں۔ محیر العقول کارنامے بیان کرتے ہیں، کہ اوٗلیاء کا کام ہواؤں میں اڑنا پانی پر چلنا اولادیں دینا غیب کی خبریں دینا سنا کر لوگوں کو یہی باور کراتے چلے آرہے ہیں کہ ولی اللہ جیسا بننا بہت مشکل ہے وہ تو خدا تعالی کے چہیتے اور لاڈلے ہیں اصل میں اولیاء اللہ مستند فضائل قرآن و سنت سے بیان کرنے کی حاجت ہے۔اور عوامی سطح پر متعارف کرانے کی ضرورت ہے کہ اولیاء اللہ کا اصلی کمال یہ تھا کہ انہوں نے بشری تقاضوں کے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی

اطاعت اور اس کے نبی کریم ﷺ کی فرمانبر داری کے مطابق زندگی گزاری، اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے، سونے جاگنے چلنے پھرنے ہر موقع پر انہوں نے اللہ تعالی کی حدود کا خیال رکھا اور نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر غفلت اور گناہوں میں نہیں پڑے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو اولیاء اللہ کی کرامات کی بجائے ان کی تعلیمات سے آشنا کیا جائے اور ان کی خانقاہوں میں اور سیرت و کردار کی کتابوں میں ان کی تعلیمات جو قرآن و سنت کے مطابق ہیں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق سادہ سہل اور آسان انداز میں ابلاغ کیا جائے۔

11۔۔مزارات اولیاء پہ چادر پوشی میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے،ڈھول گھنگرو بجا کر چادر لانا،اور ایک سے زائد چادریں چڑھانا نادرست ہے،زیادہ مناسب یہ ہے کہ سوٹ پیس لے کر حاجت مند اور ضروت مند لوگوں میں بانٹ دیئے جائیں۔غریب طلبہ کی یونیفارم کا انتظام کر دیا جائے۔مزار شریف پہ ایک چادر کافی ہے۔

12۔۔خانقاہ سے وابستہ حضرات کو باکردار ہونا چاہیے۔یہ ایک لحاظ سے بدترین قسم کی منافقت اور خیانت ہے کہ انسان ظاہری طور پر تو اچھا نیک پارسا پرہیز گار معلوم ہو لیکن اس کے باطن میں خرابی ہو۔،خیانت اور فسق کے جذبات بھرے ہوئے ہوں انسان کے ظاہر اور باطن میں تضاد ہو۔قول اور فعل میں مطابقت نہ ہو جلوت رحمانی مگر خلوت شیطانی ہو انسان دکھائی دیتا ہو۔

خانقاہوں پر عصری تعلیم کے اداروں کی قلت ہے۔ضرورت اس امر کی ہے دین و دنیا کی تعلیم اور جسم و روح کی غذا ایک ہی چھت تلے میسر آئے۔

13۔۔خانقاہوں پر لائبریریوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔مطالعہ و کتب بینی جیسی

سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو اور ان کتب خانوں میں صوفیہ کی تعلیمات کی کُتب لازماً رکھی جائیں۔

14۔۔ خانقاہ سے وابستہ حضرات شجرکاری کریں۔ درخت لگائیں۔ مریدین و سالکین کو اس کی بھرپور تبلیغ کی جائے تاکہ آلودگی کے خاتمے کے لئے اپنا کردار بھرپور انداز میں ادا کر سکیں۔

15۔۔ خانقاہ سے وابستہ حضرات اپنے اپنے حلقہ احباب میں بلڈ کیمپ، فری میڈیکل کیمپ ،فری ایمبولینس سروس، صاف ستھرے پانی کے پراجیکٹ، یتیم اور غریب بچیوں کی شادی کا انتظام وانصرام کریں تاکہ اسلاف کی طرح خدمت خلق کا سلسلہ قائم رہے اور خلق خدا اس سے فیض یاب ہوتی رہے۔

16۔۔ صوفیہ کرام کی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے پیش کرنے میں خانقاہیں کمزور ہیں۔ ضرور اس امر کی ہے کہ کشف و کرامات سے زیادہ عقلی و منطقی انداز سے تعلیمات صوفیہ بیان کی جائیں، تاکہ نوجوان نسل کی تشکیل اور اوھام پرستی کا ازالہ ہو سکے۔

17۔۔ خانقاہوں پر قرآن و سنت کے منافی امور اور غیر شرعی سرگرمیوں کو سختی سے روکا جائے تاکہ ان آستانوں کی تقدیس و حرمت پر حرف نہ آئے۔ اس کے لئے تربیت یافتہ افراد کا تقرر کیا جائے۔

18۔۔ سیاست کو شجرِ ممنوعہ نہ سمجھا جائے بلکہ گجرات کی ہر خانقاہ کو سیاست میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ اور عوام الناس کی خدمت سیاست و اقتدار کے ذریعے بھی کرنی چاہیے۔

19۔۔ خانقاہی نظام میں جس چیز کا سب سے زیادہ فقدان پایا جاتا ہے وہ ہے تربیت کی کمی اور

تربیت یافتہ افراد کا نہ ہونا کثیر خانقاہیں تربیت کے عمل سے کنارہ کش ہیں۔ روایتی اور رسمی انداز میں رسوماتِ تصوّف کی ادائیگی ہو رہی ہے مگر حقیقت تصوّف کا وجود کم یاب ہے اور نایاب ہے۔

ارباب خانقاہ کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ تربیتی عمل سے گزر کر فرد کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ اور وہ نفس کی آلودگیوں اور رزائل سے پاک ہو کر تزکیہ نفس کے مراحل طے کرتا ہے۔ اور معاشرے کے لئے قابل قدر خدمات سرانجام دیتا ہے۔

کاش آج بھی اگر تصوّف کی عملی شکل پیش کر دی جائے تو کافر تو محض مسلمانوں کو دیکھ کر ہی کلمہ پڑھنا شروع ہو جائیں۔ اور آج بھی حسن بصری، بایزید بسطامی۔ جنید بغدادی، معروف کرخی، سلطان باہو اور پیر مہر علی شاہ جیسے صوفی پیدا ہو سکتے ہیں جن کی ایک نگاہ شوق اور ان کے فیوض و برکات سے دنیا مستفیض و مستفید ہو سکتی ہے۔

# تجاویز و سفارشات

1 خانقاہی نظام کے معمولات و سر گرمیوں مثلاً اعراس بزرگانِ دین، گیارہویں شریف میں عوام الناس کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے مگر خانقاہی محافل میں ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی موثر اور پائیدار انتظام نہیں ہوتا۔ روایت وعظ و خطابت جس میں اکثریت مبالغہ آرائی ہوتی ہے۔ اور اس اسلوبِ خطابت کا مقصد زیادہ سے زیادہ مال کمانا عوام سے داد و تحسین وصول کرنا ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے مُستند سنجیدہ اور باوقار علماء کرام قرآن و سنت کے دلائل سے صوفیائے کرام علیھم السلام کی تعلیمات کو بیان فرمائیں اور صاحبِ سجادہ ان کی تربیت کو اپنی اولین ترجیح بنائیں۔ عوام کی اتنی بڑی تعداد کا فقط دربار پر حاضری دے کر اور لنگر کھا کر واپس چلے جانا ایک قابل افسوس امر ہے اگر وہ کوئی تعمیری عملی سوچ کے بغیر جا رہے ہیں۔

خانقاہی محافل کے اندر ہونے والے وعظ و خطابت اور اس کے مذہبی و معاشرتی اثرات پر تحقیقی کام ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ان مجالس ذکر و فکر کی نوعیت اور قرآن و سُنت کی تعلیمات کے عنوان سے بھی تحقیقی کام ممکن ہے۔

2۔ خانقاہی نظام کی محافل سے پنجابی اور اردو زبان کو فروغ ملتا ہے اور ان محافل میں صوفیائے کرام کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف، بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ قصور، سید وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ جنڈیالہ شیر خان، مادھولال حسین رحمۃ اللہ علیہ لاہور وغیرہ۔ پنجابی زبان پر صوفیے کرام کے کلام اثرات ایک تجزیاتی مطالعہ اور اردو و پنجابی زبان کے فروغ میں خانقاہی محافل کا کردار کے عنوان سے تحقیقی و علمی کام ہو سکتا ہے اور صوفیاء سے محبت

کرنے والوں کو کرنا چاہیے۔

3۔اکثر خانقاہوں پر مزارات اور مقابر ہیں کئی جگہوں پر گنبد بنے ہوئے ہیں۔ فن تعمیر پر خانقاہوں کے اثرات کے عنوان سے تحقیقی کام ممکن ہے یہاں پر ارباب خانقاہ کو توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ مزارات و گنبد کی تعمیر پر لاکھوں و کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں مگر کسی علمی و تعمیر کام میں چند ہزار روپے بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ان کو چاہیے کہ علمی و فکری کام کریں اس میں ہی اپنی اور معاشرے کی فلاح ہے۔

4۔ ہر خانقاہ پر ایک لائبریری کا قیام ہونا چاہیے۔اور اس میں صوفیائے کرام کی کُتب لازماً ہونی چاہیں۔ پیر صاحب خود بھی مطالعہ کُتب کا ذوق و شوق رکھنے والے ہوں اور اپنے مریدین و حلقہ احباب میں کتب بینی کا ماحول پیدا کریں۔

5۔اس وقت جینڈر شریف،اعوان شریف، مراڑیاں شریف کی خانقاہوں پر کئی نایات علمی مخطوطے پڑے ہوئے ہیں۔اصحابِ علم کو آگے بڑھ کر ان مخطوطوں پر علمی کام کرنا چاہیے۔اور سجادہ نشین حضرات کو یہ کام اپنی سرپرستی میں کروانے کی ضرورت ہے اسطرح خانقاہ کی نیک نامی میں بھی اضافہ ہوگا اور صاحبِ مزار کا علمی مشن بھی جاری و ساری رہے گا۔

6۔ ہر صاحب سجادہ کو چاہیے کہ وہ بانی خانقاہ اور بزرگانِ خانقاہ کی سیرت و کردار پر مشتمل سوانح حیات اپنی نگرانی میں کسی صاحب علم ادیب سے مرتب کروائے۔تاکہ بعد میں آنیوالے لوگوں کو صاحب مزار کے متعلق سُنی سنائی باتوں کی بجائے مستند تصنیف پڑھنے کو ملے اور وہ بھی اپنی عملی زندگی کو بزرگانِ دین کی سریت کے سانچے میں ڈھال سکیں۔اور جن بزرگان خانقاہ نے کوئی تصنیفی کام کیا ہے یا صاحبِ سجادہ نے کیا ہے اسکی جلد از جلد

اشاعت کی جائے۔تاکہ یہ ذخیرہ علم ضائع ہونے سے بچ جائے۔

7۔آج انفارمیشن و ٹیکنالوجی کا دور ہے ایک کلک Click یا ایک ٹچ Touch کروڑوں میل دور اپنا پیغام ایک سیکنڈ میں کروڑوں لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ خانقاہوں کو انٹرنیٹ سے منسلک ہونے کی ضرورت ہے اور انٹرنیٹ کو الیکٹرانک مُبلغ بنا کر مثبت اور تعمیر انداز میں اپنا پیغام عام کرنے کی ضرورت ہے۔اس طرح بہت کم وقت صوفیائے کرام کی تعلیمات پوری دنیا میں عام ہو جائیں گی۔

8۔ خانقاہوں پر سالکین کی روحانی تربیت کے لئے صوفیائے کرام کی کُتب کا نصاب ہونا چاہیے۔ اور ہر خانقاہ کو اپنا نصاب عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

9۔ خانقاہوں پر دینی تعلیم کے مدارس موجود ہیں۔ مگر عصری تعلیم مثلاً کمپیوٹر وانفارمیشن ٹیکنالوجی، انگلش وغیرہ کا موثر انتظام نہیں ہے۔انہیں شعبے کو توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر ہم ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتے ۔اور نہ ہی معاشرے میں کوئی پائیدار تبدیلی لا سکتے ہیں۔اس واسطے ہر خانقاہ پر عصری تعلیم کا لازمی انتظام ہو تاکہ بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم ایک ہی جگہ پہ ملے۔

10۔ہر خانقاہ پر اچھے اور تعمیری کام ہو رہے ہیں نیکیاں اور اعمالِ صالحہ کی رغبت دلائی جاتی ہے۔ عمل کا ذوق شوق بیدار کیا جاتا ہے۔ مگر اس خانقاہ سے وابستہ حضرات دوسری خانقاہ والوں کو اپنے پاس نہیں بلاے نہ ہی انکی تعریف و توصیف کرتے ہیں اگرچہ وہ کتنے ہی با کمال و باہنر کیوں نہ ہوں۔ ہر مرید اپنے ہی پیر صاحب کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ دوسرے آستانے و خانقاہ کا نام لینا بھی گورا نہیں کرتا حالانکہ وہ بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔

عقیدت کی اس انتہا نے معاشرے میں افراط، تفریط اور تعصب کی فضاء پیدا کی ہے۔ جسکا سد باب اور علاج خانقاہ نشین ہی کر سکتے ہیں آپس میں رابطے کا فقدان ہے اسکو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر صاحب علم و صاحب عظمت لوگوں کے ساتھ مروت اور حسن اخلاق سے پیش آنے کی ضرورت ہے۔

11۔ ہر خانقاہ الا ماشاء اللہ اپنے مرید بڑھانے میں اپنی افرادی قوت میں اضافہ کرنے میں مصروف علم ہے۔ ان کی شب و روز کاوشوں کا ما حصل اپنے آستانہ کی شان و شوکت بڑھانا ہے۔ کاش سب حسن نیت کے ساتھ دین اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کریں اپنی ذات کے مفادات کے تحفظ کی بجائے دین اسلام کا تحفظ ہماری ترجیح ہو تو کیا بات ہے۔

12۔ خانقاہوں پر تربیتی ورکشاپ جیسے پروگرامز کا فقدان ہے۔ ہر خانقاہ کو چاہیے کہ اپنے مریدوں کی تربیتی ورکشاپ کرے انکی خوابیدہ صلاحیتوں کو جگائیے۔ ان میں عبادت کا جذبہ اور ذوق شوق پیدا کرے۔ انسانیت کی خدمت اور معاشرے کی بھلائی کے لئے ان کی ذہن سازی کرے۔

13۔ خانقاہوں پر سماجی خدمت کے جدید انداز مثلاً میڈیکل کیمپ، اجتماعی شادیاں، بلا سود قرضے کی فراہمی وغیرہ مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہر خانقاہی غرباء، مساکین کی مدد کے حوالے سے فعال ہے مگر جدید انداز میں لوگوں کے لئے سماجی خدمت سے خانقاہوں کی نیک نامی میں اضافہ ہو گا اور انکی شہرت کو چار چاند لگ جائیں گے۔

14۔ علاقے کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ٹیکینکل کالج و جدید تعلیمی ادارے کھولنے کی ضرورت ہے۔ ہر خانقاہ اگر لوگوں کو باہنر بنائے اور سستے روزگار مہیا کرے نیز جہاں پر ضرورت ہو تو وہاں جدید تعلیمی ادارے کھولے۔ اسی طرح صوفیہ کے خدمتِ خلق

کے مشن کی شہرت چہار دانگ پھیل جائے گی اور دوسرے لوگوں کو بھی تعمیر کام کرنے کا ذوق شوق ملے گا۔

15۔ اہل خانقاہ نے سیاست کو شجرِ ممنوعہ سمجھ کر عملاً سیاست سے کنارہ کشی کر رکھی ہے۔ یوں عملاً سیاست کا میدان اچھے لوگوں سے خالی ہے۔ اب سیاست کے میدان میں چور اچکے، ظالم، لٹیرے، قبضہ گروپ وغیرہ فعال ہیں جبکہ مخلص باوفا اور باہنرِ لوگ سیاست سے لا تعلق ہو کر اپنی خانقاہ کی رونق بنے ہوئے ہیں۔ یہ اقدام افسوس ناک ہے۔ خانقاہ نشینوں کو حجروں سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور عوام الناس کی خدمت اقتدار کے راستے بھی کرنے کی ضرورت ہے۔

خانقاہی نظام کے سیاست پر اثرات یا سیاست کے گجرات کے خانقاہی نظام پر اثرات کے عنوان سے بھی تحقیقی کام کا انعقاد ممکن ہے۔

16۔ خانقاہی نظام میں موروثیت جاری ہو گئی ہے۔ اب سجادہ نشین کا تقرر اہلیت اور قابلیت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا دارومدار پیروں کے گھرانے میں پیدا ہونے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ یعنی پیر کا بیٹا پیر ہوتا ہے چاہے وہ جاہل اور نااہل ہی کیوں نہ ہو۔ پیر بننے کا معیار فقط عالی اور پیر گھرانے میں پیدا ہونا سمجھا جاتا ہے۔ اور مرید چاہے کتنا ہی متقی، صالح، با کردار، باعلم اور پرہیزگار ہو وہ پیر نہیں بن سکتا کیونکہ اسکا تعلق پیروں کے گھرانے سے نہیں ہے۔ یہ امر افسوس ناک ہے۔ اربابِ تصوّف کو اس غلطی کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور پیر کا انتخاب اہلیت اور قابلیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

17۔ پہلے دور کے صوفیاء عوام میں گھل مل کر رہتے تھے عام لوگوں کی طرح نشست و برخا ست رکھتے تھے اکل و بعام و کلام و منام میں عوامی انداز رکھتے تھے وہی زبان بولتے تھے جو عو

ام الناس کی زبان ہوتی تھی عوام نے ان سے یوں پیار کیا کہ ان کے کلام کو زبانی یاد کر لیا جیسا کہ

حضرت سلطان باہو کا کلام، میاں محمد بخش کا کلام، بابا بلھے شاہ کا کلام، بابا وارث شاہ کا کلام وغیرہ کی آج بھی مثالیں ملتی ہیں لوگوں کو ان کا کلام آج بھی زبانی یاد ہے جس کی وجہ سے عوامی سطح پر دین کافی مضبوط ہو جاتا تھا اور دین کی تعلیمات کی عوامی سطح پر اثر پزیری بڑھ جاتی تھی آج کل کے مشائخ کی وضع قطع اور انداز عوامی نہیں ہے جس کی وجہ سے عوام میں دین کی تعلیمات کا ابلاغ مؤثر انداز سے نہیں ہو پاتا لوگ ان سے ملنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہوتے ہیں ارباب تصوف کو اس مسئلے کو اپنے عملی کردار سے حل کرنا چاہیے۔

18، صوفیہ کی تعلیمات جو کہ آج بھی کتابی شکل میں محفوظ ہیں۔ ان تعلیمات سے آگاہی صرف عوام کے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ پیر زادوں، مسند نشینوں اور مذہبی راہنماؤں کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے تاکہ تصوّف کے دامن پر لگے دھبوں کو صاف کیا جا سکے اور اس کا اصل روپ لوگوں پر واضح ہو سکے۔ اگر ایسا ہو جائے تو آج بھی بھوکا پیاسا باعزت طریقے سے درگاہوں سے لنگر کھا سکتا ہے۔ غریب کا بیٹا مفت تعلیم و تربیت سے سرفراز ہو کر ایک نئی خانقاہ کی بنیاد ڈال سکتا ہے۔ نفسیاتی مریض شیخ کامل کی تسلی سے معمول کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے۔ محفل سماع ایک خاص روحانی ماحول پیدا کر سکتی ہے نہ کہ ڈھول ڈھمکوں سے لوگوں کو ناچنے پر آمادہ کریگی۔ عابد کو عبادت کے لئے پاکیزہ روحانی

ماحول مل سکتا ہے۔ زائرین یکسوئی، مجاہدہ اور مراقبہ سے اہل مزار کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا سکتے ہیں۔

خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی طرف سے خانقاہی نظام کی اصلاح کے لیے سفارشات و تجاویز
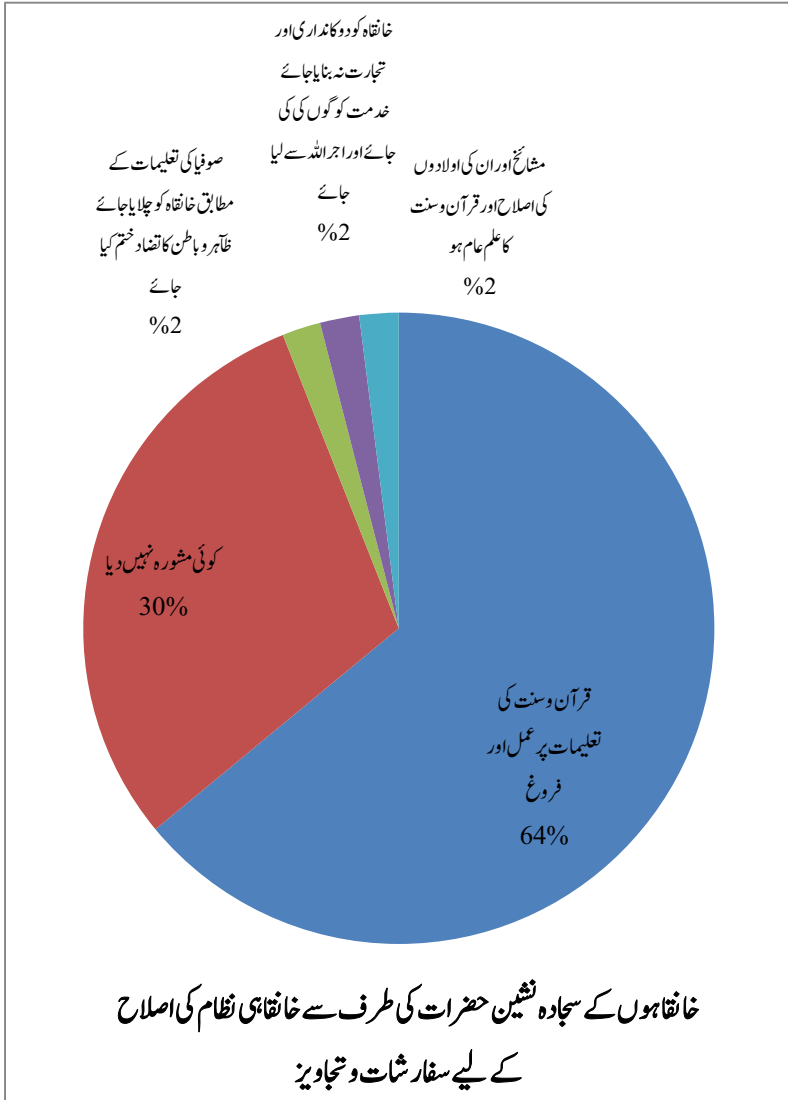
# مصادر و مراجع


- القرآن الکریم
- احمد رضا خان، بریلوی،، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور
- اشفاق احمد، زاویہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 2009ء
- اقبال محمد علامہ، بانگ درا، خزینہ علم و ادب لاہور
- امان اللہ بھٹی، ڈاکٹر اسلام اور خانقاہی نظام دار السلام پبلی کیشنز لاہور
- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 1989ء
- بخاری، امام محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المسند المختصر من احوال رسول اللہ ﷺ، دار لفکر بیروت۔ 1427ھ
- بلگرامی میر عبد الواحد، سبع سنابل فرید بکسٹال لاہور
- بخاری ابو بکر محمد بن اسحاق التعرف، تصوّف فاؤنڈیشن لاہور
- سہروردی، شیخ شہاب الدین، عوارف المعارف اردو ترجمہ شمس بریلوی پروگریسو بکس لاہور 2010ء
- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، اویسی بکسٹال گوجرانوالہ
- شامی، ابن عابدین، الدر المختار، کتاب الصلوۃ۔، بیروت، دار المعرفۃ

- شعرانی، شیخ عبد الوھاب، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مصطفٰی البابی مصر
- طاہر القادری ڈاکٹر، سلوک و تصوّف کا عملی دستور، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور 2005ء
- عبد الرحمٰن چشتی شیخ، مراۃ الاسرار، اردو ترجمہ کپتان واحد بخش سیال، فیصل ناشران لاہور
- عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب صفہ اکیڈمی لاہور 2000ء
- عطار، شیخ فرید الدین، تذکرۃ الاولیاء، ناشر الفتح الکریم بھارت
- علی ہجویری، کشف المحجوب،، قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور 2005ء
- غزالی، ابو حامد امام، منہاج العابدین، حفیظ بکڈپو اردو بازار دہلی 1973ء
- غزالی، ابو حامد، کیمیائے سعادت، پروگریسو بکس اردو بازار لاہور 1999ء
- غازی محمود احمد ڈاکٹر، محاضرات شریعت اور شریعت اسلامی، اسلام آباد ٹریڈرز، اسلام آباد پاکستان 2009ء
- غلام قادر لون، ڈاکٹر مطالعہ تصوّف، امن پبلی کیشنز لاہور 2010ء
- فاروقی ضیاء الحسن پروفیسر، آئینہ تصوّف، تصوّف فاؤنڈیشن لاہور، 1999ء
- قشیری، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن، الرسالۃ القشیریہ، مطابع موسسۃ دار لشعب قاہرہ 1409ھ

- گیلانی خورشید احمد سید، روحِ تصوّف، خورشید گیلانی ٹرسٹ مرغزار کالونی ملتان روڈلاہور 2001ء
- لطف اللہ پروفیسر، تصوّف اور سریت تقابلی مطالعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1996ء
- محاسبی حارث، رسالۃالمسترشدین نزہۃالمتقین ،اردو ترجمہ خضر حیات عطاری، شبیر برادرزلاہور2013ء
- مکی،ابوطالب شیخ، قوت القلوب،مکتبۃالمدینہ سبزی منڈی کراچی 2013ء
- ندوی، سید ابوالحسن علی، تزکیہ واحسان یاسلوک و تصوّف مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی
- نصیر، نصیر الدین سید پیر، راہ وسم منزلہا، تصوّف اور عصری مسائل، مہریہ نصیریہ پبلیشرز گولڑہ شریف اسلام آباد2013ء
- نظامی، خلیق احمد ڈاکٹر،تذکرہ مشائخ چشت،مشتاق بک کارنرلاہور
- واحد بخش سیال، کپتان ،وحدت الوجود و وحدت الشہود ،الفیصل ناشران لاہور ،2014ء
- یوسف سلیم چشتی،تاریخ تصوّف،دارلکتاب اردو بازارلاہور2006